۱۲۱ ط

بحکم خدا و خرد

Ex Libris

Asaf Ali-Asghar Fyzee

Presented to the Library of
The University of Jammu & Kashmir
June 1, 1957

RESERVED

NOT TO BE TAKEN OUT OF THE
LIBRARY.

۱۹۱۵

آصف

جولائی ۱۹۳۳ء

۵ح۹
ر ۵۲۸ ث ۱۰

سلسلۂ دار المصنفین نمبر ۳۴

۲۹۲ فاطمہ

تاریخ صقلیہ

جلد اوّل

جسمین

صقلیہ کے جغرافی حالات، جزیرۂ صقلیہ، اٹلی، و جزائر صقلیہ پر اسلامی حملون کی ابتدا
اور یہان اسلامی حکومت کا قیام، اسلامی حکومت کے عہد بعہد کے دورون
کا عروج، اور پھر اسلامی حکومت کے خاتمہ، اور صقلیہ و جزائر صقلیہ مین مسلمانون
کے مصائب اور جلاوطنی کا تفصیلی مُرقع دکھایا گیا ہے،

از

سید ریاست علی ندوی

رفیق دار المصنفین و اڈیٹر معارف

باہتمام مولوی مسعود علی صاحب ندوی

مطبع معارف دار المصنفین اعظم گڈھ مین چھپی

Allama Iqbal Library
19101
ST 01
Ro
J & K KASHMIR UNIVERSITY LIBRARY
No. 19101
28-11-60
SRINAGAR
ST/

سلسلۂ سیر الصحابہ

رسول اللہ صلعم کے بعد مسلمانون کے لیے صرف صحابۂ کرام کی ذات اسوۂ عمل ہی، اسلیے اُنکے حالات، سوانح، اخلاق و عادات اور اُن کے مذہبی، علمی اور سیاسی کارنامون کے واقعات زیادہ تنقید کے محتاج تھے، سیر الصحابہ کا سلسلہ اسی اصول کو پیش نظر رکھکر قرآن و حدیث اور رجال و تاریخ کی مستند کتابون سے مرتب کیا گیا ہے، اس سلسلہ کے ابتک چھ حصے شایع ہو چکے ہین، اسوۂ صحابہؓ اسوۂ صحابیاتؓ، خلفاءِ راشدینؓ، سیر المہاجرینؓ، سیر الانصارؓ اور سیر الصحابیاتؓ،

اس سلسلہ مین اسوۂ صحابہ خصوصیت کیساتھ نہایت اہم ہے جس کی نظیر عربی اور فارسی زبانون مین نہین ملسکتی، اسکے پہلے حصہ مین صحابۂ کرام کے عقائد، اعمال، عبادات اور اخلاق و معاشرت وغیرہ کے متعلق نہایت مؤثر واقعات حدیث و رجال کی کتابون سے اخذ کرکے جمع کئے گئے ہین اور دوسرے حصہ مین صحابۂ کرام کے مذہبی، علمی اور سیاسی کارنامون کی تفصیل ہے، صحابیاتؓ کے متعلق اس قسم کے جو واقعات تھے، انھین اسوۂ صحابیات کے نام سے علیحدہ ایک رسالہ مین جمع کر دیا گیا ہے،

بقیہ حصون یعنی خلفاے راشدین، سیر المہاجرین اور سیر الانصار اور سیر الصحابیات مین خلفاے راشدینؓ، مہاجر و انصار صحابہؓ اور صحابیاتؓ کے حالات، سوانح، اخلاق و فضائل اور ان کے مذہبی علمی اور سیاسی مجاہدات اور کارنامون کے نہایت مستند اور تفصیلی حالات درج ہین، سیر المہاجرین اور

دیباچہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسلمانون نے یورپ کے "دو خطون پر حکومت کی، اور اسلامی تمدن ابتداءً انھی دونون راستون سے یورپ مین داخل ہوا، یہ دونون ممالک اسپین اور سسلی یعنی اندلس اور صقلیہ ہین جنھین عرب مورخین اپنی اصطلاح مین "دو سگی بہنون" سے تعبیر کرتے ہین،

لیکن یہ عجیب اتفاق ہے کہ ان مین سے بڑی بہن کا چرچا تو دور دور ملکون مین بچہ بچہ کی زبان تک پہنچا، اور دنیا کی مشکل سے کوئی ایسی زندہ علمی زبان ہو جسمین اندلس پر کتابین موجود نہ ہون، مگر صقلیہ کا تذکرہ نہ صرف دورِ حاضر مین بلکہ خود عرب مورخین کے درمیان بھی مستقل حیثیت سے جگہ نہ پا سکا، جس کی ایک وجہ غالبًا یہ ہو کہ صقلیہ کی تاریخ خود اس ملک کی کوئی مستقل تاریخ نہین، بلکہ اوس کے سیاسی حالات اوس کی ان مرکزی حکومتون سے وابستہ رہے، جو افریقہ اور مصر مین قائم تھین، اور علاوہ ازین مسلمانون نے یہان اندلس کے مقابلہ مین کم دنون حکومت کی، اور دوسری بڑی وجہ شاید یہ ہو کہ اندلس پر خود اندلسی علما و اہل علم نے کثرت سے کتابین لکھین جنمین اکثر زمانہ کے دستبرد سے محفوظ رہین، مگر صقلیہ کے اہلِ علم نے صقلیہ پر کم کتابین لکھین، اور جو لکھین بھی وہ حوادثِ روزگار کے نذر ہو گئین،

صقلیہ پر اب تک جو کچھ لکھا گیا، وہ انگلیون پر شمار کرنے کے لائق بھی نہین، عرب مورخین کے دور مین صرف ایک دو صقلی مصنفون نے اپنے وطن کا حق ادا کیا، اور یہان کی سیاسی تاریخ "تاریخِ صقلیہ" کے نام سے لکھی،

ان مین ایک ابو علی حسن بن یحییٰ کی اور دوسری ابن القطاع الصقلی کی تصنیف ہے،

ابو علی حسن بن یحییٰ کی تاریخ صقلیہ کے وجود کا پتہ یاقوت حموی متوفی ۶۲۶ھ اور قزوینی متوفی ۶۸۲ھ کے عہد تک چلتا ہے، یاقوت نے اپنی معجم البلدان مین اکثر جگہ اس کے حوالہ سے مختلف شہرون کے حالات لکھے ہین، اور قزوینی نے اپنی جغرافیہ کی دونون کتابون آثار البلاد و اخبار العباد، اور کتاب عجائب المخلوقات و غرائب الموجودات مین اس کے حوالہ سے بعض معلومات درج کئے ہین، اور خیال ہے کہ ابو الفداء نے اپنی تاریخ مین سسلی پر جو کچھ لکھا وہ زیادہ تر اسی سے ماخوذ ہے، اس کا کوئی نسخہ کسی کتب خانہ مین موجود نہین لیکن اب اس کے ایک نسخہ کا پتہ تونس کے ایک صاحب علم حسن حسنی عبد الوہاب، استاذ جامعہ تونس کے پاس چلا ہے، اور ابن القطاع الصقلی کی تاریخ صقلیہ کا ذکر طبقات کی کتابون مین ابن القطاع کے حالات کے سلسلہ مین آیا ہے، یاقوت نے اپنی معجم الادبا مین بھی اس سے بعض معلومات اخذ کئے ہین، ابن القطاع کی یہ کتاب ابتک ناپید ہے،

البتہ ایک نامعلوم مصنف کی ایک کتاب تاریخ جزیرۃ صقلیہ من حین دخلہا المسلمون و اخبار ما جری فیہا من الحروب و تبدیل الامراء و غیر ذلک کے چند اوراق روم کے کتبخانہ مین محفوظ ہین، اور جو ۲۱۳ء مین ایک لاطینی زبان کی کتاب کے ضمیمہ کے طور پر شائع ہو چکے ہین، اور پھر انیسوین صدی کے ایک صقلی مستشرق مائکیل اماری نے اس کو دوبارہ شایع کیا، لیکن جو اوراق شائع ہوئے ہین، انھین تاریخ کہنے کے بجائے سنہ وار مختصر تعلیقات کہہ سکتے ہین، اور جہان تک بظاہر سمجھا جا سکتا ہے یہ ابو علی حسن بن یحییٰ یا ابن القطاع کی تالیف نہین، اسمین جس سنہ کے اعتبار سے حوادث جمع کئے گئے ہین، وہ مسلمانون مین رائج نہ تھا،

اس کے بعد اسی ابن القطاع کی ایک دوسری کتاب الدرۃ الخطیرۃ فی المختار من شعراء الجزیرۃ ہے، یہ کتاب شعرا کا تذکرہ ہے، جسمین صقلیہ کے ایک سو ستر شاعرون کے حالات زندگی لکھے تھے، اور تقریباً اون کے بیس ہزار منتخب اشعار اسمین جمع کئے تھے لیکن افسوس ہے کہ اوس کا بھی کوئی نسخہ کسی کتب خانہ مین موجود نہین عماد الدین اصفہانی (۵۹۷ھ) نے اپنی خریدۃ القصر و جریدۃ العصر مین اس کے اقتباسات درج کئے تھے، اور ابن سعید نے ابن القطاع کی کتاب اور بعض دوسرے ماخذون

سے اپنی تالیف کتاب المغرب فی حلی المغرب ہین صقلیہ کے حالات مین ایک مستقل رسالہ کتاب الالحان المسیلة فی حلے جزیرۃ صقلیہ کے نام سے لکھا، اوراس مین اس جزیرہ کی ذہنی ترقیون کا مرقع کھینچا، اصفہانی اور ابن سعید کی کتابین برٹش میوزیم اور پیرس کے کتبخانون مین موجود ہین، اور اماری نے اپنے مجموعہ مین اور اس کے بعض قدردانون نے اوس کے مجموعہ بیادگار صد سالہ مین اُن کے اقتباسات شائع کئے ہین محققین کا خیال ہو کہ ابن سعید نے نقل کرنے مین احتیاط سے کام نہین لیا، اور کتاب مین غلطیان رہ گئین، ان اقتباسات سے اس کتاب مین فائدہ اوٹھایا گیا ہے، اگرچہ ابن سعید کی کتاب المغرب کا ایک حصہ شائع ہوچکا ہو، مگر اوسمین یہ حصہ موجود نہین اور اتفاق سے ابھی چند دن گذرے مصر کے ایک رسالہ سے الدرۃ الخطیرہ کے ایک اور اختصار کا پتہ چلا جسکو ابواسحاق بن اغلب نے المنتحل من الدرۃ الخطیرہ فی شعراء الجزیرۃ لابن القطاع، کے نام سے لکھا تھا، یہ رسالہ کتبخانہ تیموریہ مصر مین محفوظ ہے، اور غالباً اصفہانی اور ابن سعید کے اقتباسات سے زیادہ مکمل ہو،

عرب مورخین کے عہد کی بس یہی تین کتابین ہین، جو تاریخ صقلیہ کے موضوع پر اب تک معلوم ہوسکی ہین، انکے علاوہ عرب مورخین کی تالیفات مین سسلی کا جو تذکرہ آیا ہے، وہ ذیلی حیثیت سے آیا ہے، جو افریقہ کے حالات کے ضمن مین، یا سنہ وار حوادث کے ذیل مین موجود ہو، البتہ ان مین صرف لسان الدین محمد بن الخطیب اور ابن خلدون نے اپنی کتابون مین ایک ایک باب مستقل طور پر صقلیہ پر لکھا ہو، لسان الدین ابن الخطیب کی یہ کتاب اعمال الاعلام فیمن بویع قبل الاحتلام ہے جسمین ابتداء سے اسلامی حکومت کے خاتمہ کے حالات محض اجمالاً چند صفحون مین علٰحدہ لکھے گئے ہین، اور ابن خلدون نے اپنی تاریخ مین تقریباً پانچ صفحون مین صقلیہ کی ایک نیم خودمختار حکومت کے حالات یکجا کردئے ہین، لیکن عرب جغرافیہ نویس ہمارے لئے زیادہ لائق ذکر ہین، ان مین سے تقریباً اکثر نے سسلی پر کچھ نہ کچھ ضرور لکھا، جو ہمارے لئے زیادہ کارآمد ثابت ہوا، اور پھر ادریسی نے چونکہ اپنی کتاب سسلی ہی مین بیٹھ کر لکھی، اسلئے وہ سب سے زیادہ مغتنم نکلی، پھر طبقات وتراجم اور رجال کی کتابون مین بھی سسلی کے علماء کا ذکر آیا ہے، خصوصاً افریقہ کے علماء وشعراء پر جو کتابین لکھی گئین، ان مین صقلیہ کے اہل علم کا زیادہ تذکرہ نظر آیا، اور عرب سیاحون مین سے تیجانی ابن حوقل

اور ابن جبیر کے سفرنامون مین قیمتی معلومات ہین، ابن حوقل نے تو سسلی پر ایک مستقل رسالہ بھی لکھا تھا، جو یاقوت کے زمانہ تک موجود تھا”

عرب مورخین کے بعد اس موضوع پر جن لوگون نے قلم اوٹھایا، اون مین شاید سب سے پہلا نام مائیکل اماری کا ہو، جو سسلی ہی کا رہنے والا، انیسوین صدی کا ایک ممتاز مستشرق اور سسلی کی تاریخ کا ایک بڑا محسن ہے، اوس نے اولاً سسلی کی تاریخ پر، جغرافیہ اور تاریخ کی مطبوعہ اور ایسی قلمی کتابون سے جو یورپ کے مختلف کتبخانون مین موجود تھین، عربی متن کے اقتباسات اخذ کر کے تین جلدون مین شائع کئے، پھر اوس نے ایطالوی زبان مین ایک مستقل تاریخ لکھی، جس کا نام یورپ کے کتب فروشون کی فہرست مین تو موجود تھا، مگر ان اوراق کی ترتیب کے وقت نایاب تھی، اب ڈھائی مہینے گذرے کہ اوس کی پہلی جلد کی دوبارہ اشاعت کی اطلاع ملی، اگرچہ ابھی تک اوس کے مباحث کا تفصیلی علم نہین ہوسکا، مگر اماری پر جو مضامین نکلے ہین، اون سے معلوم ہوا کہ اوس نے خالص اسلامی دور پر لکھنے کے بجائے اسلامی اور نارمن دونون دورون کو ملا کر لکھا ہے، اور اوس کے پیش نظر صقلیہ کی اسلامی تاریخ مرتب کرنے کے بجائے اپنے وطن کا چند صد سالہ دور کا سیاسی و تمدنی مرقع کھینچنا تھا، اماری نے چند مضامین بھی لکھے ہین، جو حسب ذیل ہین، [۱]“تاریخ مسلمانان صقلیہ (۲ صفحون مین)” [۲]“عربی اقتباسات بابت ایطالیہ” اور [۳]“سرقوسہ کا ایک عرب شاعر ابن حمدیس” (۶ صفحون مین)، یہ مضامین ایطالوی پرچون مین ۱۸۸۰ء اور ۱۸۹۰ء وغیرہ مین شائع ہوئے ہین،

پھر اماری کی وفات کے نو سال بعد اوس کی یادگار مین ایک مجموعہ مضامین دو جلدون مین شائع ہوا، اسمین یورپ اور افریقہ کے مشہور مستشرقین اور اہل علم کے مقالات اون مباحث پر جو اماری کی دلچسپی کے مرکز تھے، شائع ہوئے، جنمین بعضون نے صقلیہ کے متعلق بعض اون کتابون کے اقتباسات نقل کئے ہین، بعضون نے اون کے مباحث کے خلاصے اور حوالے درج کئے ہین، اور بعض لوگون نے مستقل مضامین لکھے ہین، یہ جلدین “CENTENARIO DELLA MASCITA DI MICHELE AMARI” کے نام سے چھپی ہین، مگر اماری کے قدر دان یا یادگاری مضامین کے مقالہ نگار یورپ اور افریقہ کے مختلف گوشون کے رہنے والے تھے

یہ عجیب اتفاق ہے کہ ہر ایک نے اپنی اپنی زبان مین مضمون لکھا ہے، اس لئے دونون جلدون کے مضامین و اقتباسات مختلف زبانون، انگریزی، فرنچ، جرمن، ایطالوی، اسپینی، لاطینی اور عربی وغیرہ مین ہین لیکن اس سے زیادہ دلچسپ اتفاق ہمین پیش آیا کہ ان اوراق کی تالیف کے دوران مین ہمارے محترم ڈاکٹر ذاکر حسین خان صاحب ایم اے پی ایچ ڈی (برلن) شیخ الجامعہ (دہلی) دار المصنفین مین وارد ہوئے اور ہمین ان دونون جلدون کو اونکے سامنے پیش کر دینے کا موقع مل گیا، گو موصوف کو اعتراف تو ان مختلف زبانون مین سے ایک ہی دو زبانون کے جاننے کا تھا، مگر وہ ان مین سے اکثر زبانون سے ایسے حرف آشنا نکلے کہ وہ کسی خاص واقعہ کے متعلق عربی ماخذون کے پہلے کے جمع کردہ معلومات کو سرسری طور پر سن لیتے پھر اُن مضامین کو دیکھتے اور اپنی ذمہ داری قبول کرنے سے انکار کرتے ہوئے مضمون کے ایک ایک پیرے کا خلاصہ سناتے جاتے، اور پھر یہ مرتب کا کام رہ جاتا کہ اپنے پچھلے معلومات کی روشنی مین اپنا کوئی مطلب نکال لے، نہین کہا جا سکتا کہ ان حالات مین ڈاکٹر صاحب موصوف اپنی ذمہ داری سے بچنے کیلئے مرتب کی جانب سے شکریہ بھی قبول فرمائین گے یا نہین،

اماری کے علاوہ ایک دوسرے ایطالوی مستشرق گم بٹسٹا کروسو دا بولسی نے بھی سسلی پر توجہ کی تھی، اور دو رسالے "ببلوتھیکا ہسٹوریکا ریگنی سسلی" اور "ہسٹری سراسینکو سسلی ویریا مونومنٹا" لکھے تھے،

دور حاضر مین شمالی افریقہ کے بعض اہل علم حسن حسنی عبد الوہاب تونسی استاذ جامعہ تیونس اور محمد بن شنب استاذ مدرسۃ الجزائر نے بھی سسلی پر توجہ کی، اور اول الذکر نے ایک رسالہ "شہزادگان صقلیہ" ۱۹۰۵ء مین شائع کیا، اور ایک مقالہ "مسلمانون کا تسلط صقلیہ پر" مستشرقین کی چودہوین کانفرنس مین پیش کیا، اور آخر الذکر نے مجموعہ مضامین بیادگار صد سالہ اماری مین عربی متن کے بعض اقتباسات جمع کئے،

صقلیہ کی اسلامی تاریخ کا حق زیادہ تر انھی دونون زبانون عربی اور ایطالوی پر تھا، باقی یورپ کی دوسری زبانون انگریزی، فرانسیسی اور جرمن وغیرہ مین جہانتک ہم دریافت کر سکے کسی مستقل تالیف کا پتہ نہین چلا، یہانتک کہ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا طبع یازدہم کے مقالہ "سسلی" مین صقلیہ کے اسلامی عہد کے لئے مستقل طور سے ایک پیرا

تک نہین دیا گیا، صرف اس کے سابق اور پچھلے زمانون کے ذیل مین محض اشارہ کر دینا کافی سمجھا گیا،

اس کے بعد اردو زبان کا نام آتا ہے، اردو مین غالباً سب سے پہلے رسالہ معارف علی گڈھ مین مولوی محمد مرتضی صاحب نے ۹۹ء مین ایک سلسلہ مضامین لکھا، جو اماری کے اوسی مجموعہ سے ماخوذ تھا، مولوی صاحب مرحوم کو اس لحاظ سے اولیت حاصل ہے کہ اونھی نے سب سے پہلی مرتبہ اردو مین سسلی کی تاریخ لکھنے کا قصد کیا، اگرچہ یہ سلسلہ مکمل نہ ہو سکا اور ابتدا کے چند نمبر چھپ کر رہ گئے، جنمین زیادہ تر سسلی کی قدیم تاریخ کے حالات ہین،

اس کے بعد مولینا عبد الحلیم صاحب شرر مرحوم نے ۱۹۱۹ء مین ابن اثیر کے مختلف حوادث سنین سے اخذ کر کے "صقلیہ مین اسلام" کے نام سے ایک مختصر رسالہ لکھا، مگر مرحوم کا اس سے مقصود یہان کی تاریخ پیش کرنا نہ تھا اونھین صرف یہ بتانا تھا کہ "صقلیہ مین بھی کبھی مسلمان تھے، اور اتنی مسجدین آباد تھین"

اسکے بعد اردو مین سب سے آخری مرتبہ مسٹر اسکاٹ کی اخبار الاندلس کی دوسری جلد مین ایک مستقل باب صقلیہ کے حالات مین شائع ہوا ہے، جو قابل قدر ہے، اُس سے فائدہ اُٹھایا گیا، اور جو امور محل نظر معلوم ہوئے اُنکی تحقیق و تصحیح کی گئی،

سسلی کی اسلامی تاریخ مین ان اوراق کی ترتیب کا خیال اماری کے اوسی مجموعہ "ببلوتھیکا اربو سکولا" کو دیکھ کر پیدا ہوا، جو ۱۹۲۵ء کے اواخر مین جب کہ تاریخ التاریخ یعنی مسلمانون کے علم تاریخ کی تاریخ کی ترتیب کیلئے مواد کی فراہمی جاری تھی، نظر سے گذرا، اوس وقت خیال ہوا کہ ایک مختصر رسالہ صقلیہ کی اسلامی حکومت اور مسلمانان صقلیہ کی یاد مین لکھ دیا جائے، چنانچہ جنوری ۱۹۲۶ء سے اس کام کی ابتدا ہوئی، لیکن جیسے جیسے قدم آگے بڑھتا گیا، منزل دور ہوتی گئی اور تلاش و تحقیق مین اماری کے مجموعہ سے نگاہ اوٹھا کر گرد و پیش کی کتابون پر نظر ڈالنی پڑی، اور اس وقت معلوم ہوا کہ سسلی کی تاریخ محض ایک جزیرہ کی تاریخ نہین، بلکہ ساتوین صدی کی دو متحارب قومون عیسائیون اور مسلمانون کی صدہا سالہ مسلسل جنگ کے ایک اہم محاذ کی تاریخ ہے، اور ایک ایسی تمدن آفرین قوم کی سرگذشت ہے، جس کی تمدنی ترقیان یورپ کی جدید ترقیون کی بنیادون مین سے ایک بنیاد ہے، اسلئے مجھے ان اوراق کی ترتیب مین سسلی کی تاریخ کے ماخذون کے ایک وسیع سلسلہ کی طرف رجوع ہو جانا پڑا، اور خصوصاً

اس لئے کہ اماری کے مجموعہ مین جن قلمی کتابون سے اقتباسات نقل کیے گئے تھے، ان مین سے اب اکثر شائع ہو چکی ہین، اور اونھین دیکھنے سے پتہ چلا کہ اون کتابون مین کافی مواد نقل ہونے سے رہ گیا ہے اور نیز ایسی بکثرت کتابون مین جن کا تذکرہ اوس مجموعہ مین موجود نہ تھا نئے نئے معلومات ملتے گئے،

نیز کوشش کی گئی کہ عرب مورخین کے بیانون کے ساتھ یورپین مورخین کے بیانات بھی سامنے رہین، تاکہ ایک ہی واقعہ کے متعلق دو مختلف نقطہ ہائے نظر کو دیکھ کر صحیح رائے قائم کرنے کا موقع مل سکے، پھر چونکہ ایک طویل زمانہ تک سسلی کی حکومت جزیرہ کی کوئی آزاد و خود مختار حکومت نہین تھی، ایک طرف افریقیہ کی اسلامی سلطنت یہان کی مرکزی حکومت تھی، دوسری طرف حکومت بزنطی قسطنطنیہ ایک زمانہ تک سسلی کے دعویٰ سے دستبردار نہین ہوئی، اس لئے ان دونون سلطنتون مین سسلی کے لئے مسلسل جنگ آزمائیان رہین، پھر سسلی کے عیسائی باشندون کے تعلقات سلطنت کلیسا روما اور اٹلی کی مختلف عیسوی خود مختار حکومتون سے قائم تھے، اس لئے سسلی کے میدان مین مسلمانون کے یہ دوسرے حریف تھے، اور ان سے بھی مسلسل معرکہ آرائیان ہوتی رہین، اور پھر سسلی مین اسلامی حکومت کے خاتمہ، اور دوبارہ عیسوی حکومت کے قیام کے بعد بھی جزیرہ مین مسلمانون کے سیاسی وجود کی اہمیت قائم رہی، اس لئے ان مختلف حکومتون کے داخلی حالات بھی نگاہ مین رکھنے پڑے اور جہان ضرورت ہوئی کتاب مین ان کی جانب اشارات کئے گئے،

اب یہ کتاب آپ کے سامنے ہے، جو دو جلدون مین ترتیب پائی ہے پہلی جلد گویا رزمگاہ ہے جسمین یہان کے سیاسی حالات اور مسلسل معرکہ آرائیان دکھائی گئی ہین اور دوسری جلد بزمگاہ ہے جسمین صقلیہ کے اسلامی تمدن کے مناظر دکھائے گئے ہین، پہلی جلد ذیل کے چند ابواب مین تقسیم ہے:-

۱- صقلیہ - عربون کے "صقلیہ" کا تعارف اور اوسکی تحقیق،

۲- جغرافیہ طبعی - مساحت، زمین کے طبعی حالات، اور صقلیہ کا ارد گرد کا بیان،

۳- جغرافیہ تاریخی - باشندگان صقلیہ، صقلیہ کی آبادیان، زبان اور مذاہب کا تذکرہ،

۴- صقلیہ کی قدیم تاریخ، کا مختصر خاکہ،

۵- صقلیہ پر عربون کے ابتدائی حملے، (سنہ ۳۳ھ ۶۶۵ء - سنہ ۱۸۴ھ ۸۰۰ء)

۶- دولتِ اغالبہ:- (سنہ ۱۸۴ھ ۸۰۰ء - سنہ ۲۹۶ھ ۹۰۸ء)

۷- دولتِ فاطمیہ:- (سنہ ۲۹۶ھ ۹۰۸ء - سنہ ۳۰۰ھ ۹۱۲ء)

۸- طوائف الملوکی:- (سنہ ۳۰۰ھ ۹۱۲ء - سنہ ۳۰۳ھ ۹۱۵ء)

۹- دولتِ فاطمیہ:- (سنہ ۳۰۴ھ ۹۱۶ء - سنہ ۳۳۶ھ ۹۴۷ء)

۱۰- دولتِ کلبیۂ صقلیہ:- (سنہ ۳۳۶ھ ۹۴۷ء - سنہ ۴۳۱ھ ۱۰۳۹ء)

۱۱- طوائف الملوکی:- (سنہ ۴۳۱ھ ۱۰۳۹ء - سنہ ۴۴۴ھ ۱۰۵۲ء)

۱۲- نارمنی فتنہ اور صقلیہ مین اسلامی سلطنت کا خاتمہ (سنہ ۴۴۳ھ ۱۰۵۱ء - سنہ ۴۸۴ھ ۱۰۹۱ء)

۱۳- صقلیہ کی اسلامی سلطنت کے زوال کے اثرات دوسری اسلامی سلطنتون پر (سنہ ۴۶۴ھ ۱۰۷۱ء - سنہ ۶۲۶ھ ۱۲۲۸ء)

۱۴- مسلمانانِ صقلیہ عیسائی حکومت کے ماتحت اور صقلیہ و جزائرِ صقلیہ سے اسلام کا خاتمہ، (سنہ ۴۸۴ھ ۱۰۹۱ء - سنہ ۷۰۰ھ ۱۳۰۰ء)

دوسری جلد ذیل کے ابواب پر مشتمل ہے،

۱- صقلیہ کے عہدِ اسلامی کا تاریخی و تمدنی جغرافیہ، جسمین صقلیہ کے مسلمان باشندون، صقلیہ کی اسلامی آبادیون، عہد اسلامی مین صقلیہ کی زبان، عہدِ اسلامی مین صقلیہ کے ادیان و مذاہب و فرق، اور باشندگانِ صقلیہ کے اخلاق و عوائد کا ذکر ہے،

۲- نظامِ حکومت، جسمین ذیل کی فصلین ہین، صقلیہ پر اسلامی حملے، صقلیہ کا تعلق غیر ملکی مرکزی حکومت سے، حکومتِ صقلیہ، صوبون کی تقسیم اور اون کی حکومت، حکومتِ صقلیہ کے ماتحت شعبے، دیوان الکتاب، صیغۂ عدالت و قضا، دیوان المظالم، محکمۂ شرطہ، دار الحبس، دیوان الجیوش، صقلیہ کے عیسائی اسلامی حکومت کے ماتحت، انھی فصلون کے ضمن مین ہر صیغہ کے افسرون اور قابلِ ذکر اشخاص کے حالات اور سوانح عمریان درج ہین،

۳- معیشت، حسب ذیل فصلون مین منقسم ہے قدرتی ذخائر و اشیا، پیدائشِ دولت، تقسیم دولت اور

ثروت و دولت، وغیرہ یہ باب اسلامی عہد کے معاشی، اقتصادی حالات، اور مرفہ الحالی کے بیان کا جامع ہے جسمین یہان کی زراعت، صنعت، حرفت، تجارت اور فنِ تعمیر، اور مہندسین وغیرہ کا مفصل تذکرہ ہی،

۴۔ علوم وآداب جسمین عہد اسلامی مین علوم وآدب کی ترقی اور اوس کے اسباب اور پھر مختلف علوم قرآن، حدیث، فقہ، تصوف، تاریخ، کلام ومناظرہ، ادب، شعر وشاعری، علوم عقلیات وریاضیات وطبعیات، اور علم جغرافیہ وغیرہ کا ایک ایک فصل مین جداگانہ تذکرہ، اور مفسرین، محدثین، فقہا، صوفیہ، مورخین، متکلمین، ادبا، اور شعرا، وغیرہ کے مفصل سوانح حیات، اون کی تصنیفات، اور کلام نثر ونظم کا تذکرہ ہر عنوان مین الگ الگ ہی،

۵۔ صقلیہ کے اسلامی تمدن سے یورپ کا استفادہ۔

ان جلدون مین جو کچھ مباحث ہین، ان کے خام مواد کی صحت کی ذمہ داری ان کے ماخذون پر ہے، لیکن مواد کے مجموعی مطالعہ سے نتائج کے استنباط، مختلف واقعات مین باہمی ربط، اور اسباب وعلل کی تعیین کا تعلق اسی خطاکار قلم سے ہے، جس کی لغزشون کا زیادہ امکان ہی،

سنین کے درج کرنے مین التزام رہا ہے کہ اصل ماخذ مین جو سنین درج ہون، وہ اوپر درج ہون اور اون کے نیچے، اون کے مطابق عیسوی یا ہجری سنین درج کردئے جائین، ہو سکتا ہی کہ مہینہ کے اختلاف سے کوئی سنہ کسی جگہ ایک سال آگے پیچھے ہو گیا ہو، لیکن حتی الامکان اسکی تصحیح کا بھی لحاظ رکھا گیا ہی،

اشخاص ومقامات کے نامون مین یہ طریقہ اختیار کیا گیا کہ جو نام عربی ماخذون سے لئے گئے وہ بعینہ عربی تلفظ مین درج کردئے گئے، اور اون کا جو یورپین تلفظ دریافت ہو سکا اوسکو قوسین مین لاطینی حروف مین لکھ دیا گیا،

کتاب کی پہلی جلد مین تین نقشے منسلک ہین، پہلا نقشہ قدیم صقلیہ کا ہے، جو فریمان کی قدیم تاریخ سسلی مین شائع ہوا ہے، یہ گویا عربون کے داخلہ کے وقت کا صقلیہ ہے، دوسرا نقشہ ادریسی کی نزہۃ المشتاق سے ماخوذ ہے، جو عربون کے بعد نارمنون کے ابتدائی عہد مین تیار ہوا تھا، اوس وقت تک جزیرہ کی جغرافی حیثیت اور مقامات کی جائے وقوع کے لحاظ سے سسلی مین کوئی فرق نہین آیا تھا، اس لئے یہی عہد اسلامی کا نقشہ ہی، یہ نقشہ نزہۃ المشتاق

کے اوس ٹکڑے کے ساتھ شائع ہوا ہے، جو صقلیہ اور ایطالیہ کے متعلق ہی، اور تیسرا نقشہ دور حاضر کے مطابق تیار کیا گیا ہے، جس مین شمالی افریقہ کے سواحل، سسلی، جزائر سسلی، اور اٹلی وغیرہ دکھائے گئے ہین، اور اسی مین شمالی افریقہ اور اٹلی کے قدیم شہرون کو بھی دکھایا گیا ہے، اور دوسری جلد مین جہان شہرون کے تمدنی حالات ہون گے، سسلی کے اسلامی عہد کا ایک مصور نقشہ پیش ہوگا جس سے شہرون کی تمدنی حیثیت نمایان ہوتی ہے، اور پایہ تخت بلرم کے تذکرہ مین، بلرم کے عہد اسلامی کا ایک نقشہ علحدہ ہوگا جس مین شہر کے ہر ہر محلہ شہر پناہ اور پھاٹکون وغیرہ کی جائے وقوع اور ان کے حدود دکھائے گئے ہین، یہ دونون نقشے آماری کے یادگاری مضامین مین شائع ہوئے ہین،

کتاب کی دونون جلدون کے ماخذون کی مفصل فہرست اشخاص و مقامات کا انڈکس اور صقلیہ کے اہل علم کی تصنیفات کی فہرست بہ ترتیب حروف تہجی، دوسری جلد کے آخر مین منسلک ہوگی بفضل خدا دوسری جلد بھی اب مطبع مین جا رہی ہے،

سید ریاست علی ندوی

دار المصنفین اعظم گڈھ

۲۲ شوال المکرم سنہ ۱۳۵۱ھ

۱۸ فروری سنہ ۱۹۳۳ء

فہرست مضامین تاریخ صقلیہ جلد اول

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
تعارف	۱-۲	طول البلد وعرض البلد	۱۱	سیکل یا لاطینی،	۲۰
صقلیہ ۳ - ۱۰		صقلیہ کی قدیم وجدید پیمائش	۱۲	الیمینس،	〃
		زمین کے طبعی حالات	۱۲ - ۱۴	فنیقیون کا پہلا گروہ،	۲۲
		سرزمین صقلیہ کی ہیئت اور	۱۳	فنیقیون کا دوسرا گروہ،	〃
جزیرہ کا عالم وجود،	۳	سطح سمندر سے اوسکی بلندی،		فنیقیون کے ساتھ بربریون کی آمد،	〃
جزیرہ کا نام،	〃	وسیع میدان اور کوہستانی سلسلے	〃	یونانی،	〃
عربون کا صقلیہ،	۴	دریا،	۱۴	قرطاجنہ،	۲۴
عربون کے نزدیک صقلیہ کی اصل	〃	دشت، معادن، حیوانات، نباتات، پیداوار،	〃	رومی،	۲۵
اوراوس کے لغوی معنی،		**صقلیہ کا اردگرد**	۱۵-۱۸	رومانی عہد مین ایک جدید قوم،	۲۶
صقلیہ کا تلفظ واملا،	۵	جزائر،	۱۵	غلامون کی تشکیل،	〃
صقلیہ کا مفہوم وسعت ملک کے لحاظ سے	۶	جنوبی اٹلی،	۱۶	یونانیون کا رومی بنانا،	۲۷
جغرافیہ طبعی ۱۱ - ۱۸		**جغرافیہ تاریخی** ۱۹ - ۵۲		صقلیہ مین چند جدید اقوام کا داخلہ	۲۸
				وحدت قومیت،	〃
مساحت،	۱۱-۱۲	**باشندگان صقلیہ**	۱۹-۳۰	اسرائیلی،	۲۹
جزیرہ صقلیہ کی شکل قدیم وجدید نقشہ مین	۱۱	سیکان	۱۹	مسلمانون کے داخلہ کے وقت	〃

مضمون	صفحہ
قدیم باشندگانِ صقلیہ کی باہمی تقسیم، مسلمان،	۳۰
صقلیہ کی آبادیان	۳۱-۴۶
یکان اور الیمنیس کی یادگارین،	۳۲
سیکل کی قدیم آبادیان،	۳۳
فینیقی نوآبادیان،	"
یونانی نوآبادیان،	۳۵
رومی نوآبادیان،	۴۱
بزنطی نوآبادیان،	۴۲
عربون کے داخلہ کے وقت صقلیہ کی آبادیان،	"
قلعے،	۴۳
عہدِ اسلامی مین آبادیون کی صحیح تعداد،	۴۴
شہرون کا لبِ ساحل ہونا،	۴۵
ساحلی شہر،	"
اندرون ملک کے شہر،	"
صقلیہ کی زبان،	۴۶-۴۷
قدیم زبانین،	۴۶
ہبرو،	۴۷
لاطینی و یونانی،	"
عربی،	"
صقلیہ کے مذاہب	۴۷-۵۲
قدیم مذاہب،	۴۷
مذہب فنیقی،	۴۸
یونانی مذاہب،	۴۹
عیسائیت،	"
یہودی،	۵۲
مذہب اسلام کے داخلہ کے وقت یہان کے مذاہب،	"
صقلیہ کی قدیم تاریخ	۵۳-۶۹
یکان، سیکل اور الیمنیس عہد،	۵۳
فینیقی اپنی پہلی آمد مین،	"
یونانی عہد سے رزمیہ تاریخ کی ابتدا،	"
ریاست سیراکیوز (سرقوسہ)	۵۴
ریاست سیراکیوز کا نظامِ حکومت،	۵۴
امراء و عوام کی آویزش،	"
صقلیہ مین مختلف یونانی جابر حکومتین،	۵۵
ریاست سیراکیوز کا تفوق،	"
قرطاجنیونکا صقلیہ پر پہلا حملہ،	"
حکومتہای صقلیہ کی باہمی آویزش،	"
قرطاجنہ کی مداخلت اور پسپائی،	"
گلن کے جانشین ہائرن کا عہدِ حکومت،	۵۶
گلن اور ہائرن کے عہدِ حکومت مین ترقیان،	"
ٹراسیبوس جانشین ہائرن اور جابرانہ عہدِ حکومت کا خاتمہ،	"
جمہوری نظامِ حکومت کا قیام،	"
صقلیہ کی یونانی حکومتون مین خانہ جنگی،	۵۷
ایتھنز و سسلی کے محاربات،	"
ہرموکراٹیس اور ڈائیوکلیس،	۵۸
قرطاجنیون کی صقلیہ مین	"

مضمون	صفحہ
دوسری آمد اور فتحمندیان،	
ہنی بال کے کارنامے،	״
عہدِ قرطاجنہ مین صقلیہ کی ترقیان،	״
ڈایونی سیس،	۵۹
ڈایونی سیس دوم و وزیرِ اعظم ڈیون،	״
قرطاجنیون اور یونانیون کی آویزش اور جمہوریتِ روما کی مداخلت،	״
رومی بیڑے ساحلِ صقلیہ پر،	۶۰
یونانی و قرطاجنی حکومتون مین اتحاد،	״
قرطاجنہ و روما کی معرکہ آرائیان،	״
قرطاجنہ کی شکست اور مقبوضات صقلیہ سے دست برداری،	۶۱
صقلیہ بطور جمہوریتِ روما کے ایک صوبہ کے،	״
ریاست سیراکیوز کا خاتمہ اور پورے جزیرہ پر رومی تسلط،	۶۲
صقلیہ کا نظم و نسق،	״
صقلیہ کا غلہ،	״
زوالِ قرطاجنہ مین صقلیہ کی شرکت،	۶۲
صقلیہ مین انحطاط اور بغاوتون کا آغاز،	۶۳
غلامون کی پہلی بغاوت،	״
غلامون کی دوسری بغاوت،	״
بغاوتون کا نتیجہ،	״
روما کی خانہ جنگیون مین صقلیہ کی حیثیت اور صقلیہ کے گورنرون کے دردناک مظالم،	۶۴
جمہوریتِ روما سے علیحدگی،	״
صقلیہ رومن امپائر کا ایک جزو،	۶۵
غلامون کی تیسری بغاوت،	״
صقلیہ مین ایک نئے دور کی ابتدائی علامتین،	״
رومن امپائر کا انقسام اور صقلیہ کا تعلق مملکتِ غربیہ روما سے،	״
ازمنہ مظلمہ کی ابتدا اور مملکت غربیہ روما کا خاتمہ،	۶۶
ازمنہ مظلمہ مین صقلیہ مین مختلف حملہ آور قومین،	״
مملکت شرقیہ رومہ (حکومت بیزنطی) کی کروٹ اور صقلیہ کی طرف بیزنطی بیڑا،	۶۷
صقلیہ حکومتِ بیزنطی کا ایک جزو،	״
صقلیہ کا مذہبی حیثیت سے قسطنطنیہ کے ماتحت رہنا،	۶۸
جنوبی اٹلی کی مختلف حکومتین،	״
عرب و روم کی جنگ کا آغاز اور شہنشاہ قسطین دوم کی صقلیہ مین آمد اور صقلیہ کی بغاوت،	״
صقلیہ پر عربون کے حملے،	۶۹
صقلیہ کی قدیم تاریخ مین فرمایان کے اختتامی حملے،	״
صقلیہ پر عربون کے ابتدائی حملے، ۳۳ھ ۶۵۲ء - ۱۸۴ھ ۸۰۰ء	۷۰ - ۱۱۱
ساتوین صدی عیسوی مین	۷۰

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
دنیا کی دو متحارب جماعتین روم و		تیسرا اور چوتھا حملہ بہ عہد موسی بن نصیر،	۹۸	افریقیہ مین دور اختلال اور اس کا	۱۰۵
عرب یا عیسائی اور مسلمان،		پانچوان حملہ بہ عہد یزید بن ابی مسلم،	؍؍	اثر صقلیہ کی بھون پر سنہ ۲۳۲ھ سنہ ۸۴۷ء،	
روم و عرب کی آویزش،	۷۱	چھٹا حملہ بہ عہد بشر بن صفوان،	۹۹	سیراکیوز کا ادائے جزیہ سے انکار کرنا اور	۱۰۶
صقلیہ پر اسلامی حملے کے اسباب،	۷۲	ساتوان حملہ بہ عہد عبیدہ بن	؍؍	صقلیہ پر چودھوان حملہ،	
سب سے پہلا حملہ،	۷۵	عبد الرحمن،		حکومت صقلیہ کا جزیہ قبول کرنا،	؍؍
رومیون کا جوابی حملہ،	۸۵	آٹھوان حملہ،	؍؍	جزیرۂ سردانیہ کا جزیہ قبول کرنا،	۱۰۷
عرب و روم کی عارضی صلح اور	؍؍	نوان حملہ،	۱۰۰	افریقیہ مین بغاوتین اور حکومت	؍؍
صقلیہ پر اسلامی حملہ کا التوا،		دسوان حملہ،	۱۰۱	کے مختلف انقلابات،	
اثنائے صلح مین رومیون کی جنگی تیاریان	۸۶	گیارہوان حملہ بہ عہد عقبہ بن قدامہ،	؍؍	افریقیہ کی بغاوتون کے زمانہ	۱۰۹
اور صقلیہ کا فوجی استحکام،		بارہوان حملہ بہ عہد عبید اللہ بن الحجاب	؍؍	مین صقلیہ کی جنگی تیاریان،	
دوسرا حملہ،	۸۸	تیرہوان حملہ اور فتح سیراکیوز،	۱۰۲	**دولت اغالبۂ افریقیہ**	
اس حملہ کا اثر صقلیہ کی سیاسیات پر،	۹۰	سیراکیوز کا باجگذار بننا۔	؍؍	سنہ ۱۸۴ھ / ۸۰۰ء تا سنہ ۲۹۶ھ / ۹۰۸ء	
قرطاجنہ پر حملہ،	۹۲	سیراکیوز کے قبول جزیہ کے باوجود	۱۰۳	**۱۱۲ – ۲۹۱**	
بربریون کا اسلامی لشکر مین داخلہ	۹۴	صقلیہ کے دوسرے شہرون کا سرکش رہنا،		**ابراہیم بن اغلب**	۱۱۲ تا
زوال قرطاجنہ،	۹۵	صقلیہ کے دوسرے شہرون کو مطیع	۱۰۴	سنہ ۱۸۴ھ / ۸۰۰ء - سنہ ۱۹۶ھ / ۸۱۱ء	۱۱۵
قرطاجنہ کی ویرانی سے صقلیہ کی	؍؍	کرنے کے منصوبے،		افریقیہ مین حکومت اغلبیہ کا	۱۱۲
آبادی،		افریقیہ مین بغاوت کا پھیلنا	؍؍	قیام؛	.
دار الصناعہ کی تکمیل،	۹۷	اور صقلیہ سے اسلامی لشکر کی واپسی،		اغالبہ کا عروج؛	۱۱۳

مضمون ۔۔۔ صفحہ

عبد اللہ بن ابراہیم والی افریقیہ ۔۔۔ ۱۱۵ تا ۱۱۷
سنہ ۱۹۶ھ ۸۱۱ء - سنہ ۲۰۱ھ ۸۱۶ء

زیادۃ اللہ بن ابراہیم والی افریقیہ ۔۔۔ ۱۱۷ تا ۱۷۹
سنہ ۲۰۱ھ ۸۱۶ء - سنہ ۲۲۳ھ ۸۳۷ء

افریقیہ مین بغاوت، ۔۔۔ ۱۱۷
صقلیہ کی طرف سے معاہدہ شکنی ۔۔۔ ۱۱۸
اور سواحل افریقیہ پر حملہ،
صقلیہ مین حکومت بزنطی سی بغاوت ۔۔۔ ۱۲۰
اور باغیونکی خود مختار حکومت،
فیمی کے خلاف بغاوت، ۔۔۔ "
فیمی کا حکومت افریقیہ سے استمداد، ۔۔۔ ۱۲۱
زیادۃ اللہ کی توجہ صقلیہ کی طرف، ۔۔۔ ۱۲۲
حملۂ صقلیہ کے لیے مجلس مشاورت، ۔۔۔ ۱۲۳
مجلس مشاورت کے مباحث، ۔۔۔ "
معاہدۂ صلح کی تنسیخ کا ثبوت حکومت ۔۔۔ ۱۲۴
صقلیہ کے طرز عمل سی،
مجلس مشاورت مین صقلیہ کے ۔۔۔ ۱۲۶
باجگذار یا دار السلام بنانیکا مسئلہ
اور ارکان مجلس کا باہمی اختلاف،
صقلیہ کو دار الاسلام بنانیکا فیصلہ، ۔۔۔ ۱۲۷
رومی قاصدون کی واپسی ۔۔۔ "
صقلیہ پر حملہ آوری، ۔۔۔ "
سالار فوج کا انتخاب، ۔۔۔ "

دولت اغالبۂ صقلیہ
سنہ ۲۱۲ھ ۸۲۷ء - سنہ ۲۹۶ھ ۹۰۸ء
۱۲۸ - ۲۹۱

صقلیہ کی اسلامی حکومت کا بانی اسد بن فرات ۔۔۔ ۱۲۸ تا ۱۴۶
سنہ ۲۱۲ھ ۸۲۷ء سنہ ۲۱۳ھ ۸۲۸ء

معززین اہل علم کی فوج مین شمولیت ۔۔۔ ۱۲۹
لشکر کی روانگی اور معززین شہر و ۔۔۔ ۱۳۰
اعیان حکومت کی مشایعت،
لشکر کی روانگی، ۔۔۔ "
ساحل صقلیہ پر فوج کی آمد اور مازر ۔۔۔ ۱۳۱
پر بلا مزاحمت قبضہ،
پیشقدمی، ۔۔۔ ۱۳۲
حکومت صقلیہ کی مدافعانہ تیاریان، ۔۔۔ ۱۳۲
فیمی کی اسلامی لشکر سے علیحدگی ۔۔۔ ۱۳۳
صقلیہ کا پہلا میدان، ۔۔۔ ۱۳۵
رومیون کی فوجی طاقت مین ابتری ۔۔۔ ۱۳۶
اسلامی لشکر کی پیشقدمی، ۔۔۔ "
جزیرہ کی ادائی پر صلح، ۔۔۔ ۱۳۷
فیمی کی سازش اہل سرقوسہ سے ۔۔۔ "
شکست صلح، ۔۔۔ "
سرقوسہ کا محاصرہ، ۔۔۔ ۱۳۸
حالت محاصرہ مین اسد کی وفات، ۔۔۔ ۱۴۱
اسد کا زمانہ ولایت، ۔۔۔ ۱۴۲
اسد کی جانشینی، ۔۔۔ ۱۴۶

محمد بن ابی الجواری جانشین اسد ۔۔۔ ۱۴۶ تا ۱۵۲
سنہ ۲۱۳ھ ۸۲۸ء - سنہ ۲۱۴ھ ۸۲۹ء

اسلامی لشکر مین ابتری، ۔۔۔ ۱۴۶
اسلامی لشکر مین وبا، ۔۔۔ ۱۴۷
حکومت بزنطی کی امدادی فوج، ۔۔۔ "
مجاہدین کی واپسی افریقیہ کی روانگی کا قصد، ۔۔۔ "

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
مجاہدین کا اپنے جہازون کو	۱۴۷	اندلسی بیڑا صقلیہ مین،	۱۵۶	صقلیہ مین اسلامی نظام حکومت	۱۶۳
جلادینا اور مرنے مارنے پر تیار ہوجانا،		افریقیہ کی کمک،	،،	کی تشکیل،	
ینادَو جرجنت پر قبضہ،	۱۴۸	اندلسی امیر البحر بطور اسلامی	۱۵۷	دار الحکومت کی تمدنی ترقی،	،،
قصریانہ کا محاصرہ،	۱۴۹	سپہ سالار صقلیہ،	،	فوجی پیشقدمیون کا آغاز اور میدان	۱۶۵
فیمی کا قتل اور اوسکی تفصیلات،	،،	محصورین ینادَو کی امداد کیلئے فوج	،،	قصریانہ کی معرکہ آرائیان،	
میدانِ قصریانہ مین ایک خونریز	۱۵۰	کی روانگی اور ملک مین غارتگری		اس عہد مین رومی صقلیہ کی حالت	۱۶۶
معرکہ آرائی،		فتحِ غلوبیہ	،،	اور مسلمانون کے نقشۂ جنگ مین تبدیلی	
رومیون کی شکستِ فاش،	۱۵۱	اسلامی لشکر مین وبا،	۱۵۸	نواحِ طبرمین پر فوجکشی،	۱۶۷
قصریانہ کا محاصرہ اور مضافات	،،	ایک جماعت کی واپسی،	،،	اسلامی سپہ سالار کا قتل،	،،
شہر مین اسلامی حکومت کا قیام،		محاصرۂ بلرم،	،،	افریقیہ سے سپہ سالار کی آمد،	۱۶۸
امیر لشکر ابن ابی الجواری کی وفات	،،	فتحِ بلرم،	۱۵۹	نواح سرقوسہ پر متعدد	،،
زہیر بن غوث جانشین	۱۵۲	برم کی بے رونقی،	،،	فوج کشیان،	
ابن ابی الجواری	تا	تشکیل حکومت کا خیال،	۱۶۰	باشندگان سرقوسہ کا	،،
۲۱۴ھ - ۲۱۷ھ ۸۲۹ء ۸۳۲ء	۱۶۱	افریقیون اور اندلسیون مین	۱۶۱	جوابی حملہ،	
مسلمانون کا دور ابتلاء،	۱۵۲	نزاعِ باہمی،		مسلمانون کی ایک کامیاب جنگی	۱۶۹
مجاہدین کا محصور ہونا،	،،	**محمد بن عبداللہ بن الاغلب**	۱۶۲	حکمتِ عملی،	
پسپائی،	۱۵۳	**والی صقلیہ اول**	تا	امیر محمد بن عبداللہ کی معزولی،	۱۷۰
تائیدِ غیبی،	۱۵۶	۲۱۷ھ ۲۲۱ھ ۸۳۲ء ۸۳۵ء	۱۷۰	اور اوسکی جانشینی،	

مضمون	صفحہ
ابوالاغلب ابراہیم بن عبداللہ	۱۷۱
بن الاغلب والی صقلیہ (۲)	تا
سنہ ۲۲۱ھ ۸۳۵ء - سنہ ۲۳۶ھ ۸۵۰ء	۱۹۹
افریقیہ سے ابوالاغلب کی روانگی	۱۷۱
اور ایک رومی بیڑے کا اچانک حملہ،	
ابوالاغلب کی خودمختاری،	۱۷۲
بحری حملہ کا آغاز اور اوسکے وجوہ،	۱۷۳
سب سے پہلی بحری جنگ،	۱۷۴
جزائر پر حملے،	۱۷۵
جزائر پر قبضہ،	〃
بحر روم پر اقتدار،	〃
جزیرہ مین پیشقدمیان،	۱۷۶
محاصرۂ قصریانہ،	۱۷۷
حوالی شہر پر قبضہ اور مصالحت،	〃
جفلوذی کا محاصرہ اور بیزنطی	۱۷۸
بیڑے سے مقابلہ،	
والی افریقیہ زیادۃ اللہ کا انتقال،	〃
والی افریقیہ کے انتقال سے صقلیہ مین سراسیگی،	

مضمون	صفحہ
زیادۃ اللہ کا زمانہ اور جانشینی،	۱۷۹
ابوعقال اغلب بن ابراہیم	۱۷۹
بن اغلب والی افریقیہ	تا
سنہ ۲۲۳ھ ۸۳۷ء سنہ ۲۲۶ھ ۸۴۰ء	۱۸۴
صقلیہ مین عام بغاوت،	۱۷۹
افریقیہ سے کمک اور صقلیہ مین امن و امان،	〃
جنوبی اٹلی،	۱۸۰
حکومت نیپلز اور اسلامی حکومت صقلیہ	۱۸۱
مین رشتہ اتحاد،	
حکومت نیپلس کی مدد،	〃
جنوبی اٹلی کے مقبوضات	〃
اندرون جزیرہ مین فتوحات،	۱۸۳
والی افریقیہ کی وفات	۱۸۴
جانشین	〃
ابوالعباس محمد بن اغلب والی افریقیہ	۱۸۵
	تا
سنہ ۲۲۶ھ ۸۴۰ء - سنہ ۲۴۲ھ ۸۵۶ء	۲۰۳
ابوالاغلب ابراہیم کی ولایت صقلیہ پر برقراری	۱۸۵
فتح مسینا،	〃
جزیرہ کے جنوبی حصہ مین فتوحات۔	۱۸۷

مضمون	صفحہ
جنوبی اٹلی کی مہمین،	۱۸۸
جنوبی اٹلی کی فتوحات،	۱۸۹
طارنت مین اسلامی نوآبادی،	〃
اٹلی مین ایک اسلامی حکومت کی تشکیل،	〃
اٹلی کی اسلامی حکومت کی ایک قدیم	۱۹۲
مسیحی تصدیق،	
مسینا کے مضافات مین پیشقدمی	۱۹۳
اور فتح مینتی،	
صقلیہ مین ایک رومی بیڑے کی	۱۹۵
آمد اور بربادی،	
فتح رغوس۔	〃
رومی پایہ تخت قصریانہ مین،	۱۹۶
قصریانہ پر تاخت	〃
والی صقلیہ کی وفات،	〃
ابوالاغلب کا عہد حکومت	۱۹۷
جانشین۔	۱۹۹
عباس بن فضل والی صقلیہ (۳)	۲۰۰
	تا
سنہ ۲۳۷ھ ۸۵۱ء - سنہ ۲۴۷ھ ۸۶۱ء	۲۱۳

مضمون	صفحہ
فرمان ولایت ،	۲۰۱
فوجکشی اور فتوحات قلعہ ابی ثور وغیرہ ،	〃
والی افریقیہ ابو العباس کی وفات ،	۲۰۳
ابو ابراہیم احمد بن محمد والی افریقیہ ۲۴۲ھ ۸۵۶ء - ۲۴۹ھ ۸۶۳ء	۲۰۳ تا ۲۱۶
عباس بن فضل کی عہدۂ ولایت پر برقراری	۲۰۳
فوجکشی اور قصر جدید وحصن شفلودی وغیرہ کی فتوحات ،	〃
فتح قصریانہ ،	۲۰۵
مقتولین واسیران جنگ ،	۲۰۷
مال غنیمت ،	۲۰۸
تعمیر جامع مسجد ،	۲۰۹
حکومت بیزنطی کا انتقامی حملہ اور ناکامی	۲۱۰
حکومت اسلامی کی مدافعانہ تیاریاں	۲۱۱
فوجکشی	〃
ایک اور بیزنطی بیڑا	〃
قصریانہ کا دوبارہ استحکام	۲۱۲
عباس کا آخری سفر ،	〃

مضمون	صفحہ
عباس کا دور حکومت ،	۲۱۲
عباس کی لاش سے رومیوں کا بزدلانہ انتقام ،	۲۱۳
جانشین ،	〃
احمد بن یعقوب والی صقلیہ (۴) ۲۴۷ھ ۸۶۱ء	۲۱۳ تا ۲۱۵
عبداللہ بن عباس قائم مقام والی	۲۱۴
فوجکشی اور فتوحات	〃
عبداللہ بن عباس کی قائم مقامی	〃
خاتمہ اور اوس کے اسباب ،	
خفاجہ بن سفیان والی صقلیہ (۵) ۲۴۷ھ ۸۶۲ء - ۲۵۵ھ ۸۶۸ء	۲۱۵ تا ۲۲۶
والی افریقیہ کی وفات ،	۲۱۶
ابو محمد زیادۃ اللہ ثانی بن محمد بن اغلب والی افریقیہ ۲۴۹ھ ۸۶۳ء - ۲۵۰ھ ۸۶۴ء	۲۱۷ تا ۲۱۸
ولایت صقلیہ پر خفاجہ کی برقراری کا فرمان اور خلعت ،	۲۱۷

مضمون	صفحہ
رومی مقبوضات صقلیہ کی عام حالت اور اسلامی حکومت کی طرف میلان ،	۲۱۷
فوجکشی اور فتوحات ،	۲۱۸
والی افریقیہ کی وفات اور اس کا جانشین ،	〃
ابو عبداللہ محمد بن احمد بن محمد بن اغلب والی افریقیہ ، ۲۵۰ھ ۸۶۴ء ۲۶۱ھ ۸۷۴ء	۲۱۸ تا ۲۳۲
سریۂ الف فارس ،	۲۱۹
فتح طبرمین ،	〃
باسل مقدونی کی سیاسیات صقلیہ سے دلچسپی ،	۲۲۰
باسل مقدونی اور اسلامی حکومتیں ،	〃
بغاوتیں اور اونکا استیصال ،	۲۲۱
خفاجہ کی علالت ،	۲۲۲
فوجکشی ،	〃
بیزنطی بیڑے کی آمد اور بربادی ،	〃
اٹلی میں معرکہ آرائیاں	۲۲۳
مفرج بن سالم کا قتل اور اٹلی کے اسلامی مقبوضات کا صقلیہ کے ماتحت ہونا ،	〃

مضمون	صفحہ
فوجکشی،	۲۲۳
خفاجہ کا قتل،	۲۲۵
خفاجہ کا عہدِ حکومت،	〃
جانشین،	〃
محمد بن خفاجہ والی صقلیہ (۶) ۲۵۵ھ / ۸۶۸ء - ۲۵۷ھ / ۸۷۰ء	۲۲۶ تا ۲۲۸
فوجکشی،	۲۲۶
مالٹا پر کامل اسلامی اقتدار،	〃
محمد بن خفاجہ کا قتل،	۲۲۸
جانشین،	〃
رباح بن یعقوب والی صقلیہ (۷) ۲۵۷ھ / ۸۷۰ء - ۲۵۸ھ / ۸۷۱ء	۲۲۸ تا ۲۳۰
ولایت جنوبی ایطالیہ،	۲۲۹
جنوبی اٹلی پر فوجکشی،	〃
رباح اور عبد اللہ بن یعقوب کی وفات اور ان کی جانشینی،	〃
ولایت جنوبی اٹلی،	۲۳۰
شہر باری اور سلرنو کا سقوط،	〃
حسین بن رباح والی صقلیہ (۸) ۲۵۸ھ / ۸۷۱ء - ۲۵۹ھ / ۸۷۲ء	۲۳۰ تا ۲۳۱
سرقوسہ پر ایک فوجکشی اور ہنگامی صلح،	۲۳۱
حسین بن رباح کا عزل،	〃
عبد اللہ بن محمد والی صقلیہ (۹) ۲۵۹ھ / ۸۷۲ء	۲۳۱ تا ۲۳۲
ابو مالک احمد بن عمر بن عبد اللہ والی صقلیہ (۱۰) ۲۵۹ھ / ۸۷۲ء - ۲۶۴ھ / ۸۷۷ء	۲۳۲
والی افریقیہ کی وفات	۲۳۲
جانشین،	〃
ابراہیم (ثانی) بن احمد بن محمد بن اغلب والی افریقیہ، ۲۶۱ھ / ۸۷۴ء - ۲۸۹ھ / ۹۰۱ء	۲۳۲ تا ۲۶۹
فوجکشی	۲۳۳
عزل وجانشینی،	〃
جعفر بن محمد والی صقلیہ (۱۱) ۲۶۴ھ / ۸۷۷ء	۲۳۴ تا ۲۳۷
جعفر کا تقرر اور صقلیہ مین مجرمین کی جلا وطنی،	۲۳۴
محاصرۂ سرقوسہ،	۲۳۵
ربض شہر پر قبضہ،	۲۳۶
حکومت بزنطی قسطنطنیہ کا امدادی بیڑا اور اوسکی بربادی،	〃
بحری کامیابی کا خوش آیند نتیجہ،	۲۳۷
جعفر کی دار الحکومت بلرم کو مراجعت،	〃
جعفر پر قاتلانہ حملہ اور انقلابِ حکومت	〃
اغلب بن محمد متغلب صقلیہ ۲۶۲ھ / ۸۷۷ء - ۲۶۵ھ / ۸۷۸ء	۲۳۸ تا ۲۴۸
قصر جعفر کی بربادی،	۲۳۸
محاصرۂ سرقوسہ کا بدستور قائم رہنا	〃
حصار بندرگاہ کی بربادی،	۲۳۹
محصورین کے آلام و مصائب	۲۴۰
برج کا انہدام،	۲۴۱
محصورین کا جوش جنون،	〃
فتح سرقوسہ:	۲۴۲
مقتولین کی تعداد،	۲۴۳

مضمون	صفحہ
مال غنیمت،	۲۴۳
انہدام سرقوسہ،	〃
بیزنطی بیڑے کی آخری کوشش،	۲۴۴
اسلامی لشکر کی مراجعت،	〃
فتح سرقوسہ اور حکومت بیزنطی قسطنطنیہ	〃
اسلامی پیشقدمی کا عارضی التوا،	۲۴۵
سرقوسہ کی نئی آبادی،	۲۴۶
باغیانہ حکومت کا خاتمہ،	〃
صقلیہ کے نظام حکومت میں ابتری،	〃
۲۶۵ھ/۸۷۸ء سے ۲۸۹ھ/۹۰۱ء تک دور اختلال اور اوس کے اسباب و نتائج،	
ابوالاغلب بن ابراہیم والی صقلیہ (۱۲) ۲۶۵ھ/۸۷۸ء	۲۴۶ تا ۲۴۹
حسین بن رباح والی صقلیہ (۱۳) ۲۶۵ھ/۸۷۸ء - ۲۶۷ھ/۸۸۰ء	۲۴۹ تا ۲۵۰
فوجکشیان اور بری و بحری معرکہ آرائیان،	۲۴۹
عزل و جانشینی	۲۵۰

مضمون	صفحہ
حسن بن عباس والی صقلیہ (۱۴) ۲۶۷ھ/۸۸۰ء - ۲۶۸ھ/۸۸۱ء	۲۵۰ تا ۲۵۱
رومی مقبوضات پر اسلامی حملے	۲۵۰
اور اسلامی مقبوضات پر رومی حملے،	〃
ابوالحسین محمد بن فضل والی صقلیہ (۱۵) ۲۶۸ھ/۸۸۱ء	۲۵۱ تا ۲۵۲
فوجکشی،	۲۵۱
جدید رومی پایہ تخت پر قبضہ،	۲۵۲
عزل و جانشینی،	〃
علی بن محمد والی صقلیہ (۱۶) ۲۷۰ھ/۸۸۳ء	۲۵۳
حسین بن احمد والی صقلیہ (۱۷) ۲۷۰ھ/۸۸۳ء - ۲۷۱ھ/۸۸۴ء	۲۵۳
فوجکشی	۲۵۳
والی صقلیہ کی وفات،	〃
سوادہ بن محمد والی صقلیہ (۱۸) ۲۷۱ھ/۸۸۴ء - ۲۷۳ھ/۸۸۶ء	۲۵۴ تا ۲۵۵
فوجکشی اور رومیون سے صلح،	۲۵۴

مضمون	صفحہ
جنوبی اٹلی کے دو اسلامی شہروں پر بیزنطی قبضہ،	۲۵۴
والی صقلیہ کی گرفتاری	۲۵۵
ابو مالک احمد بن عمر المعروف بہ حبشی والی صقلیہ (۱۹) ۲۷۴ھ/۸۸۷ء - ۲۷۸ھ/۸۹۱ء	۲۵۵ تا ۲۵۶
فوجکشی اور فتوحات،	۲۵۶
حاجب صقلیہ کا قتل اور ولایت صقلیہ میں عزل و نصب،	〃
ابوالحسین محمد بن فضل والی صقلیہ (۲۰) ۲۷۹ھ/۸۹۲ء - ۲۸۴ھ/۸۹۷ء	۲۵۷
باشندگان صقلیہ کی سرکشی اور والی کا عزل و نصب،	۲۵۷
حسین بن احمد والی صقلیہ (۲۱) ۲۸۴ھ/۸۹۷ء - ۲۸۵ھ/۸۹۸ء	۲۵۸ تا ۲۵۹
بغاوت اور قبائلی جنگ کا آغاز،	۲۵۸
قیام امن،	〃
عزل و جانشینی،	۲۵۹

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
ابو مالک احمد بن عمر والی صقلیہ(۲۲)	۲۵۹	جنوبی اٹلی پر تاخت،	۲۶۴	ابراہیم کا ورود صقلیہ	۲۷۱
	تا				
۲۸۵ھ ۸۹۸ء - ۲۸۷ھ ۹۰۰ء	۲۶۰	فتح ریو،	۲۶۵	فوجکشی اور پورے جزیرہ پر قبضہ،	//
بغاوت اور حکومت کی شکست،	۲۵۹	پوپ کا جزیہ کی ادائی قبول کرنا،	۲۶۶	فتح برطنیق،	۲۷۲
ابو العباس بن ابراہیم والی صقلیہ(۲۳)	۲۶۰	ایک بزنطی بیڑے کی بربادی،	//	فتح طبرمین،	//
	تا				
۲۸۷ھ ۹۰۰ء - ۲۸۹ھ ۹۰۱ء	۲۷۰	ابو العباس کی مراجعت افریقیہ،	//	سقوط طبرمین کا اثر قیصر روم پر،	۲۷۴
صقلیہ کی روانگی کی تیاریان،	۲۶۰	قائم مقامی،	۲۶۷	باقی ماندہ شہرون اور قلعون کی تسخیر	//
ورود طرابنش،	//	ابو العباس کا عہد حکومت،	//	پورے جزیرہ پر کامل تسلط،	۲۷۵
باغیون کا وفد ابو العباس کی خدمت مین،	۲۶۱	ابراہیم کا حکومت سے کنارہ کشی،	//	جنوبی اٹلی پر فوجکشی،	۲۷۶
باغیون کی سرکشی،	۲۶۲	اور ابو العباس کی سریر آرائی،		ابراہیم کا مرض موت،	//
ابو العباس کے خلاف فوجکشی،	//	ابراہیم کا عہد حکومت اور کنارہ کشی	//	محاصرۂ کسنتہ،	//
معرکہ آرائی اور باغیونکی پسپائی،	۲۶۳	کے اسباب اور اس کے اثرات صقلیہ پر،		ابراہیم کی وفات اور جانشینی،	۲۷۷
بلرم کا محاصرہ	//	دعوت اسماعیلی کی ابتدا،	۲۶۸	ابو مضر زیادۃ اللہ بن ابی العباس	۲۷۷
باغیونکی ناکامی اور سرغناؤن کا	//	ابو العباس عبد اللہ بن ابراہیم فرمانروائے افریقیہ	۲۶۹	والی صقلیہ(۲۵)،	تا
			تا		
فرار ہونا،		۲۸۹ھ ۹۰۱ء	۲۷۹	۲۸۹ھ ۹۰۱ء ۲۹۰ھ ۹۰۲ء	۲۷۹
بلرم مین داخلہ،	//	ولایت صقلیہ	۲۷۰	کسنتہ کا قبول جزیہ،	۲۷۷
باغیون کے سرغناؤن کی گرفتاری،	۲۶۴	سابق فرمانروائے افریقیہ ابراہیم	۲۷۱	جنوبی اٹلی سے واپسی،	//
مفرورین کا تعاقب،	//	بن احمد ولایت صقلیہ پر(۲۴)	تا	تجہیز وتکفین،	۲۷۸
جزیرہ مین کامل امن وامان،	//	۲۸۹ھ ۹۰۱ء	۲۷۷	ابو مضر کی نااہلی،	//

مضمون	صفحہ
ابومضر کی معزولی،	۲۷۹
جانشین،	〃
محمد بن سرقوسی والی صقلیہ [26] سنہ ۲۹۰ / ۹۰۲	۲۷۹
ابوالعباس والی افریقیہ کا قتل،	۲۷۹
ابومضر زیادۃ اللہ فرمانروائے افریقیہ سنہ ۲۹۰ / ۹۰۲ - سنہ ۲۹۶ / ۹۰۸	۲۷۹ تا ۲۸۳
والی صقلیہ کی معزولی،	۲۷۹
علی بن محمد بن ابی الفوارس والی صقلیہ [27] سنہ ۲۹۰ / ۹۰۲	۲۸۰
احمد بن ابی الحسین بن رباح والی صقلیہ (28) سنہ ۲۹۰ / ۹۰۲ - سنہ ۲۹۶ / ۹۰۸	۲۸۰ تا ۲۸۳
آخری اغلبی تاجدار کا آخری والی صقلیہ	۲۸۰
دولتِ اغالبہ کا زوال،	〃
دعوتِ اسماعیلی کا عروج،	۲۸۱
ابومضر کا فرار اور دولتِ اغالبہ کا خاتمہ	〃
صقلیہ سے دولتِ اغالبہ کا خاتمہ،	۲۸۳

مضمون	صفحہ
دولتِ اغالبیہ پر ایک نظر	۲۸۳ تا ۲۹۱
دولتِ اغالبہ صقلیہ کے مختلف ادوار	۲۸۵
صقلیہ کی مکمل تسخیر میں تاخیر کا باعث،	
اہم شہروں کی تسخیر،	۲۸۸
فوجکشیوں اور پیشقدمیوں کی کثرت،	۲۸۹
دولتِ اغالبہ کے زوال کا سبب،	۲۹۰
دولتِ فاطمیہ سنہ ۲۹۶ / ۹۰۸ - ۳۲۶ / ۹۴۷	۲۹۲ - ۳۰۴
عبید اللہ المہدی اسماعیلی فرمانروائے افریقیہ سنہ ۲۹۶ / ۹۰۸ - سنہ ۳۲۲ / ۹۳۳	۲۹۶ تا ۳۰۴
انقلابِ حکومت کا اثر صقلیہ پر،	۲۹۸
علی بن محمد بن ابی الفوارس فاطمی والی صقلیہ (1) سنہ ۲۹۶ / ۹۰۸ - سنہ ۲۹۷ / ۹۰۹	۲۹۹ تا ۳۰۰
حسن بن احمد بن ابی الخنزیر فاطمی والی صقلیہ (2) سنہ ۲۹۷ / ۹۰۹ - سنہ ۲۹۹ / ۹۱۱	۳۰۰ تا ۳۰۳

مضمون	صفحہ
جدید نظم ونسق اور حکومت کا مذہب شیعی قرار پانا،	۳۰۰
مشرقی صقلیہ کے رومیوں کی سرکشی اور صقلیہ میں اسلام وعیسائیت کی جنگ کا دوبارہ آغاز،	۳۰۱
دمنش کی سرکشی اور استیصال،	〃
صقلیہ میں ایک جدید انقلاب کے آثار،	۳۰۲
علی بن عمر البلوی فاطمی والی صقلیہ (3) سنہ ۲۹۹ / ۹۱۱	۳۰۴
انقلابِ حکومت	۳۰۴
طوائف الملوکی سنہ ۳۰۰ / ۹۱۲ - سنہ ۳۰۳ / ۹۱۵	۳۰۵ - ۳۱۲
تشکیلِ حکومت کی کوششیں،	۳۰۵
احمد بن زیادۃ اللہ بن قرہب عباسی والی صقلیہ سنہ ۳۰۰ / ۹۱۲ - سنہ ۳۰۳ / ۳۱۲	۳۰۶ تا ۱۵-
حکومت کا جدید نظم ونسق اور خلافتِ عباسیہ سے تجدید تعلقات،	۳۰۶

مضمون	صفحہ
جنوبی اٹلی پر فوجکشی،	۳۰۶
طبرمین پر فوجکشی،	״
خلافت عباسیہ سے ابن قرہب کو سند ولایت،	۳۰۷
دولت فاطمی سے انقطاع،	۳۰۸
افریقیہ اور صقلیہ کی جنگ،	״
صقلی بیڑے کی افریقیہ کو دفعتاً روانگی	״
دولت فاطمیہ کی شکست،	۳۰۹
جنوبی اٹلی پر تاخت،	״
صقلیہ کی افریقیہ پر چڑھائی اور ناکامی،	۳۱۰
صقلیہ میں ابن قرہب کے خلاف بغاوت	״
ابن قرہب سے دست برداری کا مطالبہ	۳۱۱
ابن قرہب کا فرار اور گرفتاری،	״
ابن قرہب کی افریقیہ کو روانگی اور عبیداللہ سے دو بدو گفتگو،	۲۱۲
ابن قرہب کا قتل،	״
مدت حکومت	״

مضمون	صفحہ
دولت فاطمیہ صقلیہ ۳۰۴ھ/۹۱۶ - ۳۳۶ھ/۹۴۷ ۳۱۳ - ۳۳۹	
عبیداللہ المہدی اسمٰعیلی فرمانروائے افریقیہ ۳۰۴ھ/۹۱۶ - ۳۲۲ھ/۹۳۳	۳۱۳ تا ۳۲۲
ولایت صقلیہ کا عارضی انتظام	۳۱۳
باشندگان صقلیہ کی ایک درخواست	״
درخواست کی نامنظوری اور جدید	״
والی اور ایک نئے لشکر کی روانگی،	״
ابوسعید موسیٰ بن احمد فاطمی والی صقلیہ (۴) ۳۰۴ھ/۹۱۶	۲۱۴ تا ۲۱۷
ابوسعید کی آمد اور باشندگان صقلیہ کا طرز عمل:	۳۱۴
ابوالغفار کی گرفتاری۔	״
بغاوت۔	۳۱۵
طلب امان۔	۳۱۶
سزائیں،	״
شاہی معافی نامہ،	״

مضمون	صفحہ
ابوسعید کی عہدہ ولایت سے سبکدوشی اور سالم بن ابی راشد کا تقرر،	۳۱۷
سالم بن ابی راشد فاطمی والی صقلیہ (۵) ۳۰۵ھ/۹۱۷ - ۳۲۵ھ/۹۳۶	۳۱۷ تا ۲۲۲
اٹلی پر تاخت،	۳۱۷
فتح بریسیانہ وغیرہ	۳۱۸
فتح واری	״
مال غنیمت،	۳۱۹
جنوبی اٹلی پر صاحب صقلیہ کے بحری حملے اور فتح طارنت و ترمولہ وغیرہ	״
حکومت کلبریہ کا قبول جزیہ،	۳۲۱
حملہ جنودا	۳۲۲
عبیداللہ کی وفات۔	״
ابوالقاسم بن عبیداللہ القائم بامر اللہ فاطمی فرمانروائے افریقیہ ۳۲۲ھ/۹۳۳ء - ۳۳۴ھ/۹۴۵ء	۳۲۲ تا ۳۲۸
حملہ سردانیہ و کورسیکا،	۳۲۳
فتح جنودا۔	״

مضمون صفحہ	صفحہ
صقلیہ مین بغاوت اور اس کے اسباب،	۳۲۳
بعض جدید محصولات کی وصولی،	۳۲۴
آفاتِ ارضی وسماوی،	″
سالم کے مظالم،	″
آتشِ بغاوت،	۳۲۵
سالم کا افریقیہ سے امداد طلب کرنا،	″
اہل صقلیہ کی ایک کامیاب حکمت عملی،	۳۲۶
سالم کا عزل اور خلیل بن اسحاق کا تقرر،	″
ابوالعباس خلیل بن اسحاق فاطمی والیِ صقلیہ(۶) ۳۲۶ھ ۹۳۷ء - ۳۲۹ھ ۹۴۰ء	۳۲۷ تا ۳۳۶
اہل صقلیہ کی وفاداری،	۳۲۸
خلیل کا جدید نظم ونسق،	۳۲۹
سالم کی بغاوت انگیزی،	″
ایک جدید شہر خالصہ کی تعمیر	″
بغاوت،	۳۳۱
قحط سالی،	۳۳۲
باغیون کی حکومت بزنطی سے استمداد	۳۳۳

مضمون	صفحہ
افریقیہ سے کمک اور سالم کی وفات،	۳۳۳
بغاوت کا استیصال،	″
باغیون کا ترک وطن وترک مذہب،	۳۳۴
افریقیہ مین آتشِ بغاوت،	۳۳۵
خلیل کی افریقیہ روانگی،	″
خلیل کا عہد حکومت،	۳۳۶
ابوعطاف محمد بن اشعث الازدی فاطمی والیِ صقلیہ(۷) ۳۲۹ھ ۹۴۰ء - ۳۳۶ھ ۹۴۷ء	۳۳۷ تا ۳۳۹
بغاوت کے بعد بدامنی،	۳۳۷
القائم کی وفات اور المنصور کی جانشینی،	″
ابوطاہر اسمٰعیل بن ابی القاسم المنصور من اللہ فاطمی فرمانروائے افریقیہ ۳۳۴ھ ۹۴۵ء - ۳۴۱ھ ۹۵۲ء	۳۳۸ تا ۳۵۰
افریقیہ کی بغاوت کا اثر صقلیہ پر	۳۳۸
صقلیہ کے عیسائیون کی سرکشی،	″
ابوعطاف پر حملہ،	۳۳۹

مضمون	صفحہ
افریقیہ مین امن وامان کا قیام، اور اسکا اثر صقلیہ پر،	۳۳۹
حسن بن علی الکلبی کا ولایتِ صقلیہ پر تقرر،	″
دولت کلبیہ صقلیہ ۳۴۰ - ۱۸۴ ۳۳۶ھ ۹۴۷ء - ۴۳۱ھ ۱۰۳۹-۴۱ء	
ابوالغنائم حسن بن علی بن ابی الحسن بانی دولتِ کلبیہ ۳۳۶ھ ۹۴۷ - ۳۴۳ھ ۹۵۴	۳۴۱ تا ۳۵۱
حسن کا ورود صقلیہ اور بنوطبری کی مخالفانہ روش،	۳۴۱
مخالفین حکومت کا استیصال،	۳۴۴
حکومت کی کامل اطاعت،	۳۴۶
بزنطی بیڑے کی صقلیہ پر حملہ آوری اور حسن کی فوجکشی اٹلی پر اور فتوحات،	″
عارضی صلح اور اس کے شرائط،	۳۴۹
مسجد ریو،	″
فرمانروائے افریقہ کی وفات،	″

مضمون	صفحہ
المعز لدین اللہ بن المنصور	۳۵۰
فاطمی فرمانروائے افریقیہ	تا
سنہ ۳۴۱ھ ۹۵۲ء - سنہ ۳۶۵ھ ۹۷۵ء	۳۷۶
حسن کی روانگی افریقیہ،	۳۵۰
احمد بن حسن بطور قائم مقام والی،	۳۵۱
احمد کا ولایت صقلیہ پر مستقل تقرر،	〃
حسن کا صقلیہ میں زمانہ حکومت،	〃
ابو الحسن احمد بن حسن کلبی	۳۵۲
فرمانروائے صقلیہ (۲)	تا
سنہ ۳۴۳ھ ۹۵۴ء - سنہ ۳۵۸ھ ۹۶۸ء	۳۷۲
صقلیہ کی وجہ سے افریقیہ و اندلس میں آویزش،	۳۵۲
اٹلی پر فوجکشی،	۳۵۴
اٹلی کے ایک اسلامی قلعہ کا سقوط،	〃
والی صقلیہ کا بیعت کیلئے افریقیہ آنا،	〃
ایک شاہی جشن مسرت،	〃
صقلیہ کے خلاف مذہبی جنگ کا اعلان،	۳۵۵
صقلیہ کے عیسائیوں کی بغاوت،	۳۵۶
فتح طبرمین اور عیسائیوں کا استیصال	〃
طبرمین میں اسلامی نوآبادی	۳۵۷
ایک جنگ عظیم اور فتح رمطہ،	〃
ایک فیصلہ کن بحری جنگ	۳۶۵
سرزمین یورپ میں ایک کامل عربی جزیرہ،	۳۶۶
حسن کلبی کی وفات،	۳۶۷
جنوبی اٹلی پر تاخت،	۳۶۸
حکومت بزنطی اور افریقیہ میں مصالحت،	〃
طبرمین اور رمطہ کی بربادی،	۳۶۹
خاندان کلبیہ کا صقلیہ سے انقطاع،	۳۷۰
کلبیین کی صقلیہ سے بے تعلقی میں تعلق،	〃
جدید والی کا تقرر،	〃
احمد کا زمانہ حکومت،	۳۷۲
یعیش مولی الحسن کلبی فرمانروائے صقلیہ (۳)	۳۷۲
سنہ ۳۵۸ھ ۹۶۸ء - سنہ ۳۵۹ھ ۹۶۹ء	تا ۳۷۳
دار الصناعۃ میں کشت و خون اور بغاوت،	۳۷۲
احمد کا دوبارہ تقرر،	〃
احمد بن حسن کلبی والی صقلیہ (۴)	۳۷۳
سنہ ۳۵۹ھ ۹۶۹ء	تا ۳۷۴
احمد کی نیابت،	۳۷۳
احمد کی وفات اور ابوالقاسم کا تقرر،	۳۷۴
ابوالقاسم بن حسن کلبی فرمانروائے صقلیہ (۵)	۳۷۴
سنہ ۳۶۰ھ ۹۷۰ء - سنہ ۳۷۲ھ ۹۸۲ء	تا ۳۸۵
دولت کلبیہ صقلیہ کا استقلال	۳۷۴
المعز کی وفات اور اوسکی جانشینی	۳۷۶
العزیز باللہ ابو منصور نزار بن معد خلیفۂ فاطمی،	۳۷۶
سنہ ۳۶۵ھ ۹۷۵ء - سنہ ۳۸۶ھ ۹۹۶ء	تا ۳۹۲
اٹلی اور صقلیہ کا ایک دوسرے پر حملہ	۳۷۷
رمطہ کی دوبارہ تعمیر،	۳۷۸
مہم مناخ البقر،	〃
ٹارنٹو کی بربادی،	۳۷۹
فتوحات،	〃
اوتھو دوم کا حملہ اسلامی نوآبادی پر،	۳۸۰
سقوط ملیطو،	〃
صقلیہ کا جوابی حملہ اٹلی پر،	۳۸۱
امیر ابوالقاسم کی شہادت،	〃
مسلمانوں کی فتح اوتھو دوم پر	۳۸۲

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
او تھو دوم کا فرار،	۳۸۲	وفات و جانشینی،	۳۹۰	لقب اور لوائے فاطمی،	۳۹۴
او تھو دوم کی موت ،	۳۸۳	علم و فن کی ترقی،	״	صقلیہ کی مرفہ الحالی.	״
انسائیکلوپیڈیا میں او تھو کی شکست	״	عبد اللہ بن محمد کلبی فرمانروائے صقلیہ (۸)	۳۹۰	دیباچہ زوال	۳۹۵
کی غلط توجیہ،		۳۷۵ھ/۹۸۵ - ۳۷۹ھ/۹۸۹		شاہی خاندان میں باہمی رقابت	۳۹۶
فرمانروایان یورپ کی کانفرنس بونکے خلاف	۳۸۴	جانشین	۳۹۰	علی کا قتل ،	״
مجاہدین کی مراجعت اور ابوالقاسم کی جانشینی،	״	ثقۃ الدولہ ابوالفتوح یوسف بن	۳۹۱	تاج الدولہ کی ایک اہم سیاسی غلطی،	״
ابوالقاسم کا عہد حکومت عادات و خصائل	״	عبد اللہ کلبی فرمانروائے صقلیہ (۹)	تا	قبائل بربر اور موالی کا استیصال،	۳۹۷
جابر بن ابوالقاسم کلبی فرمانروائے صقلیہ (۶)	۳۸۵ تا	۳۷۹ھ/۹۸۹ - ۳۸۸ھ/۹۹۸	۳۹۴	ایک نئی فوج کی ترتیب اور اسکے نتائج	״
۳۷۲ھ/۹۸۲ - ۳۷۳ھ/۹۸۳	۳۸۶	اٹلی کی ریاستوں کی اطاعت	۳۹۱	حسن بن محمد باغائی	۳۹۸
جابر کی نا اہلی اور فرمان تقرر	۳۸۵	صقلیہ کا عمرانی شباب،	״	قانون محاصل میں ترمیم،	״
عزل و جانشینی،	۳۸۶	خلیفہ فاطمی العزیز کی وفات،	۳۹۲	تاج الدولہ پر یورش،	״
زمانۂ حکومت	״	الحاکم بامر اللہ خلیفہ فاطمی مصر	۳۹۲ تا	ثقۃ الدولہ یوسف کی دست اندازی،	۳۹۹
جعفر بن محمد کلبی فرمانروائے صقلیہ (۷)	۳۸۷ تا	۳۸۶ھ/۹۹۶ - ۴۱۱ھ/۱۰۲۰	۴۰۱	تاج الدولہ کی معزولی کا مطالبہ،	״
۳۷۳ھ/۹۸۳ - ۳۷۵ھ/۹۸۵	۳۹۰	ثقۃ الدولہ کی علالت اور حکومت سے کنارہ کشی	۳۹۳	تاج الدولہ کی معزولی اور اسکی جانشینی	۴۰۰
جعفر کا ورود صقلیہ،	۳۸۷	ثقۃ الدولہ کا عہد حکومت	״	مجمع کی مرضی پر،	
ربط اور بلرم میں کو عیسائیوں کے	۳۸۸	تاج الدولہ سیف الملۃ جعفر	۳۹۴	باغانی کا حشر،	״
حوالہ کرنے کا دوبارہ فرمان ،		بن ثقۃ الدولہ کلبی فرمانروائے صقلیہ (۱۰)	تا	تاج الدولہ جعفر کا صقلیہ سے	״
جعفر کا بہ لطائف الحیل ٹالنا	״	۳۸۸ھ/۹۹۸ - ۴۱۰ھ/۱۰۱۹	۴۰۰	ترک سکونت ،	

مضمون	صفحہ
تائید الدولہ احمد الاکحل بن ثقۃ الدولہ کلبی فرمانروائے صقلیہ (۱۱) ۴۱۰ھ - ۴۲۷ھ ۱۰۱۵ - ۱۰۳۵	۴۰۰ تا ۴۱۲
امن وامان کا قیام،	۴۰۰
فرمان تقرر اور خطاب،	۴۰۱
ثقۃ الدولہ کی مصر کو روانگی،	〃
الحاکم خلیفہ فاطمی کی گمشدگی اور جانشینی	〃
الظاہر لاعزاز دین اللہ ابو الحسن بن الحاکم خلیفہ فاطمی مصر ۴۱۱ھ - ۴۲۷ھ ۱۰۲۰ - ۱۰۳۵	۴۰۲ تا ۴۱۲
صقلیہ کی فوجی طاقت کا استحکام	۴۰۲
اٹلی میں نارمنوں کی آمد،	〃
اٹلی پر تاخت،	۴۰۳
تائید الدولہ کے لڑکے جعفر کی ناعاقبت اندیشی،	〃
صوبہ قلوریہ سے اسلامی اقتدار کا زوال،	۴۰۴
صقلیہ پر بزنطی حملہ،	۴۰۷
تائید الدولہ کی نفاق انگیزی،	〃
صقلی جماعت کی المعز صنہاجی سے استمداد،	۴۰۸
افریقیہ کا حملہ صقلیہ پر،	۴۱۰
اہل صقلیہ میں اختلاف اور تائید الدولہ کا قتل،	۴۱۱
اہل صقلیہ اور افریقیہ میں جنگ،	〃
خلیفہ فاطمی مصر کی وفات اور اسکا جانشین،	۴۱۲
المستنصر بامر اللہ ابو تمیم معد بن الظاہر خلیفہ فاطمی ۴۲۷ھ - ۴۸۷ھ ۱۰۳۵ - ۱۰۹۲	۴۱۲ تا ۴۴۵
دولت کلبیہ کا زوال،	۴۱۲ - ۴۱۴
کلبی فرمانروا کا انتخاب،	۴۱۲
صمصام الدولہ حسین بن ثقۃ الدولہ کلبی فرمانروائے صقلیہ (۱۲) ۴۲۷ھ - ۴۳۱ھ ۱۰۳۵ - ۱۰۳۹	۴۱۳ تا ۴۱۴
مسینا پر بزنطی قبضہ،	۴۱۳
دولت کلبیہ کا زوال،	۴۱۴
دولت کلبیہ پر ایک نظر	۴۱۴ تا ۴۱۸
طوائف الملوکی ۴۳۱ھ - ۴۴۴ھ ۱۰۳۹ء - ۱۰۵۲ء ۴۱۹ - ۴۲۴	
جزیرہ میں بزنطی فتوحات اور انکا خاتمہ،	۴۱۹
دار الحکومت میں ایک ہنگامی حکومت	〃
ملک میں عام طوائف الملوکی،	۴۲۰
خانہ جنگی،	۴۲۱
ابن ثمنہ کا اقتدار اور مرکزی حکومت کی تشکیل،	〃
صمصام الدولہ کا قتل،	〃
جزیرہ میں امن وامان،	۴۲۲
صقلیہ کا خلافت فاطمی سے انتساب	〃
ایک خانگی اختلاف اور خانہ جنگی	۴۲۳
ابن ثمنہ کی نارمنوں سے استمداد،	
نارمنی فتنہ اور صقلیہ میں اسلامی سلطنت کا خاتمہ ۴۴۳ھ - ۴۸۴ھ ۱۰۵۱ - ۱۰۹۱ ۴۲۶ - ۴۴۵	
نارمن اٹلی میں،	۴۲۶
رابرٹ گوسکارڈ،	〃
خاندان ہاٹول،	۴۲۷
راجر اول،	〃

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
نارمنوں کو صقلیہ پر حملہ آوری کی دعوت،	۴۲۷	**ابن البعبع آخری مسلمان تاجدار صقلیہ**	۴۳۷ تا ۴۴۵	سقوط جرجنت،	۴۴۴
راجر کا پس و پیش،	۴۲۸	۴۶۱ھ – ۴۸۴ھ ۱۰۶۸ء – ۱۰۹۱ء		سقوط قصریانہ،	״
نارمن لشکر،	۴۲۹	حکومت فاطمیہ کا صقلیہ سے طلب خراج،	۴۳۷	سقوط ارغوس و نوطس اور صقلیہ	״
نارمنوں کے لئے آسانیاں،	״	فاطمین کی دعوت نارمنوں کو،	״	اسلامی اقتدار کا خاتمہ،	״
سقوط مسینا،	۴۳۰	بلرم کا محاصرہ،	۴۳۸	**زوال دولت اسلامی پر ایک نظر**	۴۴۵، ۴۴۹
نارمنوں کو کمک،	״	بلرم کے محاصرہ میں اقوام یورپ کی شرکت	״	**صقلیہ کی اسلامی سلطنت کے زوال**	
جزیرہ کے عیسائیوں کے دعوت نامے	״	محصورین کی پریشان حالی،	۴۳۹	**کے اثرات دوسری اسلامی سلطنتوں پر**	
صقلیہ کے شمالی علاقہ پر نارمنوں کا قبضہ	״	محصورین کا ثبات قدم و محاصرین کی مایوسی	۴۴۰	۴۶۴ھ – ۶۲۶ھ ۱۰۷۱ء – ۱۲۲۸ء	
محاصرۂ قصریانہ،	۴۳۱	بلرم کے عیسائیوں کی غداری،	״	۴۵۰ – ۴۶۵	
علما و صالحین کی جزیرہ سے ہجرت،	״	معاہدۂ صلح اور اوسکے شرائط،	״	اسلامی ممالک کی بربادی کے منصوبے	۴۵۰
دربار افریقیہ سے استمداد،	۴۳۲	شہر کی حوالگی،	۴۴۱	مہدیہ پر نارمن قبضہ اور صلح،	״
افریقی بیڑے کی غرقابی،	״	سقوط مازر و طرانبش،	۴۴۲	بیت المقدس پر حملہ آوری کا محرک اول	۴۵۱
اٹلی سے دولت اسلامی کا زوال،	۴۳۴	عبداللہ بن منکوت کی ہجرت،	״	شمالی افریقیہ پر قبضہ کی تیاریاں	۴۵۲
فرمانروائے افریقیہ کی مداخلت	۴۳۵	صقلیہ سے اسلامی حکومت کا خاتمہ،	״	شمالی افریقیہ پر قابض ہونے	״
ایک نیا شاخسانہ،	״	چند شہروں پر مسلمانوں کا انفرادی تسلط،	״	کی ایک شاطرانہ روش،	
ابن حواس کا قتل،	۴۳۶	تشکیل حکومت اور فوجکشی کا التوا،	۴۴۳	افریقی حکومتوں کا صقلیہ پر حملہ آوری کا ارادہ	۴۵۴
افریقی لشکر کی واپسی،	״	پیش قدمی کا آغاز،	״	صقلیہ کی افریقیہ پر حملہ آوری،	۴۵۵
صقلیہ کے اعیان و معززین کی ہجرت،	״	سقوط طرمین و سرقوسہ،	״	جزیرہ قوصرہ کی اسلامی آبادی پر مصائب	״

مضمون — صفحہ

قلعہ دیماس پر نارمن قبضہ اور شکست، ۴۵۵

قدیم حکمتِ عملی کا اعادہ، ۴۵۶

افریقیہ کے مختلف اہم شہروں کا سقوط، ۴۵۶

مختلف جزائر کا سقوط، ۴۵۶

مفتوح مسلمانوں پر مصائب، ۴۵۷

دولتِ صنہاجیہ کا خاتمہ، ۴۵۷

پیشقدمی مین ایک عارضی التوا ۴۵۸

جنگہائے صلیبی اور فتح بیت المقدس، ۴۶۰

جنگہائے صلیبی مین صقلیہ کی شرکت، ۴۶۱

سلطان صلاح الدین ایوبی سے شاہ صقلیہ کی دشمنی، ۴۶۲

سقوط بیت المقدس، ۴۶۴

زوال دولت اسلامی صقلیہ کے اصل نتائج، ۴۶۵

مسلمانانِ صقلیہ عیسائی حکومت کے ماتحت

اور

صقلیہ و جزائر صقلیہ سے اسلام کا خاتمہ

سنہ ۴۸۴ھ/۱۰۹۱ء - سنہ ۶۱۰ھ/۱۲۱۳ء

۴۶۶ - ۵۱۶

کاونٹ راجر اول محافظ مذہب عیسائیت نارمن فرمانروائے صقلیہ(۱) ۴۶۷ تا ۴۷۰

سنہ ۴۸۴ھ/۱۰۹۱ء - سنہ ۴۹۲ھ/۱۱۰۱ء

صقلیہ مین عیسائیون کی جدید آبادی ۴۶۷

جزیرہ مین تبلیغ اسلام کی قانونًا ممانعت، ۴۶۷

مسلمانون کے وسائل معاش پر قبضہ ۴۶۸

راجر اول کی وفات، ۴۷۰

سائمن نارمن فرمانروائے صقلیہ(۲) ۴۷۰

سنہ ۴۹۲ھ/۱۱۰۱ء - سنہ ۴۹۹ھ/۱۱۰۵ء

راجر دوم شاہ صقلیہ(۳) ۴۷۰ تا ۴۷۶

سنہ ۴۹۹ھ/۱۱۰۵ء - سنہ ۵۴۹ھ/۱۱۵۴ء

نارمن حکومت کی دول یورپ سے معرکہ آرائی، ۴۷۰

مسلمانون سے اشتراک عمل، ۴۷۱

مسلمان نارمن نظام حکومت مین، ۴۷۳

پھر ایک تبدیلی، ۴۷۵

راجر دوم کی وفات، ۴۷۶

بد نفس ولیم اول نارمن فرمانروائے صقلیہ(۴) ۴۷۷ تا ۴۷۹

سنہ ۵۴۹ھ/۱۱۵۱ء - سنہ ۵۶۱ھ/۱۱۶۶ء

کلیسہ کی ریشہ دوانیان، ۴۷۷

اسلام دشمنی کا آغاز، ۴۷۷

مسلمانون کی حکومت سے بیزاری ۴۷۹

ولیم کی وفات، ۴۷۹

نیک نفس ولیم دوم نارمن فرمانروائے صقلیہ(۵) ۴۷۹ تا ۴۹۲

سنہ ۵۶۱ھ/۱۱۶۶ء - سنہ ۵۸۵ھ/۱۱۸۹ء

ولیم دوم اور اسلامی تہذیب و تمدن، ۴۸۰

ولیم کی اسلام دشمنی، ۴۸۱

مسلمانون کی مذہبی آزادی، ۴۸۲

مذہب مین رخنہ اندازیان، ۴۸۲

مسلمانون کا کتمان ایمان، ۴۸۳

بجبر عیسائی بنانا، ۴۸۳

اسلام کی سخت جانی، ۴۸۴

مسلمانان صقلیہ کے گردو پیش کے متضاد حالات

مضمون	صفحہ
ابن جبیر کے مشاہدات،	۴۸۵
ولیم ثانی کی وفات اور اوس کے اثرات مسلمانون پر،	۴۹۶
ٹانکرڈ اور ولیم ثالث نارمن فرمانروائے صقلیہ (۶-۷) سنہ ۱۱۹۰/۵۸۶ - سنہ ۱۱۹۴/۵۹۱	۴۹۷ تا ۴۹۹
نارمن حکومت کا خاتمہ،	۴۹۷
نارمن عہد حکومت،	۴۹۸
اسلامی آبادی مین کمی،	،،
ہنری ششم و فریڈریک دوم جرمن فرمانروایان صقلیہ (۸-۹) سنہ ۱۱۹۴/۵۹۱ - سنہ ۱۲۵۰/۶۴۸	۴۹۹ تا ۵۰۹
عیسائیون اور مسلمانون مین خونریز جنگ	۴۹۹
مسلمانون کا ایک نیا اقدام،	۵۰۰
ہنری کی وفات،	۵۰۲
فریڈریک کی تاجپوشی،	،،
فریڈریک اور اسلام،	۵۰۳
فریڈریک اور مجاہدین مین مصالحت	،،

مضمون	صفحہ
لوسیرا،	۵۰۴
مجاہدین فریڈریک کی فوج مین،	۵۰۵
سلطان ابوزکریا اور فریڈریک مین عہدنامہ	،،
سلطان ابوزکریا کی وفات اور صقلیہ کے مسلمانون کا دور ابتلا	۵۰۶
مجاہدین کی پناہ گزینی پہاڑی قلعون مین	،،
مجاہدین کی شکست،	۵۰۷
صقلیہ سے جلاوطنی اور اٹلی مین ایک جدید اسلامی آبادی،	،،
مالٹا سے مسلمانون کی جلاوطنی،	۵۰۷
صقلیہ وجزائر صقلیہ سے کلمہ اسلام کا خاتمہ،	،،
مسلمانان نوسیرا کی تعداد،	۵۰۸
نوسیرا،	،،
بیگانی،	،،
نوسیرا مین اسلامی آبادی کے قیام کا مقصد،	
فریڈریک دوم کی وفات،	۵۰۹

مضمون	صفحہ
کانراڈ چہارم کانریڈین منفریڈ جرمن فرمانروایان صقلیہ و ایطالیہ (۱۰، ۱۱، ۱۲) سنہ ۱۲۵۰/۶۴۸ - سنہ ۱۲۶۶/۶۶۵	۵۰۹ تا ۵۱۲
مسلمانان لوسیرا کے تعلقات جرمن فرمانرواون سے،	۵۱۰
جرمن فرمانرواؤن کی مسلم نوازیان اور اوس کے نتائج،	۵۱۲
فرانس سے استمداد اور صقلیہ کے تاج کی پیشکش، مسلم نوازی کے باعث جرمن حکومت کا خاتمہ،	۵۱۳
چارلس آف انجو اول و چارلس دوم فرانسیسی فرمانروایان صقلیہ و ایطالیہ (۱۳، ۱۴) سنہ ۱۲۶۶/۶۶۵ - سنہ ۱۳۰۰/۷۰۰	۵۱۳ تا ۵۱۶
مسلمانان ایطالیہ کے سیاسی وجود کا خاتمہ،	۵۱۴
مذہبی آزادیون پر پابندی،	،،
عیسائیت کا بپتسمہ،	،،
سسلی کا تخلیہ مسلمانون کے وجود سے	۵۱۵
چند قطرات اشک،	،،

تعارف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد و آلہ و صحبہ اجمعین،

سسلی (صقلیہ) بحرِ روم کا ایک جزیرہ ہے جو برِ اعظم یورپ کے وسطی جزیرہ نمائے اٹلی کے جنوبی گوشہ سے صرف ایک چھوٹی سی دو میل عریض آبنائے میسینا کے ذریعہ جدا ہوتا ہے،

بحرِ روم کی متموج اور نیلگون سطح زمانہ قدیم سے یورپ، ایشیا، اور افریقہ کی مختلف قومون کا رابطہ اتصال رہی ہے، اور جس دورِ تہذیب مین "متمدن دنیا" "بحرِ روم کے اردگرد کے مقامات" سے عبارت تھی، سسلی اوس کا ایک اہم مرکز تھا، اس لئے جب مختلف قومون کے درمیان باہمی رقابتون کا آغاز ہوا اور مشرق و مغرب، آرین و سامی، اور ان کے اختیار کردہ مذاہب مین امتیاز پیدا ہوا، تو سسلی کی وہی مرکزیت دنیا کی ہر دو متصادم قوتون کیلئے دلچسپی کا باعث بنگئی، کیونکہ یہ اپنے جغرافیانہ جائے وقوع کے لحاظ سے یورپ اور افریقہ دونون برِ اعظمونکا ایک حصہ بن سکتا تھا، چنانچہ مسٹر فریمان لکھتے ہین:-

> "ہم اسکو یورپ کا ایک حصہ سمجھتے ہین، لیکن درحقیقت یہ افریقہ سے زیادہ قریب تر ہے، بلکہ یون کہا جائے کہ یہ دونون برِ اعظمون کے درمیان کا ایک پل ہے، اسلئے یہ لازمی تھا کہ یہ سوال پیدا ہو کہ یہ مشرق کا رہیگا"

یا کہ مغرب کا یہ افریقہ کا حصہ بنے گا یا کہ یورپ کا "

اسلئے سسلی ان دونون براعظمون کے درمیان کی ایک ایسی کڑی ہے، جسکو ہر ایک نے اپنے سے پیوستہ سمجھا، یہی وجہ ہے کہ دنیا کی تاریخ کے ہر ایسے دور مین جب کہ مشرق و مغرب مین تصادم برپا ہوا، اوس مین سسلی کا حصہ کچھ نہ کچھ ضرور رہا،

اور اگر غور سے دیکھا جائے تو دورِ حاضر سے پہلے مشرق و مغرب مین جب کبھی تصادم ہوا، اوس کا باعث ہمیشہ ان ممالک کے اختیار کردہ مذاہب قرار پائین گے، چنانچہ سرزمین سسلی پر بھی مشرق و مغرب کی آویزش کا آغاز شرک کی دو متضاد شکلون فنیقی و یونانی وثنیت سے ہوتا ہے، اور پھر مشرق و مغرب کا یہی تصادم توحید و تثلیث اور اسلام و عیسائیت کی معرکہ آرائیون پر ختم ہوتا ہی،

یہ بھی عجیب تاریخی اتفاق ہے کہ جس طرح فنیقی سیلاب مصر و شام سے امنڈ کر افریقہ پہونچا، اور اپنی رو مین سسلی کو بہالے گیا، اوسی طرح جب مسلمان مصر و شام پہونچے، اور افریقہ کو زیر نگین کر کے تثلیث پر توحید کو غالب کیا تو نوجوانان عرب یہین سے اپنا علمِ فتح بلند کرتے ہوئے سسلی مین داخل ہوئے،

یہ بھی ایک تاریخی حقیقت ہی، کہ سسلی کا ستارۂ اقبال تاریخ کے جن دورون مین چمکا ہی، وہ دو ہی دور ہین جنہین فنیقی عہد کو "دورِ قدیم" کہتے ہین، اور اس کے بعد دوسرا درخشان دور جو "دورِ جدید" کے نام سے موسوم ہے، شروع ہوتا ہے، یہی وہ دور ہی جسمین اسلام کے علمِ اقتدار نے بزنطی علم کو ہمیشہ کیلئے سرنگون کر دیا[1]،

ہمین ان اوراق مین اسی دورِ جدید کے تاریخی حالات کو نمایان کرنا ہے، کتاب کی پہلی جلد مین اس کی رزمیہ سرگذشت بیان کی جائیگی، اور دوسری جلد مین سسلی کی تمدنی معاشرتی اور ذہنی ترقیون کا مرقع پیش ہوگا، جس سے یہ اندازہ ہوگا کہ سسلی کی اسلامی تہذیب و تمدن کے ذریعہ یورپ کی تہذیب جدید نے کیونکر نشو و نما پائی،

---

[1] سیریز اسٹوری آف دی نیشنس ج ۳۱ (سسلی از فریمان) ص ۶.

صقلیہ عہدِ اسلامی سے پہلے

۱۳
۱۴
۱۵
۳۸
۳۷
کوہ ایرکس
موٹیا
لیلیبان
مازارا
سیلینوس
پانورمس
سولس
ہیمرا تھرما
سفلوڈیم
ٹنڈرس
میلائی
میسانا
ٹارمنیم (تامینی)
نیکسوز
کوہ ایٹنا
ہنا
کٹانیا
لیونٹینی
میگارا
سیراکیوز
جیلا
اکراگس
اکرجنٹم (جرجنتی)
شمال
مشرق
مغرب
جنوب

صقلیہ

جزیرہ کا عالمِ وجود سسلی کے ساحلی مشاہدات سے ماہرینِ طبقات الارض قیاس کرتے ہین کہ یہ جزیرہ بحرِ روم مین اُس وقت سے موجود ہے، جب کہ گہوارۂ عالم ہنوز نسلِ انسانی کے وجود سے خالی تھا[1]،

جزیرہ کا نام ابتداءً دنیا کی آبادیان اکثر اپنے آباد کرنے والون کے نام سے موسوم ہوئین، پھر ہر مقام مین جیسے جیسے نئی قومین آئین، اور زبان مین تغیر و تبدل ہوئے، ویسے ویسے اوس کے نام مین بھی تبدیلیان ہوتی گئین،

اس جزیرہ کا نام بھی ابتدا ہی سے، اس کی قدیم آباد کرنے والی قومون کے نام پر پڑا، یہان کے قدیم باشندون مین خصوصیت سے دو قومین سیکان اور سیکل مشہور ہین، سیکان کا یونانی تلفظ و املا (EiKAV oi -) یعنی سیکانی (SiCANi) اور دوسری قوم سیکل کو یونانی مین (EiKE λOi) یعنی سیکلی (SiCULi) کہتے ہین،

چنانچہ یہ جزیرہ انھی دونون قومون کی مناسبت سے پہلے یونانی تلفظ مین (ELKAViN) سیکانیہ (SiKANiA) کے نام سے موسوم ہوا، اور جب سیکل آئے تو سیکانیہ سے سکیلیہ (SiKELiA) کہا جانے لگا، اس کے بعد زبان کے تغیر و تبدل سے "سکیلیہ" سے سسلیا (SiCiLiA) ہوا، اور دورِ حاضر مین اسی "سسلیا" کو سسلی (SiCiLY) کہا جاتا ہے[2]،

---

[1] انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا (طبع یازدہم) ج ۲۵ ص ۲۰ [2] اسٹوری آف دی نیشنس ج ۳۱ (سسلی مؤلفہ فریمان) ص ۱۱

عربون کا صقلیہ، سسلی کی حقیقت سیکیلیہ ظاہر ہوتے ہی عربون کے "صقلیہ" کی مستور حقیقت بھی خود بخود بے نقاب ہوجاتی ہے، جب اس جزیرہ مین عربون کے قدم پہونچے، یہان کی عام و علمی دونون زبانین یونانی تھین، اسلئے عربون کا صقلیہ کسی نام کا کوئی مسخ شدہ تلفظ نہین، بلکہ جب اصل تلفظ کے برقرار رکھنے کی کوشش کیگئی، تو وہی سیکیلیہ عربی لب و لہجہ مین سقلیہ یا صقلیہ کے تلفظ سے ادا ہوا،

عربون کے نزدیک صقلیہ کی اصل اور اس کے لغوی معنی اور یہ دلچسپ حقیقت ہی، کہ عرب اہل علم بھی نام کے اس تغیر و تبدل سے گوش آشنا تھے! اور وہ نہ صرف اس کی اصل بتاتے ہین بلکہ اسکے لغوی معنی کے سمجھانے کی بھی کوشش کرتے ہین، چنانچہ ابن وحیہ المطرب مین صقلیہ کے ایک عرب اہل علم سے یون نقل کرتے ہین:-

صقلیہ بفتح الصاد والقاف	مشہور نحوی محمد بن علی بن حسن بن البر تیمی صقلی
قاله النحوی الکبیر محمد بن علی بن	"صقلیہ" (بفتح صاد و قاف) کے متعلق کہتے ہین، کہ
الحسن بن البر التمیمی (الصقلی)	عربون نے اسکے صاد اور قاف کو زبر کے تلفظ
هكذا عربتها العرب و اسمها باللسان	کے ساتھ معرب کیا ہی، اس کا نام رومی زبان
الرومی "سیکه" بفتح السین و کسر	مین "سیکہ" اور "کیلیہ" تھا، سیکہ مین سین کو زبر کاف
الکاف و سکون الهاء "کیلیة" بکسر الکاف	کو زیر اور ہائے ساکن ہی، اور "کیلیہ" مین کاف اور
واللام و تشدید الیاء و سکون الهاء	لام کو زیر یا مشدد اور ہا، ساکن ہی،

لیکن سیکیلیہ کا تجزیہ "سیکہ کیلیہ" کرنا دراصل عربون کے اوس ذوق کا نتیجہ ہے، جو انھین علم اشتقاق مین حاصل تھا، اور یہی وجہ ہے، کہ اون کے نزدیک یہ دونون رومی اصل الفاظ مہمل اور بے معنی نہین ہین، ان کا بیان ہے کہ کسی قدیم یورپین زبان مین "سیکہ" کے معنی انجیر (التین) اور "کیلیہ" کے معنی زیتون کے ہین، اور اجنبی زبان کے یہ دونون معنی ان کے نزدیک اس قدر معروف تھے، کہ بعض شعرائنے اس طرف اشارے بھی کیے ہین،

چنانچہ ابن شباط اور سیوطی لکھتے ہین، :-

وتفسیرها "التین والزیتون"	ان دونون لفظ (سیکہ کیلہ) کے معنی "انجیر" اور
والی ذا المعنی اشار الادیب البارع	زیتون کے ہین، اور اسی معنی کی طرف مشہور ادیب
ابو علی الحسن بن رشیق حین	ابو علی حسن بن رشیق صقلیہ کی مدح کرتے ہوئے
مدح صقلیہ بقوله	ان اشعار مین اشارہ کرتا ہی،

اخت المدینة فی اسم لا یشارکها   فیه سواها من البلدان ولتمس
وعظم الله معنی لفظها أتسما   قل اذا شئت اهل العلم وفقس[۱]

لیکن یہ سب نکات بعد الوقوع ہین، ممکن ہے کہ یورپ کی کسی قدیم زبان مین ان دونون لفظ کے یہ معنی آئے ہون، لیکن میرے خیال مین اس قسم کی دور از کار تاویل و تشریح مین پڑنے کے بجائے بہتر ہے کہ اس موقع پر جزیرہ کے اسی قدیم نام کو پیش نظر رکھا جائے کہ "سیکہ" "کیلہ" در اصل وہ دو اجزا ہین جو عربون کو صقلیہ کے اصل نام سکیلیہ کے معلوم ہوئے، اسلئے صقلیہ اصل مین خود عربون کی تصریح کے مطابق سکیلیہ کا صحیح معرب ہے، اور پھر یہ دوسری بات ہے، کہ یوروپین نام اپنے تجزیہ کے بعد لغوی حیثیت سے کیا معنی رکھتا ہے، اور اس مین عربون کی تحقیق صحیح ہے یا نہین، لیکن یہ معلوم ہے کہ سکیلیہ یہان کی باشندہ قوم سیکل کے انتساب سے اس جزیرہ کا قدیم نام ہی،

صقلیہ کا تلفظ و املا

پھر سیکلیہ سے صقلیہ کیون اور کیونکر ہوا، یہ بھی کچھ زیادہ حیرت انگیز نہین، زبان اور لہجہ کے اختلاف سے "کاف" کا "قاف" ہو جانا محض ایک ادنی تغیر ہے، جو نامون کے الٹ پھیر مین ہوتا رہتا ہے، اور ابتداءً اس مین سب سے پہلا تغیر اسی کاف سے قاف کا تبادلہ ہے،

---

[۱] بغیۃ الوعاۃ سیوطی مطبوعہ مصر ۱۳۲۶ھ ص ۷۶ (ترجمہ محمد بن علی بن الحسن الصقلی)، و دیوان صلۃ السمط ابن شباط در اماری ۲۱۲، شعر مین التین و الزیتون و طور سینین کی طرف تلمیح ہی، بغیۃ الوعاۃ مین "المدینہ"، اور صلۃ السمط مین "العدینۃ" ہے"

اور بعض عرب مؤرخین کی تصنیفات مین اسکو سیقیلیہ یا صیقیلیہ لکھا گیا ہے، چنانچہ قدیم تصنیفات مین سے کتاب الامامۃ والسیاسۃ مین اس کا یہی تلفظ و املا ملتا ہے[1] جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ابتداءً اس کا یہ تلفظ و املا بھی رائج تھا،

اس کے بعد اس مین دوسرا تغیر قاف کے ماقبل و مابعد یا، کا حذف کرنا ہے، کیونکہ جو عرب اپنی مادری زبان عربی مین حروفِ علت کے ادغام و تخفیف مین سخت اصرار رکھتے ہون، وہ غیر عربی تلفظ مین اس کثرت سے حرف علت کو کب برداشت کر سکتے تھے، اس لئے انھون نے اپنے فطری ذوق کے مطابق قاف کے ماقبل و مابعد یا، حذف کر دی، اور سیقیلیہ اور صیقیلیہ سے اس کا تلفظ و املا سقلیہ ہو گیا،

صقلیہ کا یہ تلفظ و املا "سقلیہ" مدت تک متقدمین کے درمیان رائج رہا، چنانچہ قدماء مین سے اکثر جغرافیہ نویس اور مورخین مثلاً واقدی متوفی ؁۲۰۷ اصطخری (؁۳۴۰) عبد الرحمٰن بن عبد اللہ بن عبد الحکیم متوفی ؁۲۰۷ اور بلاذری متوفی ؁۲۷۹ وغیرہ کی تصنیفات مین اسی تلفظ و املا کے ساتھ اس کا یہی نام سقلیہ مذکور ہے[2] اور صاد سے سین کا تلفظ آسان تھا، اسلئے یا، کے حذف کیساتھ ساتھ اس پورے دور مین اس کا املا سین کے ساتھ عام طور پر قائم رہا،

---

[1] کتاب الامامۃ والسیاسۃ در اماری ص ۱۶۲، یہ ابن قتیبہ متوفی ؁۲۷۶ کی طرف منسوب ہے، اگرچہ یہ انتساب صحیح نہین مگر اس کے قدیم مصنفات مین سے ہونے مین کوئی شبہہ نہین ہے، اس لئے اس موقع پر اس سے استشہاد صحیح ہے، علاوہ ازین اوسکے متعلق ایک خیال یہ بھی ہے کہ ابن شباط کی تالیف ہے، اگر یہ امر واقعہ ہے تو یہ رائے اور زیادہ صحیح ہو جاتی ہے کہ عربون نے اسکو سیکہ کیلیہ ہی کی وجہ سے صقلیہ کہا، کیونکہ اس تجزیہ کی یہ روایت ابن شباط کے یہان منقول ہے اور کتاب الامامہ کا صیقیلیہ در اصل سیکہ کیلیہ ہی ہے،

[2] کتاب فتوح مصر والشام در اماری ص ۱۹۰، کتاب الاقالیم در اماری ص ۲، فتوح مصر و اخبارہا در اماری ص ۱۶۲، فتوح البلدان ص ۲۳۵ (لیڈن) ؁۱۸۶۶ء،

اس کے بعد متاخرین نے اس مین پھر ایک تبدیلی کی، اور اس کو سین کے بجائے صاد ہی سے لکھنے لگے، اور یہی تغیر اس لفظ کے ساتھ عربون کے یہان سب سے آخری تغیر ہے، چنانچہ اسکے بعد مستقل طور پر اسی املا کو رواج دینے کی کوشش کی گئی،

اس آخری تغیر کا اصل باعث یہ ہے کہ اس زمانہ مین اتفاق سے اسی نام کی ایک دوسری آبادی اسی تلفظ و املا کے ساتھ دمشق مین بھی قائم تھی، اور عربون کی تحقیق مین وہ نام بھی رومی اصل تھا، اسلئے متاخرین نے رفع التباس کے لئے ان دونون کے درمیان امتیاز قائم کرنا چاہا، اور جزیرہ کے نام کو صاد کے ساتھ موسوم کیا، اور دمشق والی آبادی کے نام کو سین کے ساتھ باقی رکھا، چنانچہ صاحب تثقیف اللسان جزیرہ کے متعلق لکھتے ہوئے تصریح کرتا ہے،

ویقولون سقلیه والصواب	لوگ "سقلیہ" (سین کے ساتھ) کہتے ہین، حالانکہ
صقلیه بالصاد واما سقلیه	صحیح صقلیہ (صاد کے ساتھ) ہے، سین مکسورہ کے
بالسین مکسورة ضیعة فی	ساتھ جو سقلیہ ہے، وہ غوطہ (دمشق) کے ایک علاقہ
غوطه دمشق والاصل فیما	کا نام ہے، اگرچہ ان دونون نامون کی اصل جیسا کہ
یظهر فیهما واحد عربت	ظاہر معلوم ہوتا ہے، ایک ہی ہے، لیکن اس جزیرہ
هذه وقیلت بالصاد وبقیت	کے نام کو معرب کرکے صاد سے کہنے لگے اور دمشق
تلك علی حالها[1]،	والی آبادی اپنے حال پر قائم رہی،

چنانچہ اسی وجہ سے رفتہ رفتہ جزیرہ کے لئے صاد کا املا عام طور پر قبول کر لیا گیا، لیکن اس کا املا سین کے بجائے صاد متعین ہو جانیکے بعد اس کے تلفظ مین پھر بھی دو لہجے قائم رہ گئے، اہل علم کی ایک جماعت نے لفظ کے اول دونون مخذوف یا رکی آواز برقرار رکھنے کے لئے صاد اور قاف کو زیر کے ساتھ صقلیہ تلفظ کیا، لیکن

---

[1] دیوان صلۃ السمط ابن شباط دراماری ص ۲۱۲،

ایک دوسری جماعت نے جن میں خود جزیرہ کے اہلِ علم کی جماعت ہی، اس کثرتِ کسرہ میں بھی تخفیف کی، اور صِقِلّیہ کے بجائے صَقَلِیہ کیا چنانچہ یاقوت حموی متوفی ۶۲۶ھ لکھتا ہے:۔

صِقِلّیہ بثلاث کسرات وتشدید اللام والیاءِ ایضاً مشددة وبعض یقول بالسین واکثر اہل صقلیہ یفتحون الصاد واللام[1]

صقلیہ تین کسروں اور لام کی تشدید کے ساتھ اور بعض اس کو سین کے ساتھ بیان کرتے ہیں، اور صقلیہ کے اکثر لوگ لام اور صاد کو فتحہ دیتے ہیں،

لیکن بالآخر صقلیہ ہی کے اہلِ علم کا تلفظ رواج پایا چنانچہ ابن خلکان وغیرہ تمام مورخین ان حروف پر کسرہ دینے کے بجائے فتحہ دیتے ہیں، چنانچہ صَقَلِّیہ کی نسبت صقلی کے حرکات یوں ضبط کرتا ہے:۔

والصقلی بفتح الصاد المہملة والقاف وبعدہا لام مشددة ھذہ النسبة الی جزیرة صقلیة[2]

صقلی صاد مہملہ اور قاف کے ساتھ ہے، اور اس کے بعد لام مشدد ہے، یہ جزیرہ صقلیہ کی طرف نسبت ہی،

چنانچہ اسلامی لٹریچر میں اسی تلفظ واملا کے ساتھ اس کا یہی نام اب تک رائج ہے، اور اگر منصفانہ نظر سے دیکھا جائے تو اس کے قدیم نام سکیلیہ کی مناسبت سے اس کو سسلی کے بجائے صقلیہ کہنا زیادہ موزوں ہی،

صقلیہ کا مفہوم وسعتِ ملک کے لحاظ سے،

صقلیہ اگرچہ اپنی جائے وقوع کے لحاظ سے مستقل ایک جزیرہ ہے، اس لئے صقلیہ کا اطلاق قدرةً اسی جزیرہ پر ہونا چاہیے، لیکن یہاں عربوں کے قدم رکھنے کے بعد اس کے مفہوم میں وسعت پیدا ہو گئی، چنانچہ عرب مورخین

---

[1] معجم البلدان، مطبوعہ مصر سنہ ۱۹۰۶ء ج ۵ ص ۳۷۳، [2] ابن خلکان ج ۱ ص ۱۴۳ (ترجمہ ابن حمدیس)

کے نزدیک اس کا اطلاق اس جزیرہ کے ماسوا اس کے ارد گرد کے جزائر اور کبھی کبھی جنوبی اٹلی کے مختلف صوبون قلوریہ و انکبردہ پر بھی ہونے لگا، کیونکہ عرب مجاہدین نے صقلیہ کی فتوحات کے ساتھ ان ممالک پر بھی تاختین کین، اور ان مین سے اکثر حکومت صقلیہ کے زیر اثر آ گئے، اس لئے عربی فتوحات کا سیلاب جیسے جیسے آگے بڑھتے گیا صقلیہ کے مفہوم مین بھی وسعت پیدا ہوتی گئی، چنانچہ جنوبی اٹلی وغیرہ کے مختلف مقامات ریو، باری، ٹارنٹم، اور جنودا وغیرہ مین باوجودیکہ خود مختار ریاستین قائم، اور الگ الگ نامون سے موسوم تھین لیکن جب ان مقامات پر اسلامی لشکر کی فوج کشی ہوئی، اور وہ اسلامی حکومت کے زیر اقتدار آ گئے، تو ان کو بھی صقلیہ ہی کی مہم سے تعبیر کیا گیا، اگرچہ یہ بھی صحیح ہے، کہ اسلامی علم جغرافیہ اور نیز عرف عام مین یہ سب مقامات اپنے نامون سے بھی موسوم کئے گئے، لیکن پھر بھی کبھی کبھی ایسے مواقع بھی آ گئے ہین جب ان سب کو اوسی قدر مشترک کی بنا پر صقلیہ کے مفہوم مین داخل کر لیا گیا،

چنانچہ ابن اثیر اور ابن عذاری وغیرہ عام مؤرخین نے کبھی کبھی عربون کے اون حملون کو جو جنوبی اٹلی کے مختلف شہرون پر ہوتے رہے یا اون بغاوتون کو جو ان کے اسلامی اقتدار مین آ جانے کے بعد وہان کسی وقت برپا ہوئین "صقلیہ کے حملہ" اور "صقلیہ کی بغاوت" سے تعبیر کیا ہی، حالانکہ وہ سب ممالک اٹلی مین واقع تھے چنانچہ ابن اثیر حوادث سنہ ۳۱۳ھ مین لکھتا ہی،

ولم یزل اهل صقلیة یغیرون	اور اہل صقلیہ ان جزیرون پر جو رومیون کے
علی ما بایدی الروم من جزیرة صقلیه	قبضہ مین تھے یعنی جزیرہ صقلیہ اور قلوریہ
وقلوریه وینهبون ویخربون.	کو لوٹتے اور ویران کرتے رہے،

حالانکہ جیسا آیندہ چلکر معلوم ہوگا سنہ ۳۱۳ھ مین جزیرہ صقلیہ کا ایک چپہ بھی ایسا نہین تھا، جو اسلامی اقتدار مین داخل نہ ہو، اور وہان حکومت بیزنطی قسطنطنیہ کا سکہ روان ہو، اسی طرح ابن عذاری بھی حوادث سنہ ۳۱۳ھ مین لکھتا ہی،

غزا ابو احمد جعفر بن عبید الحاجب بلاد الروم من صقلیہ فافتتح اماکن کثیرۃ منہا مدینۃ واری،	ابو احمد جعفر بن عبید نے صقلیہ کے رومی شہرون پر حملہ کیا، اور بہت سے مقامات فتح کئے، ان ہی مین سے ایک شہر واری ہے،

حالانکہ یہ اچھی طرح معلوم ہے، کہ شہر واری (Oria) جزیرہ صقلیہ مین نہین جنوبی اٹلی مین واقع ہے، اسی طرح جب سنہ ۴۱۶ھ مین نارمنون نے جنوبی اٹلی کے اسلامی مقبوضات پر قبضہ کیا تو مورخین نے اسکو "نارمنون کے حملۂ صقلیہ و سقوطِ صقلیہ" سے تعبیر کیا، اسی طرح جزیرہ برکان جہان کوہِ آتش فشان واقع ہے، صقلیہ سے بالکل الگ مستقل ایک جزیرہ ہی، لیکن مشکل سے کسی عرب جغرافیہ نویس یا مورخ نے اسکو صقلیہ مین نہ بتایا ہو،

حقیقت یہ ہے کہ ان مقامات کو عہدِ قدیم سے صقلیہ سے ایسا گہرا تعلق رہا ہے، کہ جزیرہ کی تاریخ مین ان کا تذکرہ ناگزیر ہو جاتا ہے، چنانچہ صقلیہ کی قدیم تاریخ مین سے ہیکان، سیکل، الیمینس، فنیقی، یونانی، قرطاجنی اور رومیون کے زمانہ مین ان مقامات کی تاریخ کا لگاؤ، ہمیشہ کچھ نہ کچھ قائم رہا، اور اسلامی حکومت سے پہلے یعنی حکومت بزنطی کے دور مین صوبون کے نظم و نسق کے سلسلہ مین ان مقامات مین سے خصوصاً کلبریہ، صقلیہ کا ایک صوبہ قرار دیا گیا تھا، چنانچہ جسٹنائین پنجم (سنہ ۴۱ء، سنہ ۷۷۵ء) کے عہدِ حکومت مین صقلیہ کا گورنر اس صوبہ کی بھی حفاظت کرتا تھا[1]، اس لئے اگر عربون نے بھی مجازاً "ان مقامات پر جزیرۂ صقلیہ کا اطلاق کیا تو کوئی بیجا نہین ہی،

اور یہ کہا جا سکتا ہے، کہ درحقیقت عرب مورخین کے نزدیک صقلیہ نام صرف جزیرۂ صقلیہ کا نہین، بلکہ اسکی وسعت مین وہ تمام جزائر اور جنوبی اٹلی کے وہ سب علاقے شامل ہن، جو صقلیہ کے عربون کے زیرنگین اور زیر اثر رہی، اور اسی لحاظ سے یہ زیرِ نظر کتاب بھی تاریخ صقلیہ کہی جا سکتی ہے،

---

[1] اسٹوری آف دی نیشنس ج ۳۱ دسسلی مولفہ فریمان، ص ۳۵۲،

جغرافیہ طبعی

مساحت

جزیرہ صقلیہ کی شکل قدیم و جدید نقشہ مین

عرب جغرافیہ نویسون نے بطلیموسی نقشہ کی بنیاد پر صقلیہ کی شکل کو مثلث قرار دیکر دو متساوی ساقین اور تین زاویون مین تقسیم کیا ہے، پہلا زاویۂ شمالیہ ہے، جو آبنائے مسینا کے پاس قرار پاتا ہے، دوسرا زاویہ جنوبیہ ہے، جو سرزمین افریقیہ کے سامنے پڑتا ہے، اور اس کے بالمقابل طرابلس الغرب ہی، تیسرا زاویہ غربیہ ہے جہان کوہ آتش فشان واقع ہے، اور جسکو عرب "جبل البرکان" سے موسوم کرتے ہین، عربون کے نزدیک جبل برکان صقلیہ کے زاویۂ شمالی سے جدا ہو کر مغرب مین پڑتا ہے، وہ اگرچہ مستقل ایک جزیرہ ہے لیکن وسعت ملک کے لحاظ سے صقلیہ کے مفہوم مین داخل ہے[1]،

طول البلد و عرض البلد،

بطلیموس نے کتاب الملحمۃ مین اس کا طول البلد ۴۰ اور عرض البلد ۳۵ درجہ قرار دیا ہے، لیکن عرب جغرافیہ دان اسکا طول بلد ۳۵ اور عرض ۳۶ درجہ ۱۰ دقیقہ اور بعض ۳۰ دقیقہ بتاتے ہین[2]،

---

[1] تقویم البلدان ابو الفدا ص ۱۹۳، [2] معجم البلدان ج ۵ ص ۳۷۴ و تقویم البلدان ابو الفدا ص ۱۹۳ وغیرہ،

زمانۂ حال کے نقشہ مین بھی اس کو مثلث نما دکھایا گیا ہے، اور ۱۴ مشرقی طول البلد سے تقریباً برابر حصّون مین تقسیم ہو جاتا ہے، اور زیادہ حصہ ۳۸ شمالی عرض بلد کے جنوب مین ہے، اور جنوبی سرا ۳۶ درجہ اور شمالی ۴۰ درجہ عرض بلد پر پڑتا ہے[1]،

صقلیہ کی قدیم و جدید پیمائش

عربون نے صقلیہ کو ان مختلف زاویون مین تقسیم کر کے ہر ایک کی جدا جدا پیمائش کی تھی، اور اس مین ان کے مختلف بیانات ہو گئے ہین، بعض لوگ ایک زاویہ سے دوسرے زاویہ تک کی مسافت سات شبانہ یوم قرار دیتے ہین اور پھر اسی سے سارے جزیرے کی پیمائش نکالتے ہین، اور کسی نے مرحلون (عربی پیمائش مساوی ۵۲ میل) کی تعیین سے جزیرہ کا طول و عرض بتایا ہے، لیکن بعض جغرافیہ نویس اس سے مختلف رائے اختیار کرتے ہین، مثلاً ابو الفدا پہلے زاویہ کی پیمائش ۶۰۰ سو میل قرار دیتا ہے،

لیکن ان مختلف بیانات کی تطبیق اس وقت تک دشوار ہے، جب تک عربی پیمایشون کے مساحتی حساب کو پیش نظر رکھتے ہوئے، ان سب کو سامنے رکھکر باہم تطبیق نہ دیا جائے، اس لئے ہمارے لئے ان عرب جغرافیہ نویسون کی مختلف پیمایشون مین سب سے آسان پیمائش وہی ہے، جو عربی میل کے حساب مین دی گئی ہے، چنانچہ بکری کے نزدیک جزیرہ کا طول ۷۷۱ میل اور عرض ۵۷۱ میل ہے، اور پھر پورے جزیرہ کا دور ۵۰۰ میل قرار پاتا ہے[2]،

بکری کا یہ بیان قدیم عربی میل کے مطابق ہے، دور حاضر کے اہل فن نے پورے جزیرے کا رقبہ ۹۸۶۰ مربع میل قرار دیا ہے، لیکن یہ اس صورت مین جب کہ وہ چند چھوٹے چھوٹے جزیرے خارج کر دئے جائین، جو اگرچہ صقلیہ ہی سے متعلق ہین، لیکن سطح آب پر اس سے جداگانہ وجود رکھتے ہین یہی وجہ ہے کہ جزیرہ کو موجودہ صوبون مین جسطرح تقسیم کیا گیا ہے، اوسکے رو سے اسمین بعض حصہ اراضی کا اضافہ ہو جاتا ہے

---

[1] انسائیکلوپیڈیا ج ۲۵ ص ۲۰ [2] دیوان صلۃ السمط ابن شباط در اماری ص ۲۱۰،

اور تمام صوبون کے رقبے ملا کر جزیرہ کا مکمل رقبہ ۹۹۳۶ مربع میل قرار پاتا ہے[1]،

زمین کے طبعی حالات

سرزمین صقلیہ کی ہیئت اور سطحِ سمندر سے اس کی بلندی

ساحلِ صقلیہ مغرب جنوب اور مشرقی سمت کے جنوب مین زیادہ تر ہموار واقع ہوا ہے، مشرق کی طرف کسی قدر ڈھالون پتھریلا ساحل ہے۔ البتہ قطانیہ کی حالت اس سے مختلف ہی،

صقلیہ کا ساحل سطحِ سمندر سے بالعموم ہر مقام پر کم و بیش ۵۰۰ میل بلند ہے، لیکن جزیرہ کے وسط کی سرزمین تقریبا ۱۹۰۰ فیٹ بلند ہوگی، اور وسط سے ساحل کی طرف آدمی جیسے جیسے بڑھے گا نشیب مین اوترتا جائیگا[2]،

وسیع میدان اور کوہستانی سلسلے

جزیرہ مین ہر جگہ پہاڑی سلسلون کا ایک وسیع جال پھیلا ہوا ہے، اس لئے سطح کا بیشتر حصہ بلیٹو ہے، عرب جغرافیہ نویس یہان کے پہاڑون کی کثرت کا خصوصیت سے تذکرہ کرتے ہین، لیکن تمام سرزمین کے کوہستانی ہونے کے باوجود یہان کوئی زیادہ بلند پہاڑ نہین ہے، صرف پہاڑیون کے چھوٹے چھوٹے سلسلے پھیلے ہوئے ہین، جسکی وجہ سے صقلیہ بڑے بڑے وسیع میدانون سے محروم ہوگیا ہے، صرف لینتنی (Lentini) اور قطانیہ (Catania) کے عقب مین جانب مشرق ایک وسیع میدان ہے، اور یہی جزیرہ کی اصل جان ہے، اس کے شمال کی طرف بھی مشرقی حصہ مین پہاڑون کا سلسلہ قائم ہے، جو سمندر سے بہت قریب آگیا ہے، اور کسی جگہ اس قدر قریب ہے، کہ سمندر کا کوہستانی ساحل ایک دلفریب منظر پیش کرتا ہے[3]،

---

[1] انسائیکلوپیڈیا ج ۲۵ ص ۲۱، ۲۲، [2] ،، ،، ۲۰، ۲۱، [3] اسٹوری آف دی نیشنس ج ۲۱ ص ۱۷،

دریا یہان کے پہاڑون کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ ان سے پانی کے بیشمار سوتے پھوٹے ہین، جو اپنے سرچشمہ سے نکل کر سرزمین کو دور تک سیراب کرتے چلے گئے ہین، چنانچہ ابن جبیر نے صرف کوہ حامد (ایرکس) کے چشمون کی تعداد ۴۰۰ سو بتائی ہے، اور یہی چشمے یہان کی کاشت کاری کی روح روان ہین، ان چشمون نے ایک دوسرے سے ملکر وادی کی شکل اختیار کر لی ہے، پھر مختلف وادیان ایک دوسرے مین گر گر دریا بن گئی ہین، اور یہ دریا لق ودق میدانون کو سیراب کرتے بحر روم سے جا ملے ہین،

دشت، معادن، حیوانات ونباتات، اسی طرح صقلیہ کے دشت وجنگل، معادن، حیوانات اور نباتات وغیرہ بھی قابل ذکر ہین، لیکن صقلیہ کے پہاڑ دریا، اور ان تمام مذکورۂ بالا اشیاء کا تذکرہ کتاب کی دوسری جلد مین ایک ضمن مین آئے گا، اگر ان سب کی تفصیلات درکار ہون، تو جلد ثانی کی طرف رجوع کیا جائے،

پیداوار ایک مختصر سے جزیرہ مین اس کثرت سے دریا، نہرون اور چشمون کی روانی اس کی زرخیزی کی بہت بڑی دلیل ہے، اور یہی وجہ ہے، کہ صقلیہ اپنے غلون اور پھلون کے اعتبار سے ہمیشہ مشہور رہا، اس کے وسیع میدان، سمندر اور پہاڑون کے درمیان کی نشیبی زمین اور اسکی متعدد وادیان اپنی شادابیون اور زرخیزیون مین مشہور ہین،

صقلیہ اپنی اسی زرخیزی کی وجہ سے اکثر جارحانہ حملون سے روندا گیا خصوصًا رومیون کے عہد مین اس پر قبضہ رکھنے کی سب سے بڑی وجہ اس کے غلہ کے کھیت تھے، چنانچہ رومیون کے عہد مین صقلیہ کا عرف عام "غلہ کا کھیت" تھا، اور لوگون کا عقیدہ تھا کہ گیہون اس جزیرہ کی دیبیون کے عطیہ کے طور پر دنیا مین سب سے پہلے یہین پیدا ہوا[۱]،

---

[۱] اسٹوری آف دی نیشنس ج ۱۳ ص ۱۹،

صقلیہ کا اردگرد

صقلیہ کی اسلامی تاریخ کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس کے اردگرد پر بھی نظر ڈالنا بسا ضروری ہے، صقلیہ کے اردگرد اولاً وہ چھوٹے چھوٹے جزیرے ہین، جو نقشہ مین اسکے قریب قریب اور اسکے اور افریقہ کے درمیان نقطون کی شکل مین نظر آتے ہین، پھر اس کے شمال مین جنوبی اٹلی کا وہ علاقہ ہے، جسکو عرب بلاد قلوریہ اور انجبردہ وغیرہ سے موسوم کرتے تھے، اور جہان اوس عہد مین مختلف خود مختار ریاستین قائم تھین،

عربون کا حملہ بحر روم کے ان جزائر پر جو صقلیہ کے اردگرد اور شمالی افریقہ کے قریب واقع ہین، اوسی وقت شروع ہو گیا تھا جب افریقہ پر بھی فوج کشی شروع نہین ہوئی تھی (فتح قبرس وغیرہ) پھر جب فتح افریقہ کے بعد عربون کے جنگی بیڑے کا مستقر افریقہ قرار پایا، تو صقلیہ کے حملہ کے ساتھ ان مختلف جزائر پر بھی یورشین کی جانے لگین، یہان تک کہ جب صقلیہ مین عربون کے قدم جم گئے، تو ان مین سے اکثر جزائر بھی قبضہ مین آ گئے،

پھر اسی کے ساتھ ساتھ عربی بیڑون نے جنوبی اٹلی کا رخ کیا، اولاً ریو اور طارنت وغیرہ کو زیر نگین کیا، پھر ایک طرف دریائے ایڈریاٹک کو طے کر کے باری پہونچے، اور دوسری طرف نیپلس وغیرہ سے گذر کر جنووا مین داخل ہو گئے، اور یہان تک کہ پاپائے روم کے مقدس شہر کی شہر پناہ کے نیچے اپنے گھوڑے باندھ دئے، اس طرح رفتہ رفتہ جنوبی اٹلی کا تقریباً یہ پورا علاقہ عربی گھوڑون کی ٹاپ سے روند ڈالا گیا،

جزائر بحر روم کے ان جزیرون مین جو تاریخ صقلیہ سے خاص تعلق رکھتے ہین، سب سے زیادہ شہرت و اہمیت مالٹا اور سردانیہ کو حاصل ہے،

مالٹا (MALTA) مالٹا نہایت زرخیز جزیرہ ہے، اس سے صقلیہ کی سب سے قریب جو سرزمین

واقع ہے، وہ اگرینتہ کہی جاتی تھی، دونون کے درمیان ۸۰ میل کا فاصلہ ہے، موجودہ نقشہ مین طول بلد ۱۴ درجہ ۳۰ دقیقہ مشرقی اور عرض بلد ۳۶ درجہ شمالی ہے،

سردانیہ (SARDINIA) یہ جزیرہ بحر روم مین، اندلس، صقلیہ اور کریٹ کے بعد سب سے بڑا ہے، ۲۸۰ میل جنوب سے شمال مین طویل اور عرض ۱۸۰ میل ہے،

ادریسی نے یہان کے تین ممتاز شہرون الفیضہ، قالمرہ، اور قشتالہ کے نام گنائے ہین، جزیرہ مین بہ کثرت پہاڑ ہین، چاندی کی کانین بھی ہین، اور ان کی مستقل تجارت جاری تھی، اس کا موجودہ طول بلد ۹ درجہ مشرقی اور عرض بلد ۴۰ درجہ شمالی ہے،

ان کے علاوہ جو جزیرے صقلیہ سے قریب ہونے کے باعث اوس کے زیر اثر رہے ان مین سے حسب ذیل جزیرے قابل ذکر ہو سکتے ہین،

البہ (Alba) بانوسہ (Pianasc) قبریرہ (Capraja)

لیبرا (Lipari) قرسقہ (Carsica) الفیطنہ (C. Sperhivento)

ملیطہ اور راہب وغیرہ جو نقشہ مین صقلیہ کے اردگرد چھوٹے چھوٹے نقطون کی شکل مین دکھائی دیتے ہین،

اور اسی طرح چند جزیرے افریقیہ اور صقلیہ کے راستے مین ساحل افریقیہ کے قریب واقع ہین وہ قوصرہ، الجربہ، لنبذوسہ اور الکتاب وغیرہ ہین[1]،

جنوبی اٹلی صقلیہ کے شمال کی طرف جنوبی اٹلی کا علاقہ ہے، اس کے اور صقلیہ کے درمیان ۲ میل کی عریض آبنائے مسینا حائل ہے،

---

[1] ان جزائر کا تذکرہ نزہتہ المشتاق ادریسی، اور معجم البلدان یاقوت حموی اور تقویم البلدان ابو الفداء وغیرہ مین تفصیل سے ہے. جن کو نام بنام گنایا ہے، اور ان کے جغرافی حالات تفصیل سے بیان کئے گئے ہین :-

آبنائے میسنا صقلیہ کے جنوبی مغربی آبنائے سے زیادہ گہری ہے، اس کی گہرائی کسی جگہ ۱۵۰ فیدم سے کم نہین ہے[1]،

اس عہد مین اٹلی مین مختلف خود مختار ریاستین قائم تھین، عربون نے اسی مناسبت سے اٹلی کو مختلف حصص مین تقسیم کر دیا تھا، ہمین اس عہد کی تاریخ وجغرافیہ مین ایطالیہ یا اٹلی کے نام سے کوئی حصہ ملک نظر نہین آتا، اسکے بجائے موجودہ اٹلی اور اس کے بعض مضافات عربی جغرافی تقسیم کے لحاظ سے چند جداگانہ حسب ذیل ممالک قرار پاتے ہین،

۱	قلوریہ	Calabria	(کلبریہ)
۲	انکبردہ	Longobardi	(لنگوبرڈا)
۳	رومہ	ROME	(روم)
۴	بندقیہ	Veneziani	(وینس)
۵	انبردہ	Lombardia	(لومبارڈہ)

ان ممالک مین سے دونون اول الذکر ممالک پر اکثر وبیشتر اسلامی حملے ہوئے، اور وہ اسلامی حکومت کے زیر اثر آئے، اور باقی موخر الذکر ممالک پر ایک دو مرتبہ تاختین کی گیئن،

قلوریہ (کلبریہ) جنوبی اٹلی کا وہ سب سے آخری حصہ ہے، جو آبنائے میسنا کے ذریعہ صقلیہ سے جدا ہوتا ہے، اس کا موجودہ رقبہ ۷ ہزار مربع میل ہے، اس کے طول مین اپنینائنس نام پہاڑ کا ایک طویل سلسلہ قائم ہے، جس کی زیادہ سے زیادہ بلندی ۳، ۴ ہزار فیٹ تک ہی، نیز شرقاً وغرباً پہاڑ کا ایک دوسرا سلسلہ ہے، جو اس حصۂ ملک کو دو حصون مین تقسیم کر دیتا ہے، دونون حصے نہایت زرخیز ہین اور نہایت اچھی پیداوار ہوتی ہے[2]

---

[1] انسائیکلوپیڈیا، ج ۲۵ ص ۲۰ [2] ہسٹوریکل جغرافیہ ج ۱ ص ۳۶۴،

عرب جغرافیہ نویس بلادِ قلوریہ کو دو مشرقی و مغربی حصون مین تقسیم کرتے ہین، اور ان دونون حصون مین یہان چند شہر امتیاز رکھتے ہین، جن مین سے اسلامی تاریخ کے لحاظ سے ریو، اور برصانہ خصوصیت سے قابلِ ذکر ہین،

ریو Reggio (ریگیو) صقلیہ کے شہر مسینا کے بالکل مقابل دوسری طرف سرزمین کلوریہ مین لب ساحل آباد ہے ادریسی کی روایت کے بموجب ریو اور مسینا مین صرف ۷ میل کا فاصلہ ہے، شہر کی شہر پناہ قائم تھی، شہر نہایت سرسبز زرخیز اور مدنیت کے لحاظ سے نہایت ترقی یافتہ تھا اور برصانہ Bruzzano (بروزانو) قلوریہ کا دوسرا ساحلی شہر تھا، جو آبنائے مسینا کے مغرب کی طرف آگے بڑھ کر بحر روم کے اوس حصہ مین واقع ہے، جو آج کل ایونین سی (Ionion sea) کہا جاتا ہے،

انکبردہ بلادِ قلوریہ سے مزید جنوب مین جانبِ جنوب مغرب واقع ہے، اس کے ساحلی شہرون مین ایک **طارنت** Taranto (ٹرنٹو) ہے، جس کے نام سے ایک خلیج بھی ایونین سی کے شمال مین آج کل کے نقشہ مین موسوم ملتی ہے، یہ شہر عہد اسلامی مین مدنیت و حضارت کے جملہ لوازم سے آراستہ تھا، شہر کے مغربی حصہ مین ایک اہم بندرگاہ تھی، جسکی وجہ سے اس عہد مین یہ تجارت کی بہت بڑی منڈی بنا ہوا تھا، اور اس کا دوسرا قابلِ ذکر شہر باری ہے، جو آجکل بھی اسی نام (Bari) سے موسوم ہے، جو جنوب مغرب مین ایڈرائٹک سی (ADRIATIC SEA) کا ساحلی شہر ہے، اور عام نقشون مین نظر آتا ہے، یہ عہد اسلامی مین حکومتِ انکبردہ کا صدر مقام تھا، اور اسی مناسبت سے تہذیب و تمدن سے آراستہ تھا، جہاز کے کارخانے وغیرہ قائم تھے،

رومہ، اٹلی کے موجودہ پایہ تخت کے علاقہ کو کہتے تھے، **بندقیہ**، ایڈرائٹک سی کا مشرقی ساحلی علاقہ تھا، اور انبردہ مین اٹلی اور فرانس کی موجودہ سرحد پر مشہور شہر جنیوا واقع تھا[1]،

---

[1] ان مقامات کے مفصل حالات کیلئے نزہۃ المشتاق اور اسکے ایطالوی ترجمہ کی طرف رجوع کرنا چاہیے،

صقلیہ جزائر صقلیہ و ارض کبیر (اٹلی) جو عہد اسلامی میں تھا ماخوذ از نزہۃ المشتاق ادریسی ۵۴۸ھ ۱۱۵۴ع

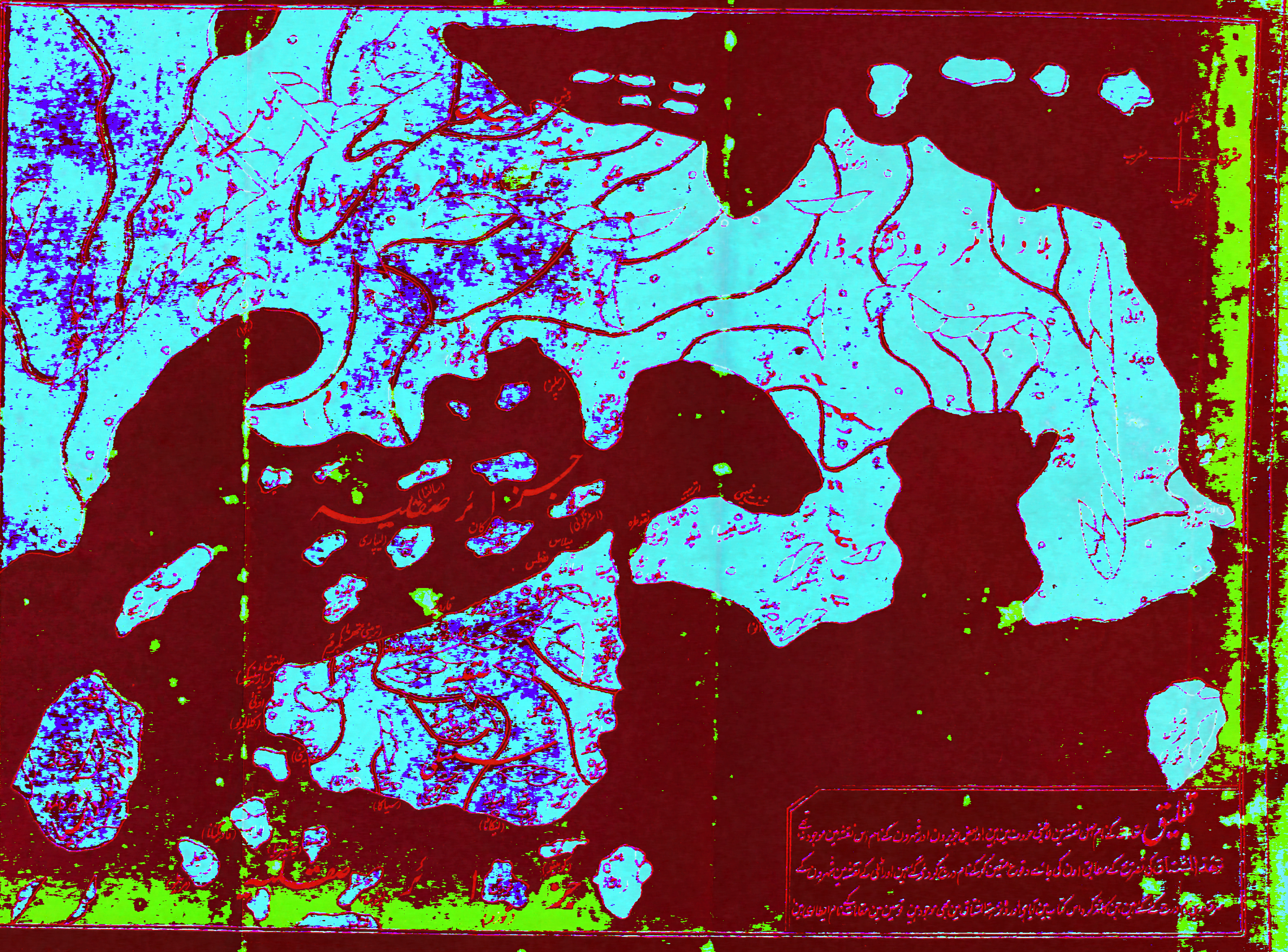

تعلیق حوالے کے نام اصل نقشہ میں لاطینی حروف میں ہیں اور بعض جزیروں اور شہروں کے نام اس نقشہ میں موجود نہ تھے نزہۃ المشتاق کی تشریح کے مطابق ان کی جائے وقوع متعین کر کے نام درج کر دیے گئے ہیں اور اٹلی کے نقشہ میں شہروں کے صرف وہی نام درج کیے گئے ہیں جن کا ذکر اس کتاب میں آیا ہے اور وہ نزہۃ المشتاق میں بھی موجود ہیں۔ قوسین میں مقامات کے نام اطالوی ہیں

شمالی افریقیہ، سسلی، اٹلی و جزائر بحر روم

وینیشیا
اٹلی
آئی اونین سی
سسلی
Scale 1" = 80 miles

جغرافیۂ تاریخی

باشندگانِ صقلیہ

زمانہ قدیم مین سیکان (Sikans) سیکل (Sikels) اور الیمینس (Elymians) قومون نے سرزمین صقلیہ کو وقتاً فوقتاً آباد کیا، پھر فینیقیون (Phoenicians) اور یونانیون (Greeks) کا دور آیا، اس کے بعد رومیون نے اس پر جاہ و جلال کے ساتھ قدم رکھے، پھر سرزمین افریقہ سے عرب و بربر قبائل نے اپنے شمعِ تمدن سے اس سرزمین کو روشن کیا،

سیکان سیکانیون کا دعوی ہے، کہ وہ اس مان بھوم کے حقیقی سپوت ہین، جو اسی سرزمین کے اندر سے نکلے ہین،، اس مین شک نہین کہ سب سے قدیم ترین باشندے یہی ہین لیکن یونانیون کا خیال ہے، کہ یہ اسپین سے آئے ہین اور ممکن ہی، کہ یہ یورپ کی اس غیر آرین قوم کی ایک کڑی ہون جسکی صرف ایک یادگار باسک (Basques) ابتک موجود ہی،

تیکانی سسلی مین کب اور کیونکر آئے تاریخ اس حقیقت کی نقاب کشائی نہ کر سکی، لیکن وثوق سے کہا جاتا ہی کہ سسلی کی سب سے قدیم قوم یہی ہے، جو سب سے پہلے یہان آئی ہے، لیکن یہ ضرور ہی کہ جب بھی آئی ہو اسکی آمد تدریجی طور پر عمل مین آئی ہے،

سیکل یا لاطینی

سیکانیون کے بعد انہی کے مشابہ نام کی ایک دوسری قوم سیکل آتی ہے، اس کی آمد کا زمانہ یونانیون سے تین سو برس قبل یعنی تقریباً گیارہوین صدی، ق، م مین تسلیم کیا جاتا ہے،

سیکل اٹلی سے سسلی آئے، اور ان کی زبان کے اشارات سے پتہ چلتا ہے کہ یہ اٹلی کی مشہور قوم لاطینی (LATINS) کا ایک جزو ہین، اٹلی کی لاطینی قوم تاریخ مین ایک درخشان عہد کی مالک ہے، لیکن سسلی کی اس لاطینی قوم سیکل کو یہان چند ہی دن آئے ہوئے تھے کہ ان پر یونانی مظالم شروع ہو گئے، اس لئے انھین سر اوٹھانے کا موقع نہ مل سکا، البتہ یونانیون کی آمد سے پہلے اونھون نے سیکانیون سے یہان کی زمین خالی کرائی تھی، اس لئے سسلی اسوقت دو حصون مین تقسیم تھا، حصہ مغربی مین سیکان آباد تھے، اور حصہ مشرقی سیکل کے قبضہ و تصرف مین تھا، اور اسی مناسبت سے صقلیہ اس عہد مین سیکانیہ بھی تھا، اور سیکالیہ بھی، مغربی حصہ سیکانیہ اور مشرقی حصہ سیکالیہ کہلاتا تھا،

الیمینس

ان دونون قومون کے علاوہ ایک تیسری قوم بھی اس جزیرہ مین آباد تھی، جو الیمینس کہی جاتی ہے، یہ لوگ شمال مغرب کے دو شہرون مین آباد تھے، اور رومیون کی طرح ان کا بھی دعوی تھا، کہ یہ ٹراوجن کی باقی ماندہ یادگار ہین، گویا وہ اپنے کو کسی خاص ملک اور کسی خاص شہر سے منسوب نہین کرتے،

تاریخ مین ان کا ایسے وقت سے پتہ چلتا ہے، جب یہ فنیقیون اور یونانیون مین ضم ہو چکے تھے اسلئے سسلی مین انکے ابتدائی عہد کا انکشاف ایک عقدۂ لاینحل رہ گیا ہے،

یہی تینون قومین سسلی کے قدیم باشندون کے لحاظ سے تاریخ مین نمایان ہین پھر فنیقی اور اسکے بعد یونانی یہان قدم رکھتے ہین،

فنیقیون کو سسلی کی تاریخ مین اس حیثیت سے نمایان جگہ مل سکتی ہے کہ سرزمین مشرق

The J & K University Library
Acc. No. 19101

نے سرزمین سسلی کی طرف سب سے پہلی مرتبہ انھی سورما بہادرون کو تینون گذشتہ مغربی قومون کے مقابلہ مین اپنا نمایندہ بناکر بھیجا تھا، اور مشرق کے رہنے والون مین انھی کا سب سے پہلا قدم تھا، جو فاتحانہ ارادون کے ساتھ سسلی کے ساحل پر رکھا گیا، یا دوسرے الفاظ مین **صحراے عرب** کا یہ پہلا شتر سوار قافلہ تھا، جو گیارہوین صدی. ق. م مین سسلی کے ساحل پر اوترکر اہلِ مغرب کو تمدن کا درسِ اولین دینے آیا تھا،

امم سامیہ جنھین الہامی زبان مین قوم عاد کہا گیا ہے، مقدس سرزمین عرب سے اوٹھے اور مختلف نامون اور قبائل سے موسوم ہوکر بابل، شام، مصر اور کنعان (فنیقیا) مین پھیل گئے، قوم عاد کی ابتدا ۳۰۰۰ ق م سے شروع ہوتی ہے، جزیرہ نماے عرب جنوب، مغرب اور کسی قدر مشرق مین پانی سے گھرا ہوا ہے، اسلئے مہاجر قومون نے بعض مشرقی اور عموماً شمالی ممالک کی طرف سے اپنے راستے اختیار کئے، یعنی وہ وہان سے اوٹھین، اور بابل، شام اور سینا سے ایران اور شام سے بحر ابیض اور بحر روم ہوکر افریقہ و یورپ کا رخ کیا، چنانچہ وہ جس طرح بابل اور مصر پہونچین، اسی طرح شام اور فنیقیا (کنعان) ہوتے ہوئے قرطاجنہ، کریٹ اور یونان مین داخل ہوئین، اور قریب بارہوین گیارہوین صدی ق م تک ان تمام ممالک مین پہنچ چکی تھین[1]،

پھر فنیقیون کا اصل وطن لبنان اور سمندر کے درمیان کی وہ تنگ زمین قرار پایا جہان کے شہر زیڈن، ٹائیر اور اراواد اپنی قدامت و شہرت مین ممتاز ہوچکے ہین، یہان سے وہ گیارہوین صدی ق م مین ابر و باد کی طرح اوٹھے ہین، اور اپنے تجارتی سلسلہ سے بحر روم کے تمام مقامات پر چھا جاتے ہین، چنانچہ ایک گروہ شمالی افریقہ ہوتا ہوا اندلس پہنچتا ہے، اور اسی سلسلہ مین سسلی مین بھی وارد ہوتا ہے،

---

[1] اسٹوری آف دی نیشنز ج ۱ ص ۱۲ و تاریخ یونان بیوری (مترجمہ اردو جامعہ عثمانیہ ص ۹۲ وغیرہ) فنیقیون کی تفصیل کیلئے دیکھو ارض القران ج ۱ ص ۱۰۷ سے ۱۶۴ تک،

فینیقیون کا پہلا گروہ

لیکن ہمین اس سے بہت پہلے کہ فینیقی افریقہ کے راستہ سے سسلی مین آئین، فینیقیون کی ایک ایسی جماعت کا پتہ چلتا ہے، جو براہ راست زیڈن اور ٹائر سے یہان وارد ہوئی، یہ جماعت سسلی کے مشرقی حصہ مین آباد ہوئی تھی، اس لئے سسلی مین فینیقیون کی آمد کا زمانہ سیکل کے بعد گیارہوین صدی ق، م مین قرار پاتا ہے،

فینیقیون کا دوسرا گروہ

فینیقیون کا دوسرا گروہ اس زمانہ مین آیا جب کہ شمالی افریقہ مین ان کی مشہور آبادی قرطاجنہ کی بنا پڑی تھی جس سے آگے چلکر حکومت قرطاجنہ کی تشکیل ہوئی، اور دنیا کی فاتحانہ تگ و دو مین یونانیون کے مقابل مین صف آرا ہوئی چنانچہ اسی سلسلہ مین فینیقیون کا دوسرا گروہ ؁۴۸۰ ق م مین صقلیہ آتا ہے، اور اپنے قدیم ہم نسل وہم وطن فینیقیون سے تعارض کئے بغیر بالکل ان کے مخالف ساحل پر مغرب مین آباد ہو جاتا ہے،

فینیقیون کے ساتھ بربریون کی آمد،

اور اسی کے ساتھ ہمین اسکو بھی نظر انداز نہ کرنا چاہئے، کہ ان افریقی فینیقیون کے ساتھ ایک کثیر تعداد ان کی ہمسایہ اور محکوم قوم بربر کی بھی آئی، جو حکومت قرطاجنہ سے اشتراک عمل رکھتی تھی،

یونانی

یونانی قوم کے ابتدا سے دو حصے مانے گئے ہین، ایک ڈورین جس کے سرگروہ اہل اسپارٹا ہوئے اور دوسرا آئی اونین جسکی نمایندگی اہل ایتھنز نے کی، اور پھر یہی سب قومین مجموعی طور پر قوم یونانی سے موسوم ہوئین، یون تو یونان اور سسلی کے تعلقات گیارہوین صدی ق م سے بہت پہلے قائم ہو چکے تھے، چنانچہ اس عہد کے یونانی لٹریچر مین سسلی کی سیکل قوم کا جا بجا تذکرہ نظر آتا ہے، اور یہ بھی پتہ چلتا ہے، کہ ان دونون قومون مین غلامون کی تجارت کا سلسلہ قائم تھا لیکن یہ تعلقات ایسی حیثیت نہین رکھتے تھے کہ وہ یونانیون

---

[1] اسٹوری آف دی نیشنس ج ۱۳ و انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا ج ۲۵ ص ۲۰ و تاریخ یونان قدیم سید ہاشمی ص ۳۰ و تاریخ یونان بیوری ص ۲۳ وغیرہ۔

کو سسلی مین وطن پذیر ہونے کی طرف متوجہ کرسکتے اور علاوہ ازین اگرچہ اٹلی کے صوبہ کمپانیا مین ایک یونانی نوآبادی ایک اتفاقی واقعہ سے گیارہوین صدی مین قائم ہوچکی تھی، لیکن اس کے باوجود یونانی جہازون نے آٹھوین صدی ق م سے پیشتر صقلیہ کا رخ نہین کیا،

آٹھوین صدی ق م مین یونانی صقلیہ مین سب سے پہلی مرتبہ قدم رکھتے ہین، اور ۷۳۵ ق م مین ان کی پہلی نوآبادی قائم ہوتی ہے، اسکے بعد جب صقلیہ کی زرخیزی کا فسانہ یونان مین پھیلتا ہے، تو یونانیون کے مختلف خطون سے مختلف مہاجرین گروہ در گروہ، اور انبوہ در انبوہ صقلیہ کا رخ کرتے ہین، اور ایک ہی سرزمین مین مختلف خیال و اغراض کے یونانیون کا اجتماع ہوجاتا ہے، اور اسکی وجہ سے یہان مختلف ماحول اور گردوپیش قائم ہوجاتے ہین،

اور پھر حالات کچھ ایسے پیش آتے ہین کہ صقلیہ مین یونانی باشندون کی باہمی تقسیم مین نسلی وقبائلی حیثیت کے بجائے وطنی امتیاز پیدا ہوتا ہے، اور پھر وطنی امتیازات کے لحاظ سے ایک گروہ دوسرے گروہ سے باہمی اشتراک وتعاون یا معاندت ومخالفت اختیار کرتا ہے،

اسلئے ہمین تاریخ مین صقلیہ کے یونانیون کی باہمی تقسیم ان کے وطن کے انتساب سے نظر آتی ہے، اولاً صقلیہ کے یونانی نوآبادیات مین ہمین دو قسم کے یونانیون کا نمایان فروغ نظر آتا ہے، ان مین سے ایک صوبہ ایبوبیا (Eaboia) کے شہر چالکز (Chalkis) کے باشندے ہین، جو چالکیڈین، (Chalkidian) کہے جاتے ہین، اور دوسرے کارنتھ (Carinth) کے مشہور شہر ڈوریا کے باشندے ہین، جو ڈورین (Dorian) کہلاتے ہین، چنانچہ صقلیہ کی قدیم تاریخ مین یونانی اقوام مین سے انھی دونون قومون کا نمایان حصہ رہا ہے، یہی جماعتین مختلف زمانون مین صقلیہ مین آکر آباد ہوئین اور مختلف زمانون مین مختلف شہر اپنے یونانی شہرون کے نام پر یہان آباد کیے،

چالکیز صقلیہ کے شمال مشرقی علاقہ مین آباد ہوئے، اور ڈورین نے جنوب مشرقی علاقہ مین سیراقیوز کی حکومت قائم کی، ان دونون مین ڈورین زیادہ کامیاب رہے، کیونکہ ان کی توجہ تمام تر صقلیہ پر مرکوز رہی اور چالکیز کی نوآبادی ایطالیہ مین بھی قائم تھی،

اگرچہ یونانی قومون مین انھی دونون جماعتون کو صقلیہ کے آباد کرنے والون کی حیثیت حاصل ہے، چنانچہ عام مورخین یورپ صقلیہ کی صرف انھی دونون یونانی جماعتون کا تذکرہ کرتے ہین، لیکن ان کے ساتھ بعض دوسرے یونانی شہرون کے مہاجرین بھی صقلیہ آئے، نیز بحر روم کے بعض دوسرے جزیرون کریٹ، روڈس وغیرہ کے باشندون نے بھی یہان اقامت اختیار کی لیکن یہ سب کے سب اپنے صوبہ کے لگاؤ سے یا تو چالکیز کی صف مین داخل ہو گئے، اور یا ڈورین کہلائے، ان کا کوئی مستقل وجود قائم نہین ہوا، البتہ ہمین دو دوسری مختصر جماعتون کا کسی حد تک پتہ چلتا ہے، ان مین سے ایک جماعت مگارین ہے، جس نے ایسی مستقل حیثیت اختیار کی، جس سے ہم صقلیہ مین اس کو یونان کی تیسری جماعت کا لقب دے سکتے ہین، یہ یونانی شہر مگارا (Magara) سے آئے تھے اور اسی نام سے صقلیہ مین اپنا شہر آباد کیا تھا، اسی طرح گیلا کے پایۂ تخت روڈ کے مہاجرین کا مستقل وجود بھی نظر انداز کرنے کے قابل نہین ہے، انھون نے بھی اپنے شہر کے نام پر گیلا آباد کیا تھا،

اس طرح صقلیہ مین یونانیون کی چار جماعتین قرار پائین چالکیڈین، ڈورین، مگارین، اور باشندگان گیلا،

صقلیہ کی تمام یونانی تاریخ انھی چار جماعتون کے حالات پر مشتمل ہے،

قرطاجنہ یونانیون کے بعد قرطاجنین کا دور آتا ہے، یہ قدیم فنیقی قوم کی وہ شاخ ہے، جس نے شمالی افریقہ مین آباد ہو کر عالیشان حکومت قرطاجنہ کی بنیاد ڈالی تھی، قرطاجنہ کے مفہوم مین وہ بربری بھی شامل ہین، جو فنیقیون کی معیت مین یہان پہنچے، صقلیہ مین یونانی و قرطاجنی ایک ہی زمانہ مین مختلف

حصون مین آباد رہ کر معرکہ آرائیون مین مصروف رہے،

صقلیہ مین ان دونون قوتون کے تصادم کا اثر یہان کی قومیت پر جو کچھ پڑا وہ یہ تھا کہ ان دونون قومون کی جداگانہ شخصیت کے اعلان کے بعد صقلیہ کی قدیم قومین، سیکان، سیکل، اور الیمینس مجبور ہوگئین، کہ وہ بھی اپنے کو ان دونون مین سے کسی ایک مین ضم کردین، اور اپنی قومیت کو فنا کرکے اپنی انفرادی ہستی کی حفاظت کرین،

چنانچہ جو سیکل اور الیمینس مشرقی حصہ مین آباد تھے، انھون نے تمام وکمال یونانی قومیت اختیار کرلی، صرف چند نشان قومی آپ سے آپ باقی رہ گئے، سیکانیون نے فینیقیون کے دامن مین پناہ لی اور اکثر مقام پر ان مین اور فینیقیون مین کوئی امتیاز باقی نہین رہا، لیکن چند مقام ایسے بھی رہ گئے، جنھون نے اپنے اجتماعی وجود کو قائم رکھا[1]، یہان تک کہ رومیون کی آمد سے صقلیہ کی قومیت مین ایک نئے دور کا آغاز ہوگیا،

رومی رومی اپنے نسلی اعتبار سے کیا تھے، یہ روایت اور قصص کے پردہ مین مستور ہے، مورخین نے جہان تک نقاب کشائی کی ہے اس لحاظ سے رومیون کے نسلی اجزا مین یورپ کی چند قومون، سیکل، یونان، اہل ٹروریا، لیگیوری، وینیٹی، اور گال کا سراغ لگتا ہے، اور اگر یونان کے تاریخی قصص کو نظر انداز کردیا جائے، تو رومی روایات کے رو سے رومیون کی اصل صرف صقلیہ کی نسل سیکل قرار پاتی ہے، اور یونانی روایات کی رو سے بھی ایطالیہ وصقلیہ کی آبادیان تقریبًا متحد الاصل قرار پاتی ہین، چنانچہ ڈبلو، اے ہیٹ لینڈ مولف تاریخ جمہوریت روما لکھتا ہے:-

> اس خیال کی تائید یونانی مبصرین کے اس قول سے بھی ہوتی ہے، کہ جزیرہ نما کی اطالی قوم اور جزیرہ سسلی کی سیکیلی قومون مین مماثلت تھی، اس کے علاوہ یونانی روایات مین

---

[1] اسٹوری آف دی نیشنس ج ۱ ص ۴۳ تا ۴۶ و تاریخ یونان بیوری ص ۸۹ ، و انسائیکلوپیڈیا ج ۲۵ ص ۲۱

بیان کیا گیا ہے کہ قوم سکیلی پہلے جزیرہ نما مین آباد تھی اور وہان سے ترک وطن کرکے سسلی چلی گئی،[۱]

بہر حال وہی سکیل جنھون نے کبھی صقلیہ مین آکر اسکو آباد کیا تھا، اب جدید قوم بن کر صقلیہ کی طرف دوبارہ رخ کرتے ہین، اور جسطرح اسوقت صقلیہ کی سکیل جماعت مختلف اجزاے نسل کو قبول کر چکی ہے، اسی طرح ایطالیہ کے یہ سکیل مختلف اجزا سے ترکیب پاکر رومی کہلاتے ہین،

رومی اگرچہ مختلف جماعتون اور قبیلون رامنیز، ٹی ٹی ایز، اور لگریز مین تقسیم تھے،[۲] لیکن صقلیہ مین وہ قیام حکومت کے بعد محض "رومی" قوم کی حیثیت سے روشناس ہوتے ہین، جس کا امتیاز نسلی وجماعتی تفریق کے بجائے وطنی تفریق پر قائم تھا، اور انھون نے ہمیشہ اسی امتیاز کو تقویت پہنچائی،

چنانچہ صقلیہ کے عہد رومانی مین جزیرہ مین ایک طرف رومی تھے، اور دوسری طرف جزیرہ کے تمام باشندے، اور ان دونون گروہون کے جداگانہ حقوق وامتیاز سے مستقل وجداگانہ قوم کی بنا پڑ گئی، رومیون کے تمام قبیلے بغیر کسی تفریق کے رومی کہے جاتے تھے، اور قدیم باشندون مین چونکہ یونانیون کو اکثریت حاصل تھی، اس لئے اب رومیون کے علاوہ تمام اقوام کو یونانی کا خطاب دیدیا گیا، چنانچہ مسٹر فریمان لکھتے ہین،

> "یونانی اور سکیل مین جو فرق رہ گیا تھا، وہ رفتہ رفتہ زائل ہو گیا تھا، فنیقی شہر بھی یونانی ہو گئے یہان تک کہ سسرو کے عہد مین سسلی کی تمام آبادی یونانی کہی جاتی تھی"[۳]

رومانی عہد مین ایک جدید قوم غلامون کی تشکیل،

لیکن پھر اسی عہد مین صقلیہ کے سیاسیات کے ماتحت ایک جدید قوم کو بھی فروغ ہوتا ہے، جسکو تاریخ مین غلام کے نام سے موسوم کیا گیا ہے، غلام زیادہ تر

---

[۱] تاریخ جمہوریت روما (اردو) ج ۱ ص ۱۸، باب قومیات، [۲] تاریخ روما ج ۱ ص ۲۰، [۳] اسٹوری آف دی نیشنس ج ۳۱ ص ۳۲۴۔

جنگون کے وہ قیدی تھے، جو مختلف ممالک سے گرفتار کر کے لائے جاتے، یا جہازون کے وہ مسافر تھے جنھین گرفتار کر کے ان کی گردن مین طوقِ غلامی ڈالدیا جاتا تھا، اور رومی مالکون کے ساتھ یا اون کے ہاتھون سے صقلیہ کے یونانی زمیندارون کے ہاتھ فروخت ہو کر صقلیہ پہنچے تھے،

صقلیہ کے ان غلامون مین ایشیا، افریقیہ، اور یورپ کی مختلف نسل و قوم کے افراد تھے، جنھون نے صقلیہ کے ماحول مین اپنی قومیت و وطنیت کے انتساب کو ترک کر کے اپنی مخصوص جماعت کی بنیاد ڈالی اور رفتہ رفتہ اس قدر شوکت و عظمت حاصل کی، کہ جزیرہ مین حکومتِ روما کے خلاف بغاوت کر کے اپنی حکومت کا اعلان کر دیا، اور ایک سے زیادہ مرتبہ ان کی حکومت کی تشکیل ہوئی،

ہمین صقلیہ کے ان غلامون کی جماعت مین **شامی عرب** کو فراموش نہ کرنا چاہیے، غلامون کی بغاوت عربی خون کے گرم قطرون کی سرگرمی کا ایک مظہر تھی، یونیس (یونس؟) جس نے غلامون کی بغاوت مین حکومت کی، **شام** ہی کا رہنے والا تھا، اور جو باندی اس کی ملکہ کہلائی وہ بھی ایک **شامی شہزادی** تھی[1]،

یونانیون کا رومی بنانا

اس کے بعد صقلیہ مین ایک جدید طرزِ حکومت رائج کرنے سے یہان کی قومیت مین بھی ایک انقلاب رونما ہوا، اب تک رومی اور یونانی دو جداگانہ قوم تھین، لیکن اب یونانیون کا ایک حصہ رومیون کی صف مین جا ملتا ہے، حکومتِ روما نے صقلیہ کے چند شہر ٹارمینی، کٹانیا، تھرما اور تندرس مین خالص رومیون کو آباد کیا، اور گویا یہ شہر صقلیہ کے حکمران باشندون کے مسکن تھے، اور انھین اسی حیثیت کے حقوق و امتیاز حاصل تھے، اور پھر جب ان شہرون کا تفوق و امتیاز تسلیم کر لیا گیا، تو صقلیہ کے چند دیگر شہر مسینا وغیرہ کو جہان کہ خالص یونانی آباد تھے، انھی رومی شہرون کے ہم رتبہ تسلیم کیا گیا، اور انھین یہ حق عطا کیا گیا کہ وہ بھی اپنے کو رومی لقب سے سرفراز کرین،

---

[1] اسٹوری آف دی نیشنس ج ۲۱ ص ۳۲۴، ۳۲۶-۳۲۸،

اس حکمتِ عملی سے رفتہ رفتہ یہان کے بہت سے شہر رومی قرار پا گئے، ان کا علاقہ رومی تھا، ان کے حقوق رومی تھے، ان کے امتیازات رومی تھے، اسلیئے یونانی بھی بصد فخر اپنے کو رومی تصور کرنے لگے، اور حکومتِ روما اور عام باشندگانِ صقلیہ ان کو خالص رومی سمجھنے لگے،[1]

صقلیہ مین چند جدید اقوام کا داخلہ

رومیون مین عیسائیت کے فروغ کے بعد جب کہ تمام رومی عیسائی ہو چکے تھے سنہ ۲۷۶ء مین یورپ کی ایک نئی قوم صقلیہ آتی ہے، جو فرینکس (   ) کہی جاتی ہے، اور اس کے بعد مختلف زمانون مین ٹیوٹانک (   ) گال یا گاتھک (   ) اور ونڈل (   ) وغیرہ مختلف قومین، صقلیہ آئین، اور انکی نسل کو بھی یہان فروغ حاصل ہوا، ان مین سے اکثر قومین رومیون کے نزدیک باربرین یعنی بربری و وحشی قومون مین شمار کیجاتی تھین،[2]

ان قومون نے صقلیہ مین سیاسی لحاظ سے ایک جداگانہ حیثیت اختیار کر لی، اور اب صقلیہ کے یونانیون کے رومی ہو جانے کے باوجود مختلف قومون کے امتیازات کا پیدا ہو جانا ممکن تھا، لیکن حکومتِ روما نے اس سے پہلے رومی حکومت کے قیام و بقا کیلیئے رومی قومیت کے فروغ کیلیئے ایک دلچسپ طرزِ عمل اختیار کر لیا تھا، یعنی شہنشاہ اینٹونٹس (سنہ ۲۱۱ء سے سنہ ۲۱۷ء) کے عہدِ حکومت مین صقلیہ مین رومی و غیر رومی کا فرق اٹھا کر سب کو رومی تسلیم کر لیا گیا، اور صقلیہ براہ راست رومی حکومت کا ایک جزو مشترک بنکر مرکزی حکومتِ روما مین برابر کا شریک ہو گیا،

وحدتِ قومیت

اس لئے اگرچہ صقلیہ کے سیاسیات مین بہت سے مدوجزر آئے، لیکن قومی حیثیت سے ہر باشندہ صقلیہ گو وہ کسی نسل، قوم اور وطن سے تعلق رکھتا ہو، رومی تھا، اس واحد لقب سے قومون کے تمام قومی امتیازات مٹ گئے، اب سب کے لئے طغرائے امتیاز صرف ایک لقب رومی قرار پا گیا،

---

[1] اسٹوری آف دی نیشنس ج ۱ ص ۳۴۰، [2] اسٹوری آف دی نیشنس ج ۱ ص ۲۴۲، ۲۴۵، ۲۴۷،

لیکن وحدتِ قومیت کا یہ شیرازہ زیادہ دنون تک قائم نہ رہ سکا، اور جب صقلیہ مین عیسائیت کو فروغ ہوا تو قومی عصبیت کے بجائے مذہبی عصبیت اور مذہبی تفوق و امتیاز کا دور شروع ہو گیا، اب اگرچہ صقلیہ مین نہ سیکان تھے، نہ سیکل نہ ایلیمنس تھے، نہ فنیقی، نہ یونانی تھے، اور نہ قرطاجنی، لیکن اب عیسائی و غیر عیسائی کی تقسیم شروع ہو گئی، رومی وہی تھے، جو عیسائیت کے پیرو تھے، اس لئے صقلیہ مین پھر ایک غیر رومی جماعت قائم ہو گئی، جو غیر عیسائیون پر مشتمل تھی، چنانچہ فریمان لکھتا ہے :-

> "لوگ زیادہ تر کیتھولک مذہب کے پیرو عیسائی تھے، چند لامذہب تھے، کچھ یہودیت پر قائم، اور چند ایسے بھی تھے جنھون نے اب تک عیسائیت قبول نہین کی، یعنی بت پرست یونانی تھے[۱]"

اسرائیلی

یہی وجہ ہے کہ ہمین اس عہد مین صقلیہ مین ایک الگ قوم اسرائیلی (یہودیون) کے وجود کا پتہ چلتا ہے، اگرچہ انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا کے مقالہ نگار نے یہودیون کو عہد اسلامی کے بعد نارمنون کے دور مین صقلیہ مین داخل کیا ہے[۲] اور صرف ایک امکانی شکل یہ بتائی ہے کہ یہ پہلے سے موجود ہون، لیکن یہ صحیح نہین ہے! اولاً نارمنون سے پہلے عہد اسلامی مین صقلیہ مین ان کے موجود ہونے کی بکثرت شہادتین موجود ہین، اسکے علاوہ مسٹر فریمان نے پوپ گریگوری اعظم (۵۹۰ء سے ۶۰۴ء تک) کے چند ایسے خطوط کا تذکرہ کیا ہے، جن سے پتہ چلتا ہے، کہ رومیون کے عہد مین صقلیہ مین یہودی آباد تھے، اور کلیساؤن پر جو جائدادین وقف تھین انکے بیشتر زمیندار یہی یہودی تھے[۳]

مسلمانون کے داخلے کے وقت، قدیم باشندگان صقلیہ کی باہمی تقسیم

ان حالات سے اندازہ ہوا ہوگا کہ جب صقلیہ مین عربون کا ستارۂ اقبال طلوع ہوا، اس وقت باشندگان صقلیہ کی قومیت کے نسلی و وطنی امتیازات

---

[۱] اسٹوری آف دی نیشنس ج ۱۲ ص از ۲۴۳ لغایت ۲۴۷ [۲] انسائیکلوپیڈیا ج ۲۵ سسلی [۳] اسٹوری آف دی نیشنس ج ۳۱ ص ۲۵۱

فنا ہو چکے تھے، اور ایک ایسے دور سے گذر رہے تھے، جب کہ ان مین امتیازات کا سارا دارومدار عیسائی وغیر عیسائی پر تھا، وہ عیسائی بننے سے پیشتر رومی بن چکے تھے، اور جب حکومتِ روما نے عیسائیت قبول کی، تو گویا تمام رومیون نے عیسائیت قبول کرلی، اس لئے اسوقت صقلیہ کا ہر باشندہ ”رومی عیسائی“ یا صرف ”غیر عیسائی“ تھا، یہی وجہ ہے کہ عام عرب مورخین صقلیہ کے تمام قدیم باشندون کو بغیر کسی تفریق و امتیاز کے ”قدیم باشندگانِ صقلیہ“ سے موسوم کرتے ہین، اور حکومتِ روما کی اصطلاح کی پیروی کرتے ہوئے تمام باشندگانِ صقلیہ کو ”روم“ اور ”رومی“ کا لقب دیتے ہین، اور اگر کبھی تفریق و امتیاز کی نوبت آتی ہے، تو عام عیسائیون کو ”رومی“ بت پرستون کو ”یونانی“ (کہ انھون نے مذہب عیسائیت قبول نہین کیا، اور اپنے آبائی مذہب پر قائم رہے، اس لئے وہ رومیون کی جماعت سے بھی خارج ہوگئے، کہ ہر رومی کا عیسائی ہونا اب شرطِ اولین ہے،) اور یہودیون کو ”یہودی“ کہتے ہین، کہ اس وقت تمام قدیم باشندگان صقلیہ انھی رومی یونانی اور یہودیون پر مشتمل تھے،

مسلمان صقلیہ میں قومیت کی یہی تقسیم تھی کہ سنہ ۳۲ھ مین مسلمانون کا سب سے پہلا قافلہ معاویہ بن حدیج کی سرکردگی مین صقلیہ پہنچا، جو حجاز و عرب کے شریف قبیلون کے ممتاز افراد پر مشتمل تھا، اس جماعت مین بعض صحابہ تابعین و تبع تابعین کی ایک کثیر جماعت شامل تھی، لیکن ان مین سے کوئی یہان اقامت گزین نہین ہوا،

اس کے بعد ڈیڑھ سو برس تک عربون کے مختلف قافلے آئے، جن مین عرب کے مختلف ممتاز شرفا قبائل افریقہ کے بربر اور موالی کے افراد تھے، اور صقلیہ مین قیام کرکے صقلی کہلائے، ان کی نسلی و قبائلی تقسیم کی تفصیل جلد دوم مین آئے گی،

صقلیہ کی آبادیان

صقلیہ کی آبادیون کی تخطیط و بنا مین اس کے جغرافی و تاریخی حالات کو خاص دخل ہے، تاریخ صقلیہ کی سرگذشت کا پتہ جسقدر چل سکا ہے، اس کے لحاظ سے وہ ہمیشہ دو متضاد و متخالف ملکون، قومون اور مذہبون کی آماجگاہ نظر آیا، اس کی سرزمین پر ایک ہی وقت کبھی دو، کبھی تین تین قوتین اپنی عظمت و شوکت کا سکہ جمائے رہین، خصوصاً وہ مشرق و مغرب کی معرکہ آرائیون کا ایک ایسی رزم گاہ رہا ہے، جہان ان دونون کی کشمکش ہمیشہ کسی نہ کسی شکل و صورت اور نام سے جاری رہی،

اور چونکہ وہ سب طاقتین اپنے عہد مین دنیا کی عظیم ترین با اقتدار طاقتین تھین، اس لئے انھون نے اس مختصر جزیرہ کی مملوکہ سرزمین کی حفاظت کے لئے ہمیشہ ایسی جنگی تیاریان رکھین، جو دنیا کے بڑے بڑے ممالک کی حفاظت و بقا کے لئے کیجاتی ہین، کیونکہ اس جزیرہ کا زوال اپنے جغرافی جاے وقوع کے لحاظ سے ہر دو حکومتون کی سلطنت کے عروج و زوال کا مقدمہ سمجھا جاتا تھا کہ اگر فینیقیون نے اس پر کامل اقتدار حاصل کر لیا، تو گویا سلطنت یونان کے تباہ و برباد کرنے کا راستہ صاف ہو گیا، اگر رومہ نے اس جزیرہ مین قرطاجنہ کو مغلوب کر لیا، تو گویا سلطنت قرطاجنہ کے زوال کا دروازہ کھل گیا، اس لئے یہ جزیرہ گویا مشرقی و مغربی حکومتون کا سرحدی مورچہ تھا، جہان ہر طاقت اپنے اپنے مورچہ کی کامل حفاظت نہایت ہوشیاری اور مستعدی کر رہی تھی،

ان وجوہ سے جزیرہ کے چپہ چپہ پر جابجا بیشمار قلعے، فوجی چھاونیان اور بارکین تعمیر ہوگئین جنمین سے بعض کی آبادی مین رفتہ رفتہ اتنی ترقی ہوئی، کہ وہ قلعے اچھے خاصے شہر بن گئے، اسلئے

ہمین صقلیہ مین قدم قدم پر فوجی استحکام نظر آتے ہین، اور وہان مشکل سے کوئی ایسی آبادی ملیگی، جو کسی نہ کسی مستحکم قلعہ کے زیر سایہ آباد نہ ہو، اور یہی وجہ ہے کہ یہان کی اکثر آبادیون کو عربون نے "حصن" "معقل" اور "قلعہ" وغیرہ کے انتسابون سے موسوم کیا ہے،

چنانچہ صقلیہ کی عام آبادیون مین دیہی طرز زندگی نظر نہین آتا، لوگ عہد قدیم سے شہرون مین رہنے کے عادی ہین، اور یہی دستور آج تک چلا آتا ہے، کیونکہ آغاز عہد سے یہان کی آبادیان جنگی نقطۂ نظر سے قائم کی گئین، لوگ مستحکم قلعون کی پناہ مین یکجا زندگی بسر کرتے، اور ایک ہی جگہ ان کی ضرورت کا تمام سامان مہیا ہوتا، قرب جوار کی آراضی مین دن کے وقت زراعت کرتے، اور شب مین قلعون کے دروازے بند کرکے آرام کرتے، اور جب وقت آجاتا تو ساری آبادی کی آبادی جمع ہوتی، اور فوج کا ایک دستہ مرتب ہو کر میدان جنگ مین آجاتا،

یہان اس طرز زندگی کی ابتدا یہان کی قدیم قوم سیکان و سیکل کے عہد سے ہوتی ہے، ان کے عہد کی تمام آبادیان مستقل شہر کی حیثیت رکھتی تھین، اور ان کی ایک اہم خصوصیت یہ بھی تھی، کہ ان کے تمام شہر پہاڑون کی چوٹیون پر آباد تھے، جس کی وجہ سے وہ بری و بحری حملون سے محفوظ رہتے تھے، ان قدیم قومون کے یادگار شہر اوس وقت سے عہد اسلامی تک آباد رہے، اور جن مین سے بعض آج بھی آباد ہین خصوصاً سیکل کے متعدد مقامات کا صقلیہ کی اسلامی تاریخ مین ایک خاص حصہ رہا ہے،

سیکان اور ایلیمنیس کی یادگارین

ہمین سیکان اور سیکل کی یادگارون مین سے سیکانی یادگارون کا پہلے پتہ دینا چاہیے، لیکن افسوس ہے کہ وہ کچھ زیادہ اہم نہین ہے، سیکانی عہد کے صرف دو شہرون کا پتہ چلتا ہے اور یہی دونون ایلیمنیس کی عظمت رفتہ کی بھی یاد دلاتی ہین، یہ دونون مقام ایرکس (   ) اور سجستا (   ) ہین، اگرچہ پہاڑون کے یہ نام باقی رہ گیے لیکن

ان کی آبادیان اسلامی عہدِ حکومت تک ویران ہو چکی تھین،

سیکل کی قدیم آبادیان سیکل کی قدیم آبادیون مین ایک مشہور آبادی اگیریم (agyrion) ہے، جو بعد مین سین فلیپو (San filippo) کہلائی، اور عربون نے اسکو اپنے لب ولہجہ مین شنت فیلب کہا، اور اب سنت فلیپو اور ارگیرو (argiro) دونون کہی جاتی ہے، اسی طرح ایک دوسری آبادی سنٹوریپا (centuripa) ہے، اسی کو عہد اسلامی مین شنتورب کہتے تھے، یہ پہاڑی پر آباد ہے اور آج کل اس کو سنتوربی (Centorbi) کہا جاتا ہے،

صقلیہ کی ان دونون قدیم آبادیون کے ساتھ یہان کی قدیم دیبی کی قیام گاہ ہینا (HENNA) کا تذکرہ کرنا بھی ضروری ہے، یہ مقام زمانہ دراز تک صقلیہ کی روحانی تسکین کا ذریعہ رہا ہے، یہ پہاڑی پر ایک مستحکم قلعہ کی شکل مین آباد تھا، عربون نے "قصر" کے اضافہ کے ساتھ اس کو "قصر یانہ" سے موسوم کیا، اور اب یہی عربی نام بدل کر کسٹرم یوہنی (Castrum johanni) سے نامزد ہے، عہدِ اسلامی مین اسکو نمایان حیثیت حاصل رہی،

ساحلی مقامات مین سے سیکل کی اہم یادگار (Cephaloedium) تذکرہ کے قابل سمجھی جاتی ہے، عربون نے اس کو شفلودی کے نام سے موسوم کیا، اور بعض جغرافیہ نویس جفلودی بھی لکھتے ہین، اور یہی موخر الذکر نام ابھی تک شفلو (Cefalu) کے تلفظ مین باقی رہ گیا ہے، یہ ساحل پر آباد ہے، اور جہاز کا بہترین بندر ہے، اس کی فصیل کی دیوارین سمندر سے ملی ہوئی ہین،

فنیقی نوآبادیان فنیقیون کا جو گروہ ٹائر اور زیڈن سے آیا تھا، وہ مشرقی صقلیہ مین آباد تھا، لیکن مشرقی حصہ کی ان نوآبادیون کے متعلق یہ نہین کہا جا سکتا، کہ انکی حیثیت محض تجارتی کوٹھیون کی تھی، یا انھون نے متوطن ہو کر بود و باش اختیار کر لی تھی،

بہرحال وجسطور پر بھی آباد تھے یونانیون نے اس حصہ کو انسے بہت جلد خالی کرا لیا، اوران کو قرطاجنی فینقیون کی سرزمین مین چلا آنا پڑا، جو صقلیہ کے مغربی حصہ مین آباد تھے،

مغربی حصہ کی فینقی نو آبادیون مین تین مقام موٹیا (Motya) سولس (Soloeus) اور پنرمس (Panormos) اہم حیثیت رکھتے ہین،

موٹیا صقلیہ مین فینقیون کی سب سے پہلی نوآبادی ہے، صقلیہ کے فینقیون کو یہان کی اسلامی حکومت کے مانند شمالی افریقہ سے گہرا تعلق رہا ہے، یہ صقلیہ کی ایسی سرزمین پر قائم کی گئی تھی، جو افریقہ سے سب سے قریب تر ہو سکتی تھی، یہ وہان کے مشہور مرسی علی کے شمال مین ایک مختصر جزیرہ کی صورت مین قائم تھی، اور صقلیہ اور قرطاجنہ کے تمام تعلقات کا مرکزی مقام تھی، لیکن یہ عربون کے پرچم اقبال کے بلند ہونے سے بہت پیشتر کارتھج کے عہد حکومت چوتھی صدی ق م مین ویران ہو گئی، اور اسی کے قریب جنوب مین ایک نیا شہر لیلیبان (Lilybaeum) کے نام سے آباد ہوا، جو صقلیہ کا سب سے آخری مغربی نقطہ ہے، لیلیبان اس وقت سے عربون کے عہدِ حکومت تک آباد رہا، عربون نے اس کو مرسی علی کے نام سے موسوم کیا، جو اب مرسلا کہا جاتا ہی، موٹیا کی فینقی دیوارون کے کھنڈر آج بھی اپنی عظمت کو یاد دلاتے ہین،

سولس صقلیہ کے شمالی حصہ مین ایک ایسے موقع پر لب ساحل واقع ہے، جہان ساحل کا بہاؤ ایک چکر کاٹ کر گھوم جاتا ہے، اور اس سے مشرق مین ایک خلیج بن جاتی ہے، اسی خلیج کے پچھلے ساحل پر ایک پہاڑی کے اندرونی حصہ مین ایک شہر آباد ہے، جو اپنی جائے وقوع کی مناسبت سے سیلا (Sela) یعنی چٹان،، کہا جاتا تھا، اور اس کا یہی نام مقدس صحیفۂ زبور مین بھی آیا ہے،

پھر اس کے نام مین تغیر ہوتا گیا، اور مختلف زمانون مین سولکس (SOLOUS

سولنٹم (Soluntum) اور سولنٹو (Solunto) سے موسوم ہوا، یہ شہر فنیقی عہدِ حکومت کا نہایت مستحکم اور کارآمد قلعہ رہا ہے، جسکی مدافعانہ لڑائیون اور یونانیون کے جارحانہ حملون کا اسی مین بیٹھ کر مقابلہ کیا،

پنرمس فنیقی نوآبادیون مین سب سے اہم نوآبادی ہے، جو صقلیہ کی دونون مشرقی قومون فنیقیون اور عربون کے عہد مین سب سے بڑا مرکزی مقام اور صقلیہ کا دارالحکومت رہا ہے، لیکن فنیقی ہونیکے باوجود اس کا فنیقی نام معلوم نہ ہوسکا، یونانیون کے زمانہ مین پنرمس کہا جاتا تھا، اور غالباً اسی وجہ سے ہولم نے اسکو یونانی نوآبادی قرار دیا ہے، لیکن محققین نے اس کے نظریہ کو تسلیم نہین کیا،

یہ صقلیہ کے شمالی ساحل پر اپنی جائے وقوع کے لحاظ سے نہایت دلفریب منظر رکھتا ہے، کوہ سولورس اور بیگلرمنو کے درمیان ایک زرخیز میدان ہے، جو گولڈن شلا (سنہری کوڑی) کہا جاتا ہے، یہان سمندر ایک خلیج کی شکل مین دو شاخہ ہوکر اندر کی طرف چلا آیا ہے، اور پنرمس اسی جگہ دائین بائین سمندر کے تھپیڑے کھاتا ہوا زمانہ قدیم سے صدہا طوفانِ حوادث کے حملون کے باوجود کھڑا ہوا ہے،

عربون کے عہدِ حکومت تک اسکی جغرافی حیثیت یہی قائم رہی، لیکن بعد کو حالات بدل گئے، سمندر نے اپنی دونون شاخون کو سمیٹ لیا، شہر کی آبادی بھی کچھ ہٹ گئی ہے، اور اسی لئے اس کا بندرگاہ بہ نسبت پہلے کے شہر سے کافی دور پڑ گیا ہے، عربون نے اسی کو بلرم کہا اور یہی ان کا دارالحکومت تھا، جس کے مفصل حالات جلد دوم مین آئین گے،

یونانی نوآبادیان

یونانی نوآبادیون کی ابتدا ایک اتفاقی واقعہ سے شروع ہوتی ہے، آٹھوین صدی ق م مین سمندر کی موجون کا ستایا ہوا ایک جہاز صقلیہ کے ساحل سے آلگتا ہے، یونانی شہر ایبویا کے شہر چالکی کا ایک باشندہ تھیوکلیز اوس جہاز سے اترتا ہے، اور وطن واپس جاکر اس زرخیز زمین کے حالات بیان کرکے نوآبادی قائم کرنے کا مشورہ دیتا ہے، چالکی کی شہری حکومت اسی کو سرگروہ

بنا کر ایک جہاز بھیجتی ہے، اور یہ یونانی جماعت ۷۳۵ سنہ ق م مین صقلیہ مین توطن پذیر ہونے کیلئے سب سے پہلی مرتبہ قدم رکھتی ہے،

تھیوکلیز کے ہمراہی کچھ شہر چالکی اور کچھ نیکسوز کے باشندے تھے، دونون کو پاسِ وطن تھا، صقلیہ کی پہلی نوآبادی نیکسوز کے نام سے قرار پائی، اور اس کا دار السلطنت چالکی مقرر ہوا،

نیکسوز:- مشرقی ساحل پر ایک ایسی سرزمین پر قائم کی گئی جسنے کوہ اٹنا کے لاوے سے جزیرہ نما کی شکل اختیار کر لی تھی، آبادی کے سامنے ٹاروز کی سبزپوش پہاڑی کھڑی تھی، جہان بعد مین اس کے دامن مین ٹارومنیا آباد ہوا، پھر اس سے کچھ الگ مشہور یونانی دیوتا ارکیگیٹیز (یعنی شروع اور رہنمائی کرنے والے) کی قربان گاہ کی بنا پڑی، اور یہ آبادی اسی نام سے موسوم ہوئی، یہ سب سے پہلا یونانی معبد تھا، جسکو بہت جلد تمام یونان کی مرکزی عبادتگاہ کی حیثیت حاصل ہوگئی، لیکن تین برس سے زائد نہین گذرنے پائے تھے کہ سمندر کی دیوی نے اس دیوتا کو اپنے آغوش مین لیلیا،

سیراکیوز:- صقلیہ کو یونانی سیاحون کے قدم سے اب تک فنیقیون نے بچایا تھا، جنھون نے حملہ آورون کی تخویف کیلئے اس کے متعلق طرح طرح کی افواہین مشہور کر رکھی تھین، لیکن جب یونانیون کی ایک نوآبادی قائم ہوگئی، تو سرزمین یونان مین اس کی سرسبزی، زرخیزی، اور بآسانی مغلوب ہوجانے کی داستانین اس کثرت سے پھیل گئین، کہ یونانی نوآبادکارون کی آمد کا ایک تانتا بندھ گیا، چنانچہ پہلی نوآبادی قائم ہونے کے دوسرے ہی سال ۷۳۴ سنہ مین یہان ایک ایسی یونانی آبادی کی بنا پڑی، جس کو عہدِ تعمیر سے عہدِ اسلامی تک صقلیہ کی تاریخ مین ممتاز جگہ حاصل رہی،

سیراکیوز سرزمین صقلیہ سے الگ ایک مستقل جزیرہ کے نشیب مین جزیرہ ارٹیگیا کے قریب آباد کیا گیا، ان دونون جزیرون کو ایک غیر مستقل پل (Mole) کے ذریعہ ملا دیا گیا، جزیرہ کی آبادی شمال سے جنوب مین ہے، مغرب جانب جزیرہ نمائے پلیمی رئین ہے، ارٹیگیا، اور سیراکیوز کا ایک تنگ دہانہ بہترین

بندرگاہ کے کام مین لایا گیا، یہ دہانہ بحیثیت بندر کے بہت بڑا اور بحیثیت خلیج کے بہت چھوٹا ہے، پھر جزیرہ کے شمال مین ایک مختصر سا بندرگاہ ہے، اسکی وجہ سے سیرکیوز دو شاخون مین تقسیم ہو جاتا ہے، اور بندر کے کسی قدر شمال مین ایک لمبی پہاڑی مشرقی سرے پر کھڑی ہے، جس کا مشرقی سر سمندر تک چلا گیا ہے، ایک دوسری خلیج شمال مین ہے، جہان جزیرہ نما زیادہ نمایان نظر آتا ہے، اسی طرح ایک دوسرا جزیرہ نما تھولسس آباد تھا، جنوب مین جزیرہ اور پہاڑی کے درمیان ایک نشیبی قلعہ ہے، اور سطح زمین نشیبی اور دلدلی ہے،

سیرکیوز کی حکومت جہان تک ترقی کرتی گئی، اس کے قرب وجوار کا علاقہ اس مین داخل ہوتا ہو گیا، اور جزیرہ صقلیہ کا وسیع علاقہ اس مین شامل ہو گیا، اسکے بعد شہر کی حفاظت کے لیے اس سے کافی فاصلہ پر مختلف قلعے تعمیر ہوئے اور ان کو مذہبی عظمت دیکر ان کی حفاظت یہانکے باشندون کا ایک مذہبی شعار قرار دیدیا گیا، یہ قلعے مختلف دیوتاؤن کے نام سے موسوم کئے گئے، جنھون نے قلعہ سے گذر کر مندر کی حیثیت اختیار کر لی، جنکی حفاظت کرنا ہر اوہام پرست یونانی کا مذہبی فریضہ تھا،

یہ تمام قلعے اُن سڑکون کی حفاظت کیلئے تعمیر کئے گئے تھے، جو مختلف اطرافِ ملک سے سیرکیوز کو آتی تھین، لیکن سیرکیوز کی آبادی جیسے جیسے بڑھتی گئی، یہ قلعے اوس کے وسط مین داخل ہوتے گئے، یہان تک کہ بالآخر صرف ایک قلعہ یلچنا باقی رہ گیا، اور اسی کو شہرتِ دوام حاصل ہوئی، سیرکیوز کو عربون نے سرقوسہ کہا،

لیونٹینیا (Leontinoi) اہلِ کارنتھ کی اس نو آبادی کے قائم ہوتے ہی، چالکی یونانیون نے بھی نئے شہرون کی تعمیر کی ضرورت محسوس ہوئی، اور نیکسوز اور سیرکیوز کے درمیان خود نیکسوز کے بانی تھیوکلیز نے ۷۲۹ ق م مین ایک نئے شہر لیونٹینیا کی بنیاد ڈالی، یہ پہلا یونانی شہر تھا، جو سمندر سے کسی قدر ہٹ کر ملک کے اندرونی حصہ مین تعمیر ہوا، اور اسکے ساتھ صقلیہ کے سب سے زیادہ وسیع و

زرخیز میدان کا راستہ پیدا ہو گیا، جو اسی کی چند پہاڑیون کی پشت پر واقع ہے، لیونٹینا بعد مین لنٹنی (Leo ntini) ہوا، اور عربون نے بھی اس کا یہی تلفظ لنتنی قائم رکھا،

کٹانیا (Calania) چالکیون کی دوسری نوآبادی ہے، یہ اگرچہ لنتنی کی طرح سمندر سے کافی فاصلہ پر نہین، لیکن نیکسوز اور سیراکیوز کی طرح بالکل سمندر پر بھی واقع نہین ہی، عربون نے اسکو قطانیہ کہا،

مگارا (Magara) اوسی وقت جب کہ چالکی اندرون ملک مین بڑھ بڑھ کے آبادیان قائم کررہے تھے، ؁۷۲۶ ق م مین یونانی علاقہ مگارا (MAGAYA) سے لامیز (Lamis) کی سرکردگی مین ایک جماعت آئی، اور جنگ وجدال کے بعد شمالی ساحل پر ایک نوآبادی قائم کی، اور اپنے آبائی وطن کے نام پر مگارا سے موسوم کیا، اسکو یونانی تاریخ مین نمایان شہرت حاصل رہی، مگر بعد کو ویران ہو گیا، اور صرف کھنڈر باقی رہ گئے،

مسینا (Messina) مگارا کی بنا کے بعد ہی ایک ایسے شہر کی بنا پڑی، جسکو اگرچہ یونانیون کے عہدِ حکومت مین بجز اسکے کہ وہ رومیون کے جزیرہ مین آنے کا ایک وسیلہ بنا، اور کوئی ایسی اہمیت حاصل نہین ہوئی، مگر دورِ اسلامی مین یہ شمالی صقلیہ کا سب سے بڑا مرکزی مقام بنگیا،

یونان کے خطہ کیمی (Kyme) کے چند بحری ڈاکو جو غارتگری کرتے پھر رہے تھے، گھومتے گھومتے ساحلِ صقلیہ پر اوتر پڑے، اور باقاعدہ طور پر ایک بستی زنکلی (Zankle) آباد کر کے مقیم ہو گئے، پھر کچھ دنون کے بعد یہی مقام کیمی اور چالکی دونون کی مشترکہ کوششون سے ایک باقاعدہ شہر بنگیا، پھر تقریباً ایک صدی کے بعد کچھ لوگ اسی شہر مین مسینا سے آتے ہین، اور اس پُررونق وآباد شہر پر قابض ہو کر مسینا کے نام سے موسوم کرتے ہین، اور اس کا یہی نام عربون کے عہدِ حکومت تک مسینا و مسینی دونون طریقِ املا کے ساتھ قائم رہا،

مسینا کی آبادی آبنائے کے اوپر نہایت عمدہ موقع پر واقع ہی، اس کا بندرگاہ صقلیہ کے مشہور بندرون مین شمار کیا جاتا ہی، اسکی آبادی سے صقلیہ کے مشرقی ساحل کی یونانی نوآبادی پایۂ تکمیل کو پہنچ جاتی ہے،

گیلا (Gela) اس کے بعد یونانی صقلیہ کے شمالی وجنوبی ساحل کی طرف متوجہ ہوئے جہان اب تک بجز شمالی قلعہ میلاؤ (Mylaio) کے کوئی اور آبادی قائم نہین ہوئی تھی ان لوگون نے اس سمت سنہ ۶۸۹ ق م رخ کیا، اور ادھر آتے ہی سیکان اور سیکل کی نوآبادیان ان سے بہت قریب ہوگئین،

گیلا جنوبی ساحل کی پہاڑی لنڈانی مائی پر آباد کیا گیا، دریائے گیلاس اس کے بہت قریب سے گذرتا ہے، اس کو تاریخی حیثیت سے بڑی شہرت حاصل ہوئی، کیونکہ اس کی تعمیر کے بعد ہی صقلیہ کے مشرقی وجنوبی حصون پر اقتدار قائم ہونا شروع ہوا، اور سنہ ۵۹۹ ق م تک حکومت سیراکیوز تمام مشرقی وجنوبی صقلیہ پر قابض ہوگئی،

ہمیرا:- کی آبادی سنہ ۶۴۸ ق م مین قائم ہوئی، یہ مسیناو ستوڈیم کے وسط مین آباد تھا، اسکی خونین داستانین تاریخ مین ثبت ہین، لیکن یہ صرف ۲۴۰ برس تک آباد رہ سکا،

ٹارمینی (TAORMINO) ہمیرا کا ایک محفوظ قلعہ تھا، جو شہر کی ویرانی کے بعد آباد ہوگیا، ہمیرا کی تمام آبادی یہین اٹھ کر چلی آئی، ٹارمینی کو عرب طبرمین کہتے ہین، اور صقلیہ کے اسلامی دور مین اسکو نمایان جگہ حاصل رہی،

سلینیوس (SELINOUS) ادھر شمال وجنوب مین یہ آبادیان قائم ہورہی ہین، ادھر باشندگان مگارا مغرب کی طرف پیشقدمی کرتے ہین، اور فنیقی آبادیون کے وسط مین سلینوس کی بنا ڈالتے ہین، جو دریائے مگارس پر یونانی نوآبادیون کو سیکل، ایلمینس اور فنیقی حملون سے بچانے مین نہایت کارآمد ثابت ہوا، اگرچہ اب یہ غیر آباد ہے، لیکن اسکے آثار دور حاضر مین بھی قائم ہین،

اکراگس کی بنا سنہ ۵۹۹ ق م مین سلینوس اور گیلا کے درمیان دو دریاؤن کے بیچ مین ایک پہاڑی کی وادی مین قائم ہوئی، رفتہ رفتہ اسکی آبادی بڑھتی گئی، لیکن ساحل سے دور ہونے کے باعث

اپنی ترقی کے باوجود سمندر تک نہین پہنچ سکا، اگراگس کی حکومت صقلیہ کی قدیم تاریخ مین سیراکیوز کے بعد دوسرے درجہ پر تھی لیکن سمندر سے دور ہونے کی وجہ سے سیراکیوز جیسی بحری طاقت حاصل نہ کرسکا،

جرجنٹی (GIRGENTI) امتدادِ زمانہ سے اگراگس کا اصل شہر ویران ہوگیا اور اسی کی جگہ جرجنٹی آباد ہوا جسکو عرب جرجنت کہتے ہین،

اب تقریبًا تمام ساحلی مقامات پر یونانی نوآبادیان نظر آتی ہین، لیکن سیکل اور فنیقی نے اپنے اپنے گوشہ کو ابھی تک خیرباد نہین کہا ہے، انھی کے پہلو بپہلو وہ بھی دم خم سے جمے ہوئے ہین، خصوصًا ملک کا اندرونی حصہ خودمختار سیکل کے پاس ہے، اور میلاؤ اور ہمیرا کا درمیانی شمالی ساحل بھی انھین کے قبضہ مین ابتک باقی ہے،

اگرچہ اس کے بعد بھی یونانیون کے مختلف جہاز صقلیہ کی طرف آئے، لیکن اگراگس کے بعد کسی قابلِ ذکر یونانی شہر کی تعمیر نہین ہوئی، ۵۸۰ق م مین کچھ لوگ کنائی ڈوزا اور رودس سے اپنٹاتھولوس کی سرکردگی مین یہان پہنچے، اور فنیقی آبادی کے وسط مین لیلیبان کے قریب ایک نئے شہر کی بنا ڈالنی چاہی، لیکن قدیم باشندون نے قدم جمنے نہین دئے، پھر اسی زمانہ مین سیلینوس کے یونانیون اور سجستا کے الیمیس مین جنگ چھڑ گئی، فنیقی الیمینس کے ساتھ تھے، اور نوواردین نے اپنے ہموطن یونانیون کا ساتھ دیا، لیکن وہ خود اپنے سرگروہ اپنٹاتھولوس کو کھو بیٹھے اور صقلیہ سے فرار ہونا پڑا،

اب یونانیون کی نظر اردگرد کے جزائر پر پڑی، افریقہ کے قریب کے جزیرے پہلے سے معمور تھے، البتہ جنوبی اٹلی اور صقلیہ کے جزیرے اپنے آبادکارون کے منتظر تھے، چنانچہ بہت ہی قریب زمانہ مین شمال مغرب کے جزائر ایولوزا اور لیپارا وغیرہ یونانیون سے آباد ہوگئے،

غرض یہ کہ اب صقلیہ کا مشرقی ساحل اور اسکے ساتھ شمال و جنوب کی تمام مشرقی سرزمین یونانی نوآبادیون سے گھر گئی، اور جنوبی اٹلی اور صقلیہ کے قریب کے جزیرے بھی یونانیون کے زیر اقتدار آگئی

پھر ادھر صقلیہ کے بعض حصص کے ساتھ افریقیہ مین کارتھج کا ستارۂ اقبال بلند ہے، اور افریقیہ اور صقلیہ کے قریب کے تمام جزیرون پر انھی کو کامل اقتدار حاصل ہے، اور پھر ان نوآبادیون کے قیام کے بعد سرزمین صقلیہ مین انھی دونون قومون کی تاریخ کی خونچکان داستان شروع ہوتی ہی،

لیکن یونانی نوآبادیات کا بیان ختم کرنے سے پہلے ہمیں یونانی عہد کی ایک سیکل یونانی نوآبادی کا تذکرہ کرنا ہے جب ڈسیئس شاہِ سیکل جلاوطن کرکے یونان بھیجا گیا، تو اس نے اپنے حسنِ تدبیر سے بعض یونانی قومون کو ایک نئی نوآبادی قائم کرنے پر آمادہ کرلیا، اور اپنی سرکردگی مین یونانی جماعت کو ساتھ لے کر صقلیہ پہنچا، اور ایک نئے شہر کالی اکٹی کی بنیاد ڈالی، اور اسی کے بعد سیراکیوز اور اکراگس کی باہمی عداوت کی تخم ریزی ہوئی، سنہ ۴۴۴ ق م مین نہایت اہم نتائج پر اس کا خاتمہ ہوا،

رومی نوآبادیان صقلیہ کی تاریخ مین یونانیون کے بعد رومیون کا دور آتا ہے، اس عہدِ حکومت مین یہان کے سیاسی حالات جو کچھ بھی رہے ہون، لیکن نوآبادیون کے لحاظ سے یہ صقلیہ کے لئے نہایت ناکام عہد ثابت ہوا ہے، یہ صحیح ہے کہ ملک مین نوآبادیان اپنے ابتدائی عہد مین قائم ہوتی ہین لیکن بعد کی آنے والی قومون کا فرض ہے، کہ اگر ان مین مزید اضافہ نہ کرسکین، تو کم از کم آبادیون کی قدیم رونق کو تو بدستور قائم رکھین، لیکن صقلیہ مین رومی عہدِ حکومت اس لحاظ سے بھی نہایت مایوس کن ہے،

رومی عہدِ حکومت مین آبادیون کے لحاظ سے اگسٹس کا زمانہ بہترین زمانہ سمجھا جاتا ہے، اس نے رومن طرزِ حکومت مین انقلاب کیا، اور تمام صقلیہ کو رومی نوآبادی قرار دینا چاہا، سیراکیوز جو نہ جانے کتنی مرتبہ برباد ہوچکا تھا، نئے سرے سے تعمیر ہونا شروع ہوا، اور ایک معزز رومی آبادی کے تمام لوازم مہیا کردئے گئے، یہانتک کہ ایمفی تھیٹر کی شاندار عمارت بھی اس سرزمین پر تعمیر ہوگئی، لیکن ان سب

کے باوجود سیراکیوز کی قدیم رونق عود نہ کرسکی،

صقلیہ کی رومی نوآبادیون مین سیراکیوز کے علاوہ ٹاورمنیم (TAUROMENIUM) کٹانا (CATINA) تھرما (THERMA) اور ٹنڈیرس (TYNDARIS) وغیرہ کو امتیازی خصوصیت حاصل ہے، اور ان کے علاوہ میسینا، بجستا، نیوٹم (NETUM) پنرمس اور چند دیگر مشہور شہر اگرچہ آباد تھے، مگر سیاسی مظالم سے ایسے برباد ہو رہے تھے، کہ خود آگسٹس کے عہد کا یونانی مورخ اسٹرابو صقلیہ کے اس عہد پر تبصرہ کرتے ہوئے صاف صاف کہہ دیتا ہے:

”اب قدیم شہر بالکل ویران ہوگئے ہین، اور ملک نہایت ردی حالت مین پڑا ہوا ہے“

صقلیہ مین حکومت روما کے بعد عہد مظلمہ کا آغاز ہوتا ہے اور تاریخ صقلیہ کے صفحات مین صقلیہ بہت کچھ زیر و زبر ہوتا ہے، مگر شہری ترقیون کا صفحہ خالی ہے، یہانتک کہ رومیون کی دوسری مشرقی شاخ بیزنطی دور حکومت کا آغاز ہوجاتا ہے[1]،

بیزنطی نوآبادیان

چند سیاسی انقلابات کے بعد ۵۵۱ء سے حکومت روما کی دوسری مشرقی شاخ بیزنطی اٹلی اور اسکے ساتھ صقلیہ مین برسر اقتدار ہوگئی، اور اس وقت یہی حکومت بیزنطی بحر روم کی تنہا مالک تھی، کہ عربی بڑے سمندر کی تلاطم خیز موجون سے کھیلتے ہوئے افریقیہ مین لنگر انداز ہوئے، اور اب اس مشرقی رومی حکومت کو جزائر بحر روم مین صقلیہ سے بہتر کوئی دوسرا محافظ قلعہ نظر نہین آیا، چنانچہ افریقہ کے تمام رومی صقلیہ مین منتقل ہوگئے، اور صقلیہ کے جنگی استحکامات شروع ہوگئے،

عربون کے داخلہ کے وقت صقلیہ کی آبادیان

اس لئے صقلیہ مین دور اسلامی کے شروع ہونے سے بیشتر ویران صقلیہ پھر آباد ہونے لگا، جزیرہ کے تمام ساحلی شہر نئے سرے سے درست ہونے لگے،

---

[1] آبادیون کے یہ حالات اسٹوری آف دی نیشنس ج ۱۳، انسائیکلوپیڈیا ج ۲۵، تاریخ یونان یوری، تاریخ روما، پیلہم اور نزھتہ المشتاق وغیرہ سے ماخوذ ہین،

شہرون کی رونق بڑھی، لیکن شہرون کی شہری ترقی سے زیادہ ان قلعون کے استحکام پر زور صرف ہوا جو شہرون کی چوکیون پر قائم تھے،

یونانی عہد کی نوآبادیون کے سلسلہ مین اشارہ کیا جاچکا ہے، کہ اس عہد مین سسکل، اینیس، فنیقی، اور یونانی چار قومین موجود تھین، اور صقلیہ ان سب مین باہم تقسیم ہوگیا تھا، ہر شہر کی حکومت جداگانہ اور خود مختار تھی، اسلئے شہر کی حفاظت کیلئے ہر گوشہ پر قلعہ تعمیر ہوتے تھے، اور اس طرح ایک مختصر سے جزیرہ مین جابجا صدہا قلعے تعمیر ہوگئے تھے، اور پھر جو کچھ کمی تھی، وہ رومی عہد مین پوری ہوگئی تھی،

قلعے

اس لئے جب حکومت بیزنطی نے صقلیہ مین اپنی منتشر قوت کو جمع کرنا شروع کیا، اور صقلیہ کو ایک مرکزی فوجی چھاؤنی کی حیثیت دینا چاہی تو انھی قلعون کی تعمیر سرگرمی سے شروع ہوگئی، اور یہان عربون کے قدم رکھنے کے پیشتر غیر آباد قلعے آباد ہوچکے تھے[1]، گو اس مین رہنے والون کی تعداد بہت ہی تھوڑی تھی، اس لئے صقلیہ مین عربون کے داخلہ کے وقت کافی آبادیان قائم ہوگئی تھین، کچھ تو قدیم شہر تھے، اور کچھ وہ قلعے تھے، جو سیاسی حالات کے ماتحت اوسی وقت آباد ہوئے تھے،

لیکن امتداد زمانہ اور مختلف سیاسی انقلابات کے باعث صقلیہ کے ان شہرون مین ایسا اتار چڑھاؤ ہوتا رہا، کہ عہد اسلامی مین بعض اپنی قدیم جائے وقوع سے ہٹ کر کہین سے کہین جا پہنچے، کسی کی آبادی مین اضافہ ہوا، کسی کی آبادی مین کمی ہوگئی، بعض معمولی آبادیان پر رونق شہر بنگئین، اور بعض بسے بسائے شہر اجڑ کر ویران ہوگئے، بعض قلعے شہر بنگئے، اور بعض شہر محض فوجی چھاونیان بنکے رہ گئے،

خصوصًا اسلامی حکومت نے اپنے سیاسی مصالح کی بنا پر یہان کی آبادیون کے متعلق

---

[1] نزہتہ المشتاق و معجم البلدان ج ۵ ص ۳۷۳،

ایک خاص روش یہ اختیار کی، کہ ان تمام منفرد قلعون کو جابجا اندرون ملک مین قائم تھے غیر مسلح کرکے معمولی شہری آبادی بنا دیا، جس کی وجہ سے وہ اگرچہ قلعہ کے نام سے موسوم رہے، مگر درحقیقت وہ ایک معمولی آبادی کی حیثیت مین تھے، جن مین سے بعض ترقی کرتے کرتے اچھے خاصے شہر بن گئے،

عہد اسلامی مین آبادیون کی صحیح تعداد،

یہی وجہ ہے کہ جب عرب جغرافیہ نویس اسلامی عہد مین صقلیہ کی تمام آبادیون کی تعداد شمار کرنے لگے، تو ان کو تین حصون مین تقسیم کرنا پڑا، آباد شہر، فوجی قلعے، اور قلعہ اور شہر کی درمیانی آبادی، پھر مختلف اہل جغرافیہ نے اپنے فہم و ذوق کے مطابق ان آبادیون کو شہر، قلعہ، حصن اور معقل وغیرہ مین تقسیم کرکے ہر ایک کی تعداد مختلف قرار دی،

چنانچہ ادریسی نے شہر کی تعداد ۱۰۰ بتائی ہے، جنمین سے ۳۵ لب ساحل آباد ہین، اور قلعہ اور شہر کی درمیانی آبادیون کی تعداد ۳۰ بتائی ہے[1]،

مولف تاریخ صقلیہ فقیہ ابو علی حسن بن یحیی نے قاضی ابوالفضل کے بیان کے مطابق شہر ۱۱ اور قلعے ۳۲۰ سے زیادہ قرار دئے ہین، لیکن صقلیہ کے ممتاز اہل قلم ابن القطاع الصقلی نے اس موقع پر مولف کے اس بیان سے اختلاف کرتے ہوئے اسی کتاب کے حاشیہ پر اپنے قلم سے چند سطرین لکھی تھین، جنمین شہر کی مجموعی تعداد ۲۳ تھی اور وہ قلعے جو شہر سے الگ قلعہ کے کام مین تھے، کل ۱۳ تھے، یاقوت حموی کی نظر سے یہ حاشیہ گذرا ہے[2]،

اس اختلاف سے کم سے کم یہ اندازہ ہو جاتا ہے، کہ عہد اسلامی مین صقلیہ کی آبادیون کی مجموعی تعداد ۳۵۰ کے قریب ہوگی، اور ابن القطاع کی تصریح کے بموجب ان مین کم سے کم ۲۳ آبادیان ایسی ضرور تھین، جو بڑے شہر کی حیثیت رکھتی تھین، اگرچہ ابن قطاع کی یہ تحدید بھی صحیح نہین ہے،

---

[1] نزہۃ المشتاق ص ۲۱، [2] معجم البلدان ج ۵ ص ۳۷۳

شہرون کا لب ساحل ہونا

گذشتہ بیان سے یہ اندازہ ہوا ہوگا کہ صقلیہ کے جغرافی حالات کی بنا پر اس کی آبادیون کی یہ خصوصیت رہی ہے کہ اکثر ممتاز اور اہم شہر بالعموم ساحل پر آباد تھے، اور تاریخ کے ہر دور مین یہی حالت قائم رہی چنانچہ اسلامی عہد کے اکثر ممتاز شہر بھی ساحل ہی پر آباد رہے، اور پورے دور حکومت مین انہی ساحلی شہرون کو مرکزیت حاصل رہی، یہی تجارت کی بڑی منڈیان تھے، یہین ہر قسم کی تمدنی چہل پہل، پر رونق بازار، عالیشان عمارتین، اور امرا کے سامان عیش و نشاط کی عام فراوانی نظر آتی تھی،

ساحلی شہر

ساحل کے اہم و ممتاز شہر حسب ذیل ہین،

(۱) بلرم (پلرمو)	(PALERMO)	(۱۲) لنتنی (")	LENTINI
(۲) ثرمہ (ترمینی)	TERMINI	(۱۳) سرقوسہ (سیراکیوز)	SYRACUSE
(۳) قارونیہ (کارونیہ)	CARONIA	(۱۴) شکلہ (سکلی)	SCICLI
(۴) شنت مارکو (")	S. MARKO	(۱۵) رغوص (رگوسا)	RAGUSA
(۵) ناصو (")	NASO	(۱۶) بثیرہ (بٹیرہ)	BUTERA
(۶) بفطس (پٹی)	PATTI	(۱۷) لنباذا (لیکاٹا)	LICATA
(۷) میلاص (میلازو)	MILAZZO	(۱۸) الشاقہ (سیاکا)	SEIACCA
(۸) میسنا (")	MESSINA	(۱۹) مازر (مزارا)	MAZARA
(۹) طبرمین (ٹارمینا)	TARMINA	(۲۰) طرابنس (ٹراپرو)	TRAPARU
(۱۰) لیاج (اکی)	ACI	(۲۱) قلعتہ ادبی (کلالوبی)	CALALUBO
(۱۱) قطانیہ (کٹانیا)	CATANIA	(۲۲) برطنیق (پارٹینیکو)	PARTINICO

اندرون ملک کے شہر

انکے علاوہ اندرون ملک کے شہرون مین سے صرف تین شہر اپنی قدیم تاریخی عظمت کے ساتھ عربون کے عہد مین زندہ رہے، وہ یہ ہین:-

(۲۳) قصریانہ (کسٹروگیوینا) CASTROGIOUANNIA

(۲۴) جرجنٹ (گرگنٹی) GERGENT

(۲۵) نوطس (نوٹو) NOTO[۱]

ان شہرون کی عہد اسلامی مین کیا حیثیت تھی، اس کا تفصیلی مرقع کتاب کی دوسری جلد مین نظر آئے گا، یہان صرف یہ دکھانا مدنظر ہے کہ صقلیہ کی آبادیون کے یہ تدریجی حالات تھے، کہ عربون نے یہان قدم رکھے،

صقلیہ کی زبان

قدیم زبانین

صقلیہ جسطرح مختلف قومون کا آماجگاہ رہا، ویسے ہی ان قومون کی مختلف زبانین بھی یہان مدتون ملکی زبان کی حیثیت سے قائم اور زندہ رہین، صقلیہ کی قدیم قومون سکل،

---

[۱] صقلیہ کے ان شہرون کے عربی نامون کو اون کے قدیم نامون سے جو اوپر گذر چکے ملا کر دیکھین تو پتہ چلے گا کہ جسطرح جزیرہ کا اصل نام برقرار رکھنے کی کوشش کی گئی، اوسی طرح شہرون کے نام بھی برقرار رکھے گئے، جو کچھ فرق ہوا، وہ صرف عربی لب و لہجہ مین ادا ہونے کے باعث پیدا ہو گیا،

صقلیہ کے ان شہرون کے یہی نام اسلامی حکومت کے زوال کے بعد بھی قائم رہے، نارمنون نے قدیم نامون کو اختیار کرنے کے بجائے عربی نامون کو اختیار کیا، چنانچہ قوسین مین ان کے جو جدید نام پیش کئے گئے ہین، اون سے اندازہ ہوتا ہی کہ جب یہ عربی نام دوبارہ لاطینی لہجہ اور رسم الخط مین منتقل ہوئے، تو وہ بھی اثر پذیر ہوئے بغیر نہین رہ سکے، اور رفتہ رفتہ لب و لہجہ کے اختلاف سے اکثر کے نامون مین ایسا تغیر ہوا کہ مشکل سے پہچانے جا سکتے ہین،

یہ نام نزہۃ المشتاق کے ایطالوی ترجمہ سے نقل کئے گئے ہین، یہ وہی نام ہین، جو آج کل ملک مین رائج ہین، ان سے یہ بھی اندازہ ہو گا، کہ ان کے قدیم اور موجودہ نامون مین اب کسقدر فرق ہو گیا ہے،

سیکان اور التیمینس کی زبان کیا تھی، یہ علم السنہ کا ایک دقیق مسئلہ ہے، لیکن جسطرح وہ رفتہ رفتہ یونانی قوم بن گئے، ویسے ہی ان کی زبان بھی یونانی زبان ہوتی گئی، اور جب تاریخ نے اپنی تحقیق و تفتیش کے دفتر کھولے، تو صقلیہ مین یونانی ہی رائج تھی، البتہ سیکن زبان کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ لاطینی کے قریب قریب ہے،

ہبرو، پھر جب فینیقیون کے قدم پہنچے، تو ان کے ساتھ ان کی زبان بھی آئی، جو ہبرو تھی، ہبرو کی یادگار صقلیہ کے بعض شہرون کے نامون کی اصل حقیقت کی تحقیق مین آج بھی ملتی ہے، لیکن یونانی اقتدار کے ساتھ یونانی زبان ملک مین اس طرح چھاگئی کہ ہبرو کی یادگار صقلیہ کے بعض شہرون کے نامون کے علاوہ آج کچھ بھی موجود نہین، البتہ اس سلسلہ مین ان چند فینیقی سکون کو بھی پیش کیا جاسکتا ہے جو صقلیہ سے دستیاب ہوئے ہین، اور ان پر فینیقی قصے کندہ ہین،

لاطینی و یونانی پھر صقلیہ مین یونانیون کے تسلط کے بعد یونانی زبان عام طور پر رائج ہوگئی، جسکا رومیون کی لاطینی زبان نے آکر مقابلہ کیا، اور رفتہ رفتہ لاطینی قوی تر ہوتی ہوگئی، اور یونانیون نے بھی عیسائیت کے نام پر بخوشی اسکو قبول کرلیا، اور اسلامی عہد حکومت سے پہلے ہی یہان کی دفتری زبان قرار پائی، لیکن کتابی اور بول چال کی عام زبان، یونانی بھی برقرار رہی[1]،

عربی جب مسلمانون کا عہد حکومت شروع ہوا تو اسلام کی محبوب و عالمگیر زبان عربی کو بھی رسوخ حاصل ہوا، اور صقلیہ کی دفتری زبان عربی قرار پائی، جسکے علوم و آداب کا مفصل تذکرہ جلد دوم مین آئے گا،

صقلیہ کے مذاہب

قدیم مذاہب سیکان، سیکل، اور التیمینس وثنیت کے مختلف طریقون کے پجاری تھے، صقلیہ مین سیکل کے

---

[1] اسٹوری آف دی نیشنز، ج ۱۲ ص ۱۲ و ۲۱ لغایت ۳۸، وانسائیکلو پیڈیا ج ۲۵ (سسلی)

مشہور دیبی ہینا (HENNA) کو شہرت دوام حاصل ہوئی، اور اس کے نام کا شہر آج تک اس سرزمین کی زینت ہے، الیمینس کا وہ مشہور مندر جو کوہ ایرکس پر واقع ہے، الیمینس کے عہد سے رومیون کے زمانہ تک مختلف قومون کا مرجع بنا رہا،

اس طرح ایک ہی دیبی جو ایک خاص قوم کی مورتی تھی، مختلف قومون کے درمیان مختلف نامون اور نسبتون سے قابل احترام سمجھی جاتی رہی، اور جب ایک ہی مندر مین دو قومون کے بجاری یکجا ہونے لگے، تو رفتہ رفتہ قومیت کا فرق بھی جانے لگا، اور پھر سیاسی اغراض کے ماتحت جب ایک سیکل فرمانروا طلوع صبح صادق کے وقت یونانی دیبی کے آگے خاموشی سے سر نیاز جھکائے، عقیدتمندانہ ہاتھ باندھے کھڑا دکھائی دیا، تو گویا اسی دن سیکل دیبیون کی پرستش سے منہ موڑ کر یونانی دیبیون کی پرستش کا اعلان کر دیا گیا، یہانتک کہ جب قدیم قومین اپنی قومیت ترک کر کے یونانی اور فنیقی قرار پائین، تو قدیم دیبیون نے بھی یونانی و فنیقی نام اختیار کر لیے، چنانچہ الیمینس کے مندر کی جو دیبی کوہ ایرکس پر واقع تھی، وہ فنیقیون کے یہان استورتھ (ASHTORETH) سمجھی گئی، یونانیون نے افروڈائٹ (APHRODITE) کہا اور لاطینیون نے وینس کے نام سے پکارا،

اور قومیت کی طرح مذہب کی تفریق بھی جاتی رہی، اور اتحاد قومیت کے ساتھ اتحاد مذاہب کی بنیاد بھی مستحکم ہو گئی،

مذہب فنیقی فنیقی اپنے قدیم شامی مذہب وثنیت کے پیرو تھے، پہاڑ کی بلند چوٹیون پر اپنی دیبیون کے مندر تعمیر کرتے پیتل اور بعد مین کے سونے کے خوبصورت مجسمے بناتے، اور ان کی پرستش کرتے بعل کے علاوہ کنعان، بالم اور استورتھ ان کے وہ بت تھے جنکی پوجا صقلیہ مین ہوتی تھی، لیکن اس کے ساتھ ان کے یہان ایک نہایت انسانیت سوز طریق عبادت یہ تھا، کہ

خاص خاص موقعون پر اپنے لڑکون کو ان بتون کے نام پر آگ مین زندہ جلا کر بھینٹ چڑھایا کرتے تھے، چنانچہ کوہ ایرکس اور پنرمس کے مندرون مین صدیون تک یہ مراسم جاری رہے،

یونانی مذاہب

اس کے بعد جب یونانیون کا دور آیا تو صقلیہ مین یونانی دیبیون اور دیوتاؤن کی پرستش ہونے لگی، اور یونان کے دیوتاؤن و دیبیون کے بت صقلیہ کے ایک ایک گھر مین نصب ہو گیے، اور صقلیہ کے بعض مندرون کو مذہبی اعتبار سے اسقدر شہرت حاصل ہوئی کہ اصل یونان کے باشندے یہان آکر پوجا کرنے لگے، اور اس زیارت گاہ کی زیارت منجملہ فرائض مذہبی کے ایک اہم فریضہ قرار پائی، اور یہان کے بعض سالانہ مذہبی تہوارون نے ایسی شہرت حاصل کی کہ دنیا کی تمام یونانی نوآبادی کے باشندے اس جگہ سال مین ایک مرتبہ جمع ہونا مذہبی فرض سمجھتے، اور دور و دراز کے عقیدتمند یہان آکر مرادین مانگتے، اور کامیاب ہوکر شکرانہ مین نذرانے چڑھانے آتے، صقلیہ کی یہ مذہبی خصوصیت تاریخ یونان مین نمایان طور پر بیان کی جاتی ہے،

عیسائیت

یونانی وثنیت کے بعد لاطینی وثنیت کا دور آیا، اور وینس کی پوجا کے چند صدی گذرنے پائے تھے کہ سرزمین صقلیہ مین عیسائیت کا آغاز ہوا، انجیل کتاب اعمال مین ہے کہ

"پال (شاگرد مسیح) صقلیہ گیا اور سیراکیوز مین تین دن مقیم رہا"،

انجیل کی اس عبارت کی تفسیر مین جو مذہبی قصص شہرت رکھتے ہین، ان سے پتہ چلتا ہی، کہ پال جب صقلیہ آیا، تو اس کو سیراکیوز مین ایک پادری ملا، جو مارکین کے نام سے مشہور تھا، وہ اپنے گرجے مین وعظ کہا کرتا، اور کہا جاتا ہے، کہ اوس کا قدیم گرجا ارک راڈینا کے نشیب مین واقع تھا،

قصص مین یہ بھی مشہور ہے کہ سینٹ پیٹر (شاگرد مسیح) نے اپنے شاگردون کو انیٹاک سے صقلیہ بھیجا تھا، پیٹر کا ایک شاگرد پینک راٹیس تھا، جو ٹاورمینا کا باشندہ تھا، اس نے اپنا گرجا ایک مندر

مین بنایا، جواب تک طبرمین کے شہر کی دیوارون کے باہر قائم ہے، پنکراٹیس نے بہت سی "خبیث طاقتون" سے جنگ کی، یہ خبیث طاقتین سیکل کی یادگار رب پالیکی، لاینس اور فالکس تھے، پنکرٹ نے ان تینون بتون کو سرنگون کرکے عیسائیت کا علم بلند کیا،

سینٹ پیٹر کے متعلق مشہور ہے کہ وہ خود بھی صقلیہ آیا تھا، اور رومن عہد کی ایک مدور عمارت جو قطانیہ مین قائم ہے، سینٹ پیر کے گرجا کے نام سے منسوب ہے، جسکو سینٹ پیٹر نے حضرت مریم کی زندگی مین گرجا بنایا تھا،

سینٹ پیٹر کے ۲دو اور مشہور شاگرد فلپ، اور سینٹ کلیروز کے افسانے صقلیہ مین مشہور ہین، اور جا بجا انکی یادگارین آجتک قائم ہین، اور مسیحیت کی اشاعت مین انکا نمایان حصہ ہے،

صقلیہ کی کنواری ننون مین سے ۲دو ننون کو شہرت خصوصی حاصل ہے، ان مین سے ایک سینٹ اگاتھا، اور دوسری سینٹ لوسی (لوسی کے نام سے بہت سی نن گذری ہین جنمین یہ سب سے پہلی ہے) ہے، ان دونون دوشیزہ مظلومون نے مسیحیت پر اپنی زندگی قربان کی، اور اسکی اشاعت کرتے کرتے ایک نے شہنشاہ ڈی سی ایس (سنہ ۲۴۹ء سے سنہ ۲۵۱ء) کے عہد مین جام شہادت نوش کیا، اور لوسی کی شہادت ڈیوکلیٹین کے عہد مین سنہ ۳۰۵ء مین ہوئی، صقلیہ مین ان دونون کے کارنامے بہت کچھ مشہور ہین، اور ان کی شہادت کے افسانے بھی خاص شہرت رکھتے ہین، خصوصًا پاکدامن لوسی کے دامن عصمت کو داغدار بنانے کی ناکام کوشش کی گئی،

اس کے بعد صقلیہ کے مسیحیون کو نمایان رتبہ حاصل ہوا، اور ان کے پادریون اور گرجاؤن کی ایک خاص نظم و ترتیب قائم ہوئی، چنانچہ قسطنطین کے عہد مین حسب ذیل مقامات پر پادری رہا کرتے تھے،

سیراکیوز (سرقوسہ)، پنرمس (بلرم)، کٹانیا، (قطانیہ)، اگریگنٹم، ٹاورنیم (طبرمین) وغیرہ

مین ایک ایک بشپ ہوتا، اور رومن کونسل مین صقلیہ کے ان پادریون کی نمایندگی تسلیم کی گئی، اور وہ کونسل کے اجلاس مین اہالیان صقلیہ کے نمایندہ کی حیثیت سے شرکت کرکے معاملات حکومت مین برابر کے حصہ دار تسلیم کرلئے گئے،

صقلیہ کی یہ ابتدائی مذہبی تاریخ ہے، اس کے بعد جب رومن امپائر کے سیاسی حالات مین مد و جزر آئے، اور رومن امپائر دو مختلف حصون مین تقسیم ہوگیا، تو صقلیہ مشرقی روم حکومت قسطنطنیہ کے زیر حکومت آیا، اور جب شاہ قسطنطنیہ لیو نے بعض مشرقی تعلیمات سے متاثر ہوکر مسیحیت مین مورتی پوجا کی مخالفت کی، اور عالم مسیحیت مین اس کے خلاف عالمگیر جذبۂ نفرت پیدا ہوگیا، تو صقلیہ نے لیو کا ساتھ دیا، اور اس کے مذہبی اصلاحات کی پوری تائید کی، اور اس سے باشندگان صقلیہ کے اس ذہنی استعداد کا پتہ چلتا ہے، جو ان مین عقیدہ وحدانیت کے قبول کرنے کیلئے موجود تھی،

صقلیہ کے گرجاؤن پر بڑی بڑی جائدادین وقف تھین، جنکے متولی وہان کے پادری ہوتے تھے، اور ان سب کی نگرانی پاپائے اعظم کی سینٹ کرتی تھی، چنانچہ ان جائدادون کے متعلق پوپ گریگوری اعظم (سنہ ۵۹۰ء سے سنہ ۶۰۴ء) کے بہ کثرت خطوط اب تک محفوظ ہین،

پاپائے اعظم یہان کے مذہبی معاملات کی پوری نگرانی کرتا خصوصاً عیسائیت کے نشر و اشاعت اور جائدادون کے تحفظ پر خاص طور پر نظر رہتی تھی، پوپ گریگوری اعظم اپنے ایک خط مین لکھتا ہے:-

”یہودیون پر ظلم نہ کیا جائے، اور جو عیسائی ہوجائین ان کی لگان کم کردیجائے“،

اسی کے ساتھ غیر مذاہب کے پیروؤن کے معاملات کا مرافعہ بھی پاپائے اعظم کے دربار مین ہوتا تھا، چنانچہ جب پنرمس کے پادری نے یہودیون کے عبادت خانون پر قبضہ کرکے انکو گرجا بنادیا، تو گریگوری نے اپنے ایک خط مین لکھا:-

”یہ کام مناسب نہین ہوا ہے، لیکن چونکہ یہ عمارت پاک کرلی گئی ہے، اسلئے اب یہودیون کو واپس

نہین کی جاسکتی، مگر یہودیون کو اسکی قیمت دیجائے"۔

یہودی

پوپ گریگوری کے خطوط سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ یہودی اس عہد مین صقلیہ مین آباد تھے، اور وہ یہان کے متمول زمیندار و سرمایہ دار کی حیثیت رکھتے تھے چنانچہ جو زمینین گرجاؤن پر وقف تھین، ان کے بیشتر زمیندار یہی یہودی تھے، اور ان کے متعلق گریگوری اعظم کے خطوط مین کافی ہدایتین موجود ہین[1]،

مذہب اسلام کے داخلہ کے وقت یہان کے مذاہب

مذہب اسلام کے داخلہ سے پہلے یہان جو مذاہب قائم تھے، وہ فریمان کے بیان کے مطابق یہ ہین:-

"لوگون کا زیادہ تر مذہب کیتھولک تھا، اور چند لا مذہب تھے، کچھ یہودی تھے، اور چند ایسے تھے جنھون نے ابتک عیسائیت قبول نہین کی تھی، اور وہ بت پرستون کا مذہب رکھتے تھے"۔

صقلیہ کے یہی مذاہب تھے کہ اسلام کے قدم یہان پہنچے،

---

[1] اسٹوری آف دی نیشنس ج ۱۳ ص ۱۲، ۲۰، ۳۴۲، ۳۴۴، ۳۵۰ تا ۳۵۱، انسائیکلوپیڈیا برطانیکا ج ۲۵ سسلی)

صقلیہ کی قدیم تاریخ

اگرچہ صقلیہ کی قدیم تاریخ ہمارے موضوعِ بحث سے خارج ہے، لیکن سلسلۂ تاریخ کو قائم رکھنے کیلئے اجمالی طور پر اون حالات سے بھی روشناس کر دینا ضروری ہی، جو اس جزیرہ مین عربون کے قدم رکھنے سے پیشتر پیش آچکے ہین،

سیکان سیکل اور الیمینس عہد

صقلیہ کی جغرافی تاریخ کے پڑھنے سے اندازہ ہوا ہوگا، کہ یہان جب تک قدیم باشندگانِ صقلیہ سیکان، سیکل اور الیمینس قومین آباد رہین، اسوقت تک یہان سیاسی آویزشون کا سلسلہ شروع نہین ہوا تھا، یہ قومین جزیرہ کو آباد کرنے والی تھین، جزیرہ کی سرزمین ایک ملک وسیع طول و عرض مین موجود تھی، جس قوم نے جہان چاہا نہایت آزادی سے اپنی آبادیان قائم کرکے بود و باش اختیار کی، اور اپنے وسائلِ معاش مین لگی رہی،

فنیقی اپنی پہلی آمد مین

اسی طرح جب گیارہوین صدی ق م مین فنیقیون کا سب سے پہلا گروہ صقلیہ آیا، تو اسکو بھی اپنی تمدنی ترقیون مین کوئی دشواری پیش نہین آئی، جس حصۂ ملک مین چاہا اقامت اختیار کی اور وہ قدیم باشندگانِ صقلیہ کے اشتراکِ عمل سے جزیرہ کی فلاح و بہبود اور حصولِ معیشت مین مصروف ہوگئے،

یونانی عہد سے رزمیہ تاریخ کی ابتدا،

صقلیہ کی رزمیہ تاریخ کا اصلی دور اسوقت سے آتا ہے، جب یونانیون نے

یہان قدم رکھا، ان کے آنے کے ساتھ ہی یہان سیاسی ہنگامہ آرائیان شروع ہوجاتی ہین، ملک کے مختلف حصّون مین مختلف ریاستین قائم ہوتی ہین، قومون مین باہمی تفریق ہوتی ہے، اور حاکم ومحکوم اور راعی ورعایا کا امتیاز پیدا ہوتا ہے، اور یہین سے مختلف ریاستون اور ان کی مختلف باہمی آویزشون کے عنوان سے تاریخ کے مختلف ابواب قائم ہوجاتے ہین، لیکن ہم ان سب کو نظرانداز کرکے انکا محض ایک اجمالی خاکہ پیش کرین گے،

ریاست سیراکیوز، (سرقوسہ)

صقلیہ مین جسقدر یونانی نوآبادیان قائم ہوئین، ان مین سیراکیوز (سرقوسہ) نے اپنے جغرافیانہ جاے وقوع کی خصوصیات کی بناپر سب مین امتیاز حاصل کرلیا، اور رفتہ رفتہ اس نے مرکزی حیثیت اختیار کرلی، اور صقلیہ کی اکثر چھوٹی چھوٹی نوآبادیون کو اپنا مطیع بنالیا، جب حکومت کی بنیاد بڑی حدتک استوار ہوگئی، تو اس نے بالآخر یونان کی اطاعت کا جوا بھی اپنے کندھے سے اُتار پھینکا، اور ۵۲۳؁ ق م مین ایک خودمختار ریاست قائم ہوگئی،

ریاست سیراکیوز کا نظام حکومت

ریاست سیراکیوز کا نظام حکومت یونانی طرز پر جمہوری تھا، باشندون کے مختلف طبقے، امراء، عوام، کسان، صنّاع اور مزدور پیشہ وغیرہ تھے، اور اونکو نظام حکومت مین نمایان نمائندگیان حاصل تھین، لیکن درحقیقت اس نظام مین حکومت کی اصلی باگ امراء کے ہاتھ مین تھی، اور اسی لئے صقلیہ کی یونانی تاریخ بھی امراء وعوام کی آویزشون سے خالی نہین ہے،

امراوعوام کی آویزش

چنانچہ جب یونان مین امراوعوام کی آویزش شروع ہوئی، اس کے تھوڑے ہی دنون کے بعد یہ فضا صقلیہ مین بھی پیدا ہوگئی، اور ۴۹۵؁ ق م مین عوام نے امرای سیراکیوز کے خلاف عام بغاوت برپا کردی، اور حصول امداد کے لئے ریاست سیراکیوز کی حریف سلطنت گیلا کے پاس پہنچے، گیلا مین اسوقت گلن فرمانروا تھا، اس نے موقع کو مغتنم سمجھا، اور کشت وخون کے بعد ریاست سیراکیوز پر قابض ہوگیا، اور اسی انقلاب حکومت کے ساتھ صقلیہ کی حکومتون مین عام انقلاب نظر آتا ہے،

صقلیہ مین مختلف یونانی جابر حکومتین

چنانچہ صقلیہ مین ۴۹۱ سے ۴۸۰ ق م کے درمیان مختلف جگہ جمہوری حکومتین مٹ مٹ کر جابرانہ حکومتین قائم ہوئین جنمین چار قابل الذکر جابر بادشاہ مختلف مقامات پر مسلط تھے، ریاست رگیوم کا حاکم اناکسی لاس ہمیرا کا ترلیوس، اور جنوب مین تھرن شاہ اکراگاس اور گلن شاہ سیراکیوز،

ریاست سیراکیوز کا تفوق،

ان سب مین گلن نے سب سے زیادہ فروغ حاصل کیا، اور صقلیہ کی عام یونانی آبادیون نے اسکی اطاعت قبول کرلی، اور جس نے سرکشی کی، فوجکشی سے فوراً اسکی گوشمالی کردیگئی، رفتہ رفتہ نہایت مستحکم بنیاد پر سیراکیوز کی ایک وسیع حکومت گلن کی بادشاہی مین قائم ہوگئی، اور اس نے اپنی وسعت و قوت مین اسقدر شہرت حاصل کی، کہ جب ۴۸۰ ق م مین ایرانیون نے یونان پر حملہ کیا ہے، اور یونان نے ریاست سیراکیوز سے استمداد کی ہے، تو وہ اس شرط پر آمادہ ہوا، کہ اس کو سارے یونانی بیڑون کا کمانڈر بنادیا جائے، جس کو یونانی حمیت وغیرت نے قبول کرنے سے انکار کردیا،

قرطاجنیون کا صقلیہ پر پہلا حملہ

اسی اثنا مین فینقیون نے کارتھیجیا (قرطاجنہ) مین اپنی بنیادین استوار کرلین، اور مقامات پر یونانیون اور قرطاجنیون مین لڑائیان شروع ہوگئین، رفتہ رفتہ جنگ کے یہ بادل ساحل صقلیہ پر منڈلا کر آئے، اور ایک اتفاقی واقعہ سے قرطاجنہ کا بیڑا ساحل صقلیہ پر آپہنچا،

حکومت ہائے صقلیہ کی باہمی آویزش، قرطاجنہ کی مداخلت اور پسپائی،

وہ واقعہ یہ تھا کہ تھرن شاہ اکراگاس نے گلن کی امداد سے ترلیوس کو شہر ہمیرا سے نکال دیا، ٹرلیوس نے اہل قرطاجنہ سے مدد طلب کی، اور قرطاجنہ کو اپنی زبردست فوج صقلیہ مین اوتارنے کا موقع ملگیا، اور آتے ہی پنرمس (بلرم) پر قبضہ کرلیا، یہ ۴۸۰ ق م کا واقعہ ہے، اس کے بعد قرطاجنیون نے آگے قدم بڑھایا، اور شہر ہمیرا کا محاصرہ کرلیا، گلن شاہ سیراکیوز نے اپنی ۵ ہزار سوار اور پچاس ہزار پیادہ فوج کے ساتھ مقابلہ کیا، اور سخت خونریز لڑائیان پیش آئین،

جنمین بالآخر قرطاجنہ کو شکست نصیب ہوئی، اور اسکی ٹڈی دل فوج کا ایک بڑا حصہ ہمیرا کے میدان مین برباد ہو گیا، اور اسی مین قرطاجنہ کا نامی سپہ سالار ہملکار بھی کام آیا، اور بقیۃ السیف قرطاجنیون نے نہایت خاموشی سے افریقیہ کی راہ لی، اسکے ساتھ حملہ آوری کی جرأت کرنے کی پاداش مین اسکو تاوان بھی ادا کرنا پڑا جس کے بنے ہوئے سکے عجائب خانہ مین آجتک محفوظ ہین،

گلن کے جانشین ہائرن کا عہد حکومت

گلن سرزمین صقلیہ سے قرطاجنیون کے نکالنے کے تین سال بعد خود اس دنیا سے چل بسا، اس کے بعد اس کا بھائی ہائرن اس کا بہترین جانشین ثابت ہوا، اس نے دس سال تک فرمانروائی کی، اور پوری مستعدی و ہوشیاری سے حکومت سیرکوز کے ان تمام حدود کو قائم رکھا جنکی بنیاد گلن نے ڈالی تھی، علاوہ ازین جنوبی اٹلی مین بھی فتوحات حاصل کیے، اور اٹلی کا ایک حصہ صقلیہ کے ماتحت آیا،

گلن اور ہائرن کے عہد مین علمی ترقیان

گلن اور ہائرن کا عہد حکومت صقلیہ کا عہد زرین سمجھا جاتا ہے، بڑے بڑے باکمال یونانی شعرا اس عہد مین صقلیہ مین گذرے ہین، اور جابر بادشاہون کی شان مین ان کے قصائد آج تک مشہور ہین، اور اسی طرح اس عہد مین صقلیہ مین نمایان علمی ترقیان ہوئین،

ٹراسیوس جانشین ہائرن اور جابرانہ عہد حکومت کا خاتمہ،

ہائرن نے ۴۶۷؁ ق م مین انتقال کیا، اسکے بعد اس کا کوئی بہتر جانشین نہ ملسکا، ایک نالائق عیش پسند، فرمانروا ٹراسیوس، اس کا جانشین ہوا، اس نے سریر آرائے حکومت ہوتے ہی صقلیہ کا نقشہ بدل دیا، اور ایسی سخت بغاوتین برپا ہوئین کہ خود تاج و تخت چھوڑ کر صقلیہ سے مفرور ہونے پر مجبور ہوا،

جمہوری نظام حکومت کا قیام

ٹراسیوس کے خارج البلد ہوتے ہی ملک مین طوائف الملوکی قائم ہو گئی، بالآخر ۴۶۱؁ ق م مین مختلف شہرون کے اصحاب حل و عقد جمع ہوئے، اور ایک دستور اساسی مرتب کیا، اور ملک مین دوبارہ منظم حکومت کا دار دورہ ہوا،

صقلیہ کی یونانی حکومتون مین خانہ جنگی

اس دورِ انقلاب مین ایک جدید شہر جرجنٹی نے بھی تفوق حاصل کرلیا، اور رفتہ رفتہ اس نے اس قدر ترقی حاصل کی کہ صقلیہ مین سیراکیوز کے بعد دوسرے درجہ کی ریاست قائم ہوگئی، آگے چل کر ان دونون ممتاز حکومتون سیراکیوز اور جرجنٹی مین آویزش ہوگئی، اور ایک سخت مقابلہ کے بعد جرجنٹی سیراکیوز کا مفتوح ہوگیا، اور اس کے ساتھ دوسرے ممتاز شہر نکسوز لیونٹینو، اور کٹانیا کو بھی سیراکیوز نے زیر کرلیا،

ایتھنز و سسلی کے محاربات

صقلیہ کی تاریخ مین یونانیون کی اس خانہ جنگی کے باعث ایک دوسرے باب کا آغاز ہوتا ہے، یعنی مفتوح شہرون نے یونان جا کر سیراکیوز کے خلاف اپنے اصل یونانی قبائل ایتھنز والون سے استمداد کی، اور صقلیہ کی تاریخ مین ایتھنز اور سسلی کی جنگ کا آغاز ہوگیا،

ایتھنز اور سسلی کے محاربات ایک طویل داستان رکھتے ہین، جو ہمارے لئے لاطائل ہین، اس جنگ کا آغاز سنہ ۴۲۷ ق م سے سرزمین صقلیہ مین ہوتا ہے، یعنی اسی سال لینٹینو نے سیراکیوز کے خلاف ایتھنز سے امداد چاہی، فن خطابت کا مشہور معلم گرگیاس سفیر بن کر ایتھنز پہنچا، ایتھنز صقلیہ کے خلاف خود پہلے سے تیار تھا، چنانچہ لاکیس کی کمان مین ایک عظیم الشان فوج صقلیہ روانہ ہوئی، یہان ایتھنز والون نے ابتداءً نمایان کامیابی حاصل کی، اور ایتھنز سے متعدد مہمون کے آنے کے بعد ایتھنز والے حکومتِ سیراکیوز پر قابض ہوگئے، لیکن یہ غیر ملکی حکومت زیادہ دنون تک قائم نہین رہ سکی، چند ہی سال مین بغاوتین برپا ہوگئین، نہایت خونریز لڑائیان پیش آئین، اور بالآخر اہالیانِ سیراکیوز فتحیاب ہوئے، اور ۱۱ ستمبر سنہ ۴۱۳ ق م مین ایتھنز کا حرمان نصیب بیڑا صقلیہ سے واپس چلا گیا، اور اس ہزیمت کے سلسلہ مین ایتھنز کو بہت کچھ مصائب برداشت کرنے پڑے، بلکہ اگر تاریخ کا سلسلۂ علت و معلول صحیح ہے، تو یہی ہزیمت شہرۂ آفاق حکومتِ ایتھنز کی بربادی کا موجب بنی،

ہرموکراٹیس اور ڈائیوکلیس

صقلیہ مین اتھینز کے زوال کے بعد پھر وہی جمہوری نظام حکومت قایم ہوا، اس عہد مین سیراکیوز کے ایک ممتاز ہیرو ہرموکراٹیس نے نام پیدا کیا، لیکن وہ ایک موقع پر اسپارٹہ کی مدد کے لئے وطن سے باہر گیا ہوا تھا، کہ اس کے حریف ڈایوکلیس نے موقع پاکر اس کے خلاف شورش برپا کی، اور سیراکیوز کا نظام حکومت اپنے ہاتھ مین لے لیا، اور ہرموکراٹیس کے لئے جلاوطنی کا حکم صادر ہوگیا،

قرطاجنیون کی صقلیہ مین دوسری آمد اور فتحمندیان

پھر اسی زمانہ سے صقلیہ کی قدیم تاریخ مین ایک اور نیا باب کھلتا ہے جو اپنی خوفناک داستانون اور خون ریز لڑائیون کے لحاظ سے پہلے تمام ابواب سے زیادہ ہیبت ناک ہے، یہ اہل قرطاجنہ اور صقلیہ کی سرزمین صقلیہ کے لئے معرکہ آرائیان ہین، اس کے آغاز کا افسانہ یہ ہے کہ سنہ ۴۱۱ ق م مین سگستا اور سلینوس کی ریاستون مین باہمی خون ریزیان ہوئین، اور سگستا نے اہل قرطاجنہ سے فریاد کی، قرطاجنہ کو سنہ ۴۸۰ کی ذلت آمیز ہزیمت یاد تھی، اس کو ایک زمانہ کے بعد انتقام کا موقع ملا، اس لئے قرطاجنہ کے مشہور ہیرو ہنی بال نے سگستا کی امداد کا فیصلہ کیا، یہ ہنی بال اسی شہید صقلیہ سپہ لار ہملکار کا پوتا تھا، فوج کی کمان خود اپنے ہاتھ مین لی، اور سنہ ۴۰۹ ق م مین قرطاجنہ کے جہاز ساحل صقلیہ پر لنگر انداز ہوگئے،

ہنی بال کے کارنامے،

ہنی بال سب سے پہلے سلینوس پہنچا، اور اس کو فتح کر کے ہمیرا کا رخ کیا، جہان کی سرزمین اس کے دادا ہملکار کے خون کے چھینٹون سے رنگین ہو چکی تھی، ڈایوکلیس کے ماتحت سیراکیوز سے بھی فوج آگئی اور یونانیون نے اس مرتبہ بھی سخت مقابلہ کیا، لیکن ہنی بال کا علم سرنگون نہ ہو سکا، اور ہمیرا بھی ہنی بال کے زیرنگین ہوگیا،

عہد قرطاجنہ مین صقلیہ کی ترقیان،

اس کے بعد مختلف زمانون مین مختلف مہمین قرطاجنہ سے ہنی بال

کی سرکردگی مین آتی رہین، اور رفتہ رفتہ اہلِ قرطاجنہ نے صقلیہ مین اپنی حکومت کی داغ بیل ڈال دی، اور پھر صقلیہ کا ایک وسیع رقبہ حکومتِ قرطاجنہ کے ماتحت آگیا، اور صقلیہ کی قدیم تاریخ مین اس کا درخشان عہد خصوصًا تمدنی ترقیون ترویجِ علوم و آداب، صنعت و حرفت اور تجارت کے لحاظ سے نہایت امتیازی خصوصیات رکھتا ہے،

ڈایونی سیس

صقلیہ مین قرطاجنہ کی حکومت کے قیام کے بعد یونانیون مین سے ڈایونی سیس نے اقتدار حاصل کیا، اور اس کے اور حکومتِ قرطاجنہ کے درمیان نہایت اہم محاربات پیش آئے، جن کی طویل خونچکان داستانون سے تاریخ کے بہت سے اوراق رنگین ہین، ان محاربات مین کبھی اہلِ قرطاجنہ کو شکست ہوتی، اور کبھی اہلِ سرکیوز کو، لیکن دونون حکومتون کی بنیادین اسقدر استوار تھین کہ ان مین سے کسی کے ہلائے کوئی حکومت اپنی جگہ سے نہین ہل سکی،

ڈایونی سیس دوم و وزیر اعظم ڈیون،

ڈایونی سیس کے بعد اس کا لڑکا ڈایونی سیس ثانی تخت نشین ہوا، اور اسی کے عہد مین وزیر اعظم ڈیون نے اقتدار حاصل کیا، اور مشہور یونانی حکیم افلاطون کو صقلیہ بلا کر اس کے تیار کردہ دستورِ حکومت ریپبلک (جمہوریت فلاطون) کو سب سے پہلی مرتبہ صقلیہ مین نافذ کرنا چاہا، لیکن کامیاب نہ ہوسکا، اور اسی جرم مین جلا وطن کیا گیا، پھر مختلف ردّ و بدل کے بعد یونانی صقلیہ مین ٹیمولین پیدا ہوا، اور یونانی صقلیہ کو شخصی حکومت سے نجات دلائی اور پھر خود کمالِ شرافت کے ساتھ سیاسیات سے کنارہ کش ہوگیا، یہ واقعات ۳۲۵ ق م تک پیش آئے،

قرطاجنیون اور یونانیون کی آویزش اور جمہوریت روما کی مداخلت،

اس اثنا مین یونانیون اور قرطاجنیون مین بھی خوب خوب معرکہ آرائیان ہوتی رہین، اور یہ دونون طاقتین اسی طرح نبرد آزما تھین، کہ ایک تیسری طاقت نے صقلیہ کی باہمی لڑائیون سے فائدہ اٹھانا چاہا، یہ جزیرہ نمائے اٹلی کی جمہوری حکومت روما تھی، جس نے اٹلی مین ۵۰۹ ق م مین جمہوری حکومت کی تشکیل کی تھی، اور اس عرصہ مین اٹلی کا چپہ چپہ اہل

حکومت کی فرمانروائی مین داخل ہو چکا تھا، اب اسکو اٹلی سے باہر قدم نکالنے کی فکر تھی کہ سرزمین صقلیہ نے خود دعوت پیش کردی[1]،

رومی بیڑے ساحلِ صقلیہ پر،

حکومتِ قرطاجنہ صقلیہ نے اپنے محاربات مین جنکا تذکرہ ابھی گذرا ہے، یونانی نوآبادی مینا پر قبضہ کرلیا تھا، اہلِ مسینا قرطاجنی و یونانی دونون حکومتون سے نالان تھے، اس لئے عاجز آکر رومیون سے مدد طلب کی جمہوریتِ روما موقع کی منتظر تھی، جزیرہ نمائے اٹلی سے اسقدر قریب رومی نوآبادی اور کہان قائم ہوسکتی تھی، اہلِ مسینا کی دعوت فوراً قبول کرلی گئی، اور ۲۶۵ق م مین رومی بیڑے بندرگاہ مسینا پر لنگر انداز ہوگئے،

یونانی و قرطاجنی حکومتون مین اتحاد،

جب یونانی و قرطاجنی حکومتون نے اس تیسری طاقت کا مظاہرہ دیکھا تو باہمی اتحاد و یکجہتی کی تلاش ہوئی، اور بغیر کسی وقت کے ان دونون متحارب حکومتون نے اس تیسری طاقت کے خلاف باہم رشتۂ اتحاد قائم کرلیا، لیکن رومیون نے نہایت ہوشیاری سے تفرقہ پردازی کی کوشش شروع کردی جس مین وہ کامیاب ہوئے، اور ہیرون ثانی فرمانروائے سیراکیوز نے حکومتِ قرطاجنہ صقلیہ سے بدعہدی کی، اور سمندر مین رومیون کے مقابلہ مین صرف حکومتِ قرطاجنہ کے جنگی بیڑے باقی رہ گئے،

قرطاجنہ و روما کی معرکہ آرائیان

حکومتِ قرطاجنہ کی بحری طاقت اس کے لئے مایۂ صد ناز و افتخار تھی، اس نے نہایت دلیری سے رومیون کا مقابلہ شروع کردیا، اب یہ جنگ صرف صقلیہ کی نہین، بلکہ رومی

---

[1] یونانی عہد تک کے حالات تاریخ یونان (ہسٹری آف گریس) بیوری مترجمہ سید ہاشمی فریدآبادی مطبوعہ ۱۹۱۹؁ء حیدرآباد صفحات از ۸۸ تا ۹۹ و ۱۹۱ تا ۲۹۷ و ۲۶۵ و ۵۱۲ تا ۳۶۴ و ۵۵۳ تا ۵۷۶، و تاریخ یونان اڈولف ہولم مترجمہ محمد ہارون خان شروانی مطبوعہ ۱۹۲۴؁ء حیدرآباد ج اول صفحہ ۶۷ تا ۹۱۴ و جلد ۲ ص ۳۵۰ تا ۳۴۵ و ۵۷۴ تا ۵۸۴ و انسائیکلوپیڈیا طبع یازدہم ج ۲۵ (سسلی)، وغیرہ سے ماخوذ ہین،

قرطاجنی حکومتون کی جنگ تھی، حکومت قرطاجنہ تمام سواحل بحر روم پر متصرف تھی، اور بحر روم کے چھوٹے بڑے تمام جزیرے اسی کے قبضۂ واقتدار مین تھے،

چنانچہ جمہوریت روما، اور حکومت قرطاجنہ (افریقیہ) کی سب سے پہلی معرکہ آرائی جزیرہ سردانیہ مین ہوئی، قرطاجنہ کے آفتاب اقبال کے جو تمام صفحۂ عالم کو منور کر چکا تھا، غروب کا وقت آیا تھا، رفتہ رفتہ دولت قرطاجنہ کو زوال آنے لگا چنانچہ رومیون نے سب سے پہلے سردانیہ پر اپنے پرچم لہرائے، پھر دوسرے جزیرون کی باری آئی اور کورسیکا وغیرہ رومی حلقۂ اطاعت مین داخل ہو گئے،

حکومت قرطاجنہ وروما کے محاربات بھی اپنی طویل داستانین رکھتے ہین، اور انھی سے تاریخ عالم مین ایک نئے دور کا آغاز ہوتا ہے، اور اب عہد قدیم کا صفحہ ختم ہو کر قرون وسطیٰ کا زمانہ آتا ہی جسکی تفسیر صرف دو لفظون "زوال قرطاجنہ" اور "عروج روما" مین کیجا سکتی ہی،

قرطاجنہ کی شکست اور مقبوضات صقلیہ سے دستبرداری

آخر قرطاجنہ نے روما کے مقابلہ مین سپر ڈال دی، معاہدۂ صلح منعقد ہوا، بحر روم کے زرخیز جزائر سردانیہ، کورسیکا، اور صقلیہ قرطاجنہ سے نکلکر جمہوریت روما کے صوبے قرار پائے، حکومت قرطاجنہ نے معاہدہ ثلگن ہیرون ثانی فرمانروائے سیراکیوز کو سیراکیوز کا جائز فرمانروا تسلیم کیا، اور ان دست برداریون کے صلہ مین جمہوریت روما نے قرطاجنہ کے دیگر مقبوضات سے تعارض نہ کرنے کا عہد کیا، اور اس طرح صقلیہ مین حکومت قرطاجنہ کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو گیا، یہ واقعات سنہ ۲۶۲ ق م سے سنہ ۲۴۱ ق م تک پیش آئے،

صقلیہ بطور جمہوریت روما کے ایک صوبہ کے

جمہوریت روما نے سردانیہ وکورسیکا کو ایک صوبہ اور صقلیہ کو ایک جداگانہ صوبہ قرار دیا، یہ صوبے جمہوریت روما کے سب سے پہلے صوبے تھے، صوبہ کا انتظام ایک ایک گورنر کے متعلق کیا گیا، جو اپنے تمام احکام مین خود مختار اور تمام باشندگان ملک کا حاکم مطلق تھا، البتہ رومن نژاد باشندون کے حقوق اوس کے دسترس سے بالاتر رکھے گئے،

ریاست سیراکیوز کا خاتمہ، اور پورے جزیرہ پر رومی تسلط

ہیرون ثانی فرمانروائے سیراکیوز ۲۱۵ سنہ ق م مین انتقال کرگیا، اسکے بعد سیراکیوز کی حکومت سنبھالنے کے لئے اس کا کوئی بہتر جانشین ثابت نہین ہوا، حکومت جمہوریت روما نے اس موقع کو مغتنم سمجھا، اور قنصل صقلیہ مرسلوس کو ہدایت کی، کہ حکومت سیراکیوز پر قابض ہوکر اسکی مطلق العنانی کا خاتمہ کردے، چنانچہ ۲۱۲ سنہ ق م مین سیراکیوز بھی ولایت روما صقلیہ مین داخل ہوگیا، اوراسی کے ساتھ پورا جزیرہ صقلیہ بلاشرکت غیرے رومی قبضہ واقتدار مین آگیا، اور پورا جزیرہ رومی حکومت کا ایک صوبہ قرار پایا، جو رومی گورنر قنصل کے ماتحت تھا،

صقلیہ کا رومی نظم ونسق،

حکومت روما نے صقلیہ کا باقاعدہ انتظام شروع کیا، اور یہان کی اہم خصوصیت یہی کہ مختلف مقامات پر حقوق وامتیازات سے مختلف طرز حکومت اختیار کیا گیا، اگرچہ صقلیہ کی خودمختار حکومت کا خاتمہ ہوچکا تھا، لیکن جمہوریت روما کے سینٹر (ارکان سینٹ)، کی باہمی مراعات سے صقلیہ کے رومی گورنر جو پروقونصل یا پروپکٹر کہے جاتے تھے، ایک مطلق العنان فرمانروا سے کسی طرح کم رتبہ نہ تھے، اور صقلیہ کی تاریخ مین ان کے مظالم کی دردناک داستانین ثبت ہین،

صقلیہ کے مختلف شہرون کو جو حقوق وامتیازات ملے ان حیثیات سے بعض شہر جمہوریت روما سے دوستانہ تعلقات رکھنے لگے، چنانچہ ہیرون ثانی کی حکومت کے اکثر شہر اسی حیثیت کے تھے، چند شہر ایسے بھی تھے، جو رومیون کو خراج نہین دیتے تھے، اور بقیہ شہر ایک باج گذار مفتوح شہر کی حیثیت مین تھے،

صقلیہ کا غلہ

جمہوریت روما مین صقلیہ کی اقتصادی حیثیت بھی قابل ذکر ہے، صقلیہ غلہ کا کھیت کہا جاتا ہے، کسان مالگذاری مین غلہ دیا کرتے تھے، اور اب بھی وہ غلہ ہی نذر کرتے تھے لیکن جمہوریت روما کے قبضہ سے پہلے صقلیہ کا غلہ صقلیہ ہی مین رہتا تھا، اب صقلیہ کا غلہ اٹلی کو جانے لگا تھا،

زوال قرطاجنہ مین صقلیہ کی شرکت

رفتہ رفتہ صقلیہ نے رومائی لڑائیون مین مساویانہ حصہ لینا شروع کیا، ۱۴۶ سنہ ق م مین کارتھیجیا یعنی قرطاجنہ کا تختہ الٹ دیا گیا، اس مین اہل صقلیہ بھی شریک تھے،

اس مین صقلیہ کو جو کچھ نفع پہنچا، صرف یہ تھا کہ صقلیہ کی وہ تمام چیزین جو اہل قرطاجنہ افریقہ اوٹھا لے گئے تھے، اہل صقلیہ کو واپس مل گئین،

صقلیہ مین انحطاط اور بغاوتون کا آغاز

اس کے بعد رفتہ رفتہ صقلیہ مین انحطاط شروع ہوا، اس کے شہرون کی قدیم عظمت باقی نہین رہی، صقلیہ کا غلہ زیادہ سے زیادہ مقدار مین اٹلی کھینچا جانے لگا اور یہی اسباب ایسے جمع ہوگئے، کہ حکومت روما کو منظم بغاوتون کا سامنا کرنا پڑا، روما کے خلاف یہ بغاوت برپا کرنے والی جماعت غلامون کی تھی، کیونکہ یہی وہ قوم تھی جو صقلیہ مین سب سے زیادہ غلہ پیدا کرتی تھی، اور یہی وہ قوم تھی جو صقلیہ مین سب سے زیادہ رومیون کے مظالم کا شکار تھی،

غلامون کی پہلی بغاوت

غلامون کی پہلی بغاوت ۱۳۴ھ ق م مین برپا ہوئی، ان کا لیڈر ایک شامی یونیس نامی تھا، اس کے جھنڈے کے نیچے ۷۰ ہزار فوج جمع ہوگئی، اس نے اپنا نام انٹی کیورز رکھا اور ہنا (قصریا) کو دار الحکومت قرار دیکر اپنی حکومت قائم کرلی، حکومت روما نے منظم طریقہ سے بغاوت فرو کرنا شروع کیا، یہان تک کہ آخر مین صرف ہنا قبضہ مین رہ گیا، آخر ۱۳۲ھ ق م مین روپلیس نے اسکو بھی مغلوب کرلیا، اور وہی یہان کا گورنر مقرر ہوا، ۱۳۱ھ ق م مین چند قواعد واحکام منضبط کئے، جس سے کچھ دنون تک امن وامان قائم رہا،

غلامون کی دوسری بغاوت،

لیکن اس کے قوانین غلامون کی تمام شکایتون کے سدباب کرنے مین کامیاب نہین ہوئے، اور بالآخر دوسری بغاوت اوٹھ کھڑی ہوئی، جو ۱۰۳ھ ق م سے شروع ہوئی اور بالآخر ۹۹ھ ق م مین فرو ہوگئی،

بغاوتون کا نتیجہ

صقلیہ کی تاریخ مین غلامون کی ان بغاوتون کو نہایت اہم حیثیت حاصل ہی، اور اون کے نہایت تفصیلی واقعات ہین، حکومت روما نے بالآخر غلامی کو قطعاً مسدود کردیا، اور تمام غلامون کو آزاد کرکے رومی حقوق عطا کردئے گئے، لیکن غلامون کے آقاؤن نے گورنرون کو رشوت

دیکر سینٹ کے احکام کو نافذ نہ ہونے دیا، غلامون کی اس بغاوت کا خاتمہ نہایت دردناک طریقہ پر انجام پایا تھا یعنی بغاوت کے استیصال کے بعد ایمفی تھیٹر قائم کیا گیا، اور خونخوار حکام نے اسٹیج پر درندون اور غلامون کی کشمکش کا نظارہ کرنا چاہا لیکن غلامون نے ان ہولناک منصوبون کو سنکر قیدخانہ مین آپس ہی مین ایک دوسرے کو مار ڈالا،

روما کی خانہ جنگیون مین صقلیہ کی حیثیت اور صقلیہ کے گورنرونکے دردناک مظالم

اس کے بعد روما مین خانہ جنگی (سول وار) شروع ہوگئی، اور صقلیہ مختلف مفرورین کی بہترین جائے پناہ ثابت ہوا، اور اسی سلسلہ مین یہان کی سیاسیات کی گتھی بھی الجھ گئی، اور گورنرون کے مظالم نہایت دردناک طریقون سے شروع ہوگئے اور ۸۲؁ ق م سے ۷۵؁ ق م تک گورنر اپنے مظالم برپا کرتے رہے، سینٹ کا ممتاز رکن سسرو سینٹ مین صقلیہ کی حمایت مین آواز بلند کرتا ہے، لیکن وہ صدا بصحرا ثابت ہوتی ہی، ۷۴؁ ق م مین ایک بدنام گورنر آتا ہی لیکن ۷۳؁ ق م سے پھر مظالم کا دور شروع ہوجاتا ہے، گایس ویرس مسلسل تین سال تک گورنری کے عہدہ پر فائز رہا، اور ایسے ناقابل بیان مظالم کئے کہ پوری سرزمین صقلیہ تھرا اوٹھی،

جمہوریت روما سے علحدگی

جب جمہوریت روما کے خاتمہ کے بعد رومن شہنشاہی مین سیزر کے عہد سے روما کی سول وار (خانہ جنگی) کا آغاز ہوا تو اس مین صقلیہ کو آگے چلکر اگسٹس سیزر کے عہد مین نمایان حصہ لینا پڑا، سکسٹس نے اگسٹس کے خلاف جو علم بلند کیا تھا، اس مین وہ ۴۳؁ ق م مین صقلیہ آکر کامیاب ہوا، اور ۷ برس تک صقلیہ ایک مستقل حکومت کا پایۂ تخت رہا، جو کہ اٹلی اور رومن طاقت سے جنگ آزما تھی،

ان سات برسون مین مختلف واقعات پیش آئے جب صقلیہ کا غلہ روما کیلئے بند ہوگیا، تو اہل روما نے اگسٹس سیزر کو صلح پر مجبور کرنا شروع کیا، اور صلح کے بعد سکسٹس کی حکومت صقلیہ مین تسلیم کرلی گئی، لیکن جنگ نے اپنے ہتھیار نہین رکھے، اور مختلف بہانون سے پھر معرکۂ کارزار گرم ہوگیا، کبھی سیزر کو شکست ہوئی اور کبھی سکسٹس کسی دوسرے دعویدار حکومت کے مقابلہ مین کامیاب ہوا، سکسٹس کو اگرچہ ستاونیچون

کی رفاقت حاصل تھی، اور وہ دیوی نیپچون کی نسل سے اپنے کو بتا رہا تھا، لیکن نیپچون نے اس کے ساتھ غداری کی، اور سنہ ۳۶ ق م میں صقلیہ کی حکومت سکسٹس کے ہاتھ سے نکل کر اگسٹس سیزر کے قبضہ میں آگئی، اور سنہ ۳۵ ق م میں سکسٹس کا ہمیشہ کیلئے خاتمہ ہوگیا، اور اسکے ساتھ صقلیہ میں نیپچون کی پرستش کا بھی خاتمہ ہوگیا،

صقلیہ رومن امپائر کا ایک صوبہ،

اس کے بعد صقلیہ پھر ایک رومن امپائر کا ایک معمولی صوبہ بن گیا، اور باشندوں کے وہی حقوق و امتیازات اور اس میں وہی اوتار چڑھاؤ کے قصے پیش آئے، یہاں تک کہ سنہ ۱۲۶ء میں جب روما نے مصر فتح کر لیا، تو مصر کے غلہ کی فراوانی نے صقلیہ کی عظمت و رفعت کو نقصان پہنچایا اور اب رومن امپائر کا کھیت صقلیہ کے بجائے مصر قرار پا گیا،

اور اسی کے ساتھ ہی رومن شہنشاہی میں زوال آنا شروع ہو گیا، پھر سنہ ۳۲۳ء میں شہنشاہ قسطنطین نے مذہب عیسوی قبول کیا، اور رومن شہنشاہی میں نئے سرے سے جان آگئی جس کے اثرات صقلیہ میں بھی ظاہر ہوئے،

غلاموں کی تیسری بغاوت

اس کے بعد کے واقعات کچھ زیادہ اہمیت نہیں رکھتے، البتہ سنہ ۲۶۰ء سے سنہ ۲۶۸ء تک صقلیہ میں غلاموں کی تیسری جنگ خاص طور پر قابل ذکر ہے، جو علمبرداران مسیحیت کے خلاف غلاموں نے انھی مظالم کے باعث برپا کی تھی، لیکن وہ پھر زیر کر لئے گئے،

صقلیہ میں ایک نئے دور کی ابتدائی علامتیں

اس کے بعد شہنشاہ پروبس (سنہ ۲۷۶، سنہ ۲۸۲) کے عہد میں صقلیہ میں ایک نئے دور کے آغاز کی ابتدائی علامتیں ظاہر ہوتی ہیں یعنی یورپ کی باربیرین قومیں جو آگے چلکر رومن شہنشاہی کو برباد کرنے والی ہیں، صقلیہ پر حملہ آور ہوتی ہیں، اور لوٹ مار کر چلی جاتی ہیں، باربیرین میں سے پہلا حملہ آور دستہ فرینکس کا تھا، جو دراصل شمال جرمنی و شمال فرانس کے باشندے تھے،

رومن امپائر کا انقسام اور صقلیہ کا تعلق مملکت غربیہ رومہ سے

شہنشاہ تھیوڈوسیس نے سنہ ۳۷۹ء میں رومن امپائر کو دو حصوں میں منقسم کر دیا،

ایک مملکت شرقیہ تھی، اس کا پایہ تخت قسطنطنیہ قرار پایا، اور بیزنطی حکومت کے نام سے موسوم ہے، اور دوسری مملکت غربیہ تھی، جس کا پایہ تخت روما رہا، اور تھیوڈوشیش کے دو لڑکے دونون ممالک کے عنانگیر رہے، اور صقلیہ مملکت غربیہ کا ایک حصہ رہا،

ازمنۂ مظلمہ کی ابتدا، اور مملکت غربیہ روما کا خاتمہ

پھر مملکت غربیہ روما پر باربیرین قومون کے بادل منڈلائے، اور اس زور شور سے آئی، کہ حکومت ٹکڑون ٹکڑون مین تقسیم ہوگئی، اور بالآخر فرمانروائے روما ایک شہنشاہ ہونے کے بجائے ایک مقدس پوپ بن کر رہ گیا، اور ۴۷۶ء مین حکومت کا ہمیشہ کیلئے خاتمہ ہوگیا،

یورپ کی تاریخ مین یہ دور ازمنۂ مظلمہ سے تعبیر کیا جاتا ہے جب مغربی حکومت روما کے ٹکڑے ٹکڑے الگ ہو کر مختلف ممالک انگلینڈ، فرانس، جرمنی اور اٹلی وغیرہ مین مختلف قومون نے اپنی اپنی حکومت قائم کرلی، اسی طرح صقلیہ کی سرزمین بھی انھی نئے فاتحون کے دست ظلم مین پہنچ گئی، اور ایسے المناک دور کا آغاز ہوا کہ جس کی نظیر تاریخ مین مشکل سے پیش کیجاتی ہے،

ازمنۂ مظلمہ مین صقلیہ مین مختلف حملہ آور قومین

اسی دور انقلاب یعنی ازمنۂ مظلمہ مین صقلیہ پر مختلف باربیرین قومین مختلف زمانون مین حملہ آور ہوئین، اور اپنی آزاد حکومتین قائم کین، صقلیہ پر تین مقامات اٹلی، افریقہ، اور جزائر بحر روم کی طرف سے حملے کئے گئے، اسکو سب سے پہلے دھکی اٹلی کی طرف سے دیگئی، یہ حملہ معمولی تھا، حملہ آور گال (گاتھک فرانس کے رہنے والے) تھے، مغربی گال کے فرمانروا الیدک نے روم پر سنہ ۴۱۰ء مین قبضہ کرنے کے بعد صقلیہ اور افریقہ پر حملہ کرنا چاہا، لیکن اس کی وفات کے باعث گالتھ کو صقلیہ مین قدم جمانے کا موقع نہ ملسکا، کیونکہ دراصل ٹیوٹانکس اس کے مالک بننے والے تھے،

ونڈل قوم کے شاہ گیسرک نے سنہ ۴۲۹ء مین افریقہ مین ٹیوٹانکس حکومت قائم کرلی، اور صقلیہ

پر بھی قبضہ کر لیا، لیکن اپنے آخری دور حکومت یعنی ۴۷۶ء مین صقلیہ خراج کی شرط پر شاہ روما کو دیدیا گیا، روما مین اس وقت اوڈو واکر فرمانروائی کر رہا تھا، شہنشاہ قسطنطنیہ نے باضابطہ اسکی حکومت تسلیم کر لی تھی، اور برائے نام خطاب عطا کیا تھا، اس مناسبت سے صقلیہ پھر بھی رومن امپائر کا ٹکڑا رہ گیا، اگرچہ اصل فرمانروا ٹیوٹانکس ہی تھے،

پھر اوڈو واکر کی جگہ مشرقی گاتھک شاہ تھیوڈورک ۴۹۳ء مین آیا، اور صقلیہ بھی اسی کے قبضہ مین رہا، لیکن صقلیہ کا غلہ روما کے بجائے گال جانے لگا، اور صقلیہ گاتھک حکومت کا ایک جزو بنگیا جس کے آثار اب تک صقلیہ مین موجود ہین،

مملکت شرقیہ رومہ (حکومت بیزنطی) کی کروٹ، اور صقلیہ کی طرف بیزنطی بڑھا

کچھ دنون کے بعد شہنشاہ جسٹینین کے عہد مین مشرقی رومن امپائر (بیزنطی) نے کروٹ لی، اور کھوئے ہوئے اقتدار کو حاصل کرنا چاہا، چنانچہ سپہ سالار بلیسیریس کی کمان مین ۵۳۳ء مین بیزنطی لشکر سب سے پہلے سسلی آیا، اور ابتدائی فتوحات کے بعد افریقہ پر فوج کشی کی گئی، جب افریقہ بیزنطی علم کے نیچے آگیا، تو بلیسیریس نے سسلی کا دوبارہ رخ کیا، اور ۵۳۵ء مین سسلی کے گاتھک فرمانرواؤن سے معرکہ آرائی شروع ہو گئی،

صقلیہ حکومت بیزنطی کا ایک صوبہ،

لیکن بیزنطی لشکر کو کچھ زیادہ جدوجہد نہین کرنی پڑی، اہل صقلیہ اپنے موجودہ فرمانروا قوم سے پہلے سے عاجز تھے، اسلیے صقلیہ کے تمام شہرون نے اپنے دروازے کھولدیے، البتہ پلرمو نے مقابلہ کیا، لیکن چھ مہینہ سے زیادہ محاصرہ کی ضرورت پیش نہین آئی، چنانچہ ایک سال کے ختم ہونے سے پہلے پہلے پورا صقلیہ بیزنطی حکومت کے زیر اقتدار تھا، دوسرے سال بلیسیریس اٹلی روانہ ہوا اور پورے اٹلی پر بھی اس نے اقتدار حاصل کر لیا، لیکن گاتھ اس آسانی سے ان مقبوضات سے دستبردار نہین ہو سکتے تھے، ۵۴۹ء اور ۵۵۰ء مین شاہ ٹوٹیلا نے صقلیہ پر آخری حملہ کیا، اور گو اہم شہرون مین سے کسی پر اقتدار حاصل نہ کر سکا، مگر پورے جزیرہ کو برباد کر ڈالا، اور چار مقامات پر اپنی فوجین چھوڑ کر یہان سے واپس

چلا گیا، یہانتک کہ سنہ ۵۵۱ء مین گاتھک آخری مرتبہ اس جزیرہ سے نکالے گئے، اور پورا جزیرہ حکومت بیزنطی کا ایک اہم صوبہ قرار پاگیا، جس کا دار الحکومت قسطنطنیہ تھا، اور صقلیہ کا گورنر رومن ایمپائر کا سب سے بڑا عہدہ دار سمجھا جاتا تھا،

صقلیہ کا مذہبی حیثیت سے قسطنطنیہ کے ماتحت بننا

پھر آٹھوین صدی مین صقلیہ مین ایک اہم انقلاب پیش آیا، یعنی جب روما کے پادریون نے شہنشاہ لیو قسطنطنیہ کی مخالفت مورتیون کے بارے مین کی، تو صقلیہ نے اپنے شہنشاہ کا ساتھ دیا، اور وہ مذہبی حیثیت سے بھی قسطنطنیہ کے گرجا کے ماتحت ہو گیا، اور اسکی وجہ سے صقلیہ ایک مرتبہ پھر پورے طور پر یونانی دنیا سے ملا دیا گیا، کیونکہ حکومت بیزنطی قسطنطنیہ تمام تر یونانی روایات و آثار پر قائم تھی،

جنوبی اٹلی کی مختلف حکومتین

اور آخر اسی مذہبی جنگ کی بنا پر قدیم روما سے شہنشاہ قسطنطنیہ کی عملی حکومت قطعاً اُٹھ گئی، اور سنہ ۸۰۰ء مین ایمپائر کے اسوقت پھر ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے جب فرینکس کے شاہ چارلس دی گریٹ کو شہنشاہیت کا تاج پہنا دیا گیا، اور اسی کے ساتھ اٹلی کا ایک بڑا حصہ قسطنطنیہ سے الگ کر لیا گیا اور ان پر لمبارڈ نے اپنا اقتدار جما لیا،

اگرچہ اب اٹلی مین متعدد حکومتین قائم ہو گئین، لیکن ان مین سے کسی نے بھی صقلیہ کا رخ نہین کیا، اور جنوبی اٹلی کا ایک حصہ اب بھی حکومت بیزنطی کے پاس یادگار باقی رہ گیا،

عرب و روم کی جنگ کا آغاز اور شہنشاہ قسطین دوم کی صقلیہ مین آمد اور صقلیہ کی بغاوت،

صقلیہ اسی طرح حکومت بیزنطی کے ماتحت تھا، کہ عرب و روم کی جنگ کا آغاز ہو گیا، اور اسی سلسلہ مین سنہ ۶۶۵ء مین شہنشاہ قسطین دوم صقلیہ آیا، اور سنہ ۶۶۸ء مین غسلخانہ مین قتل کر دیا گیا،

اسکی وفات کے بعد اہل صقلیہ نے مزٹیس کو صقلیہ کا بادشاہ بنایا، لیکن دوسرے سال قسطین کا لڑکا قسطنطین چہارم (صاحب اللحیہ) صقلیہ آیا، اور مزٹیس کو مغلوب کر کے سارے جزیرے پر قبضہ کر لیا،

صقلیہ پر عربون کے حملے

یہی زمانہ ہے جسمین صقلیہ پر عربون کے حملے شروع ہوجاتے ہین، جن کا آغاز اگرچہ ساتوین صدی سے شروع ہوگیا تھا، لیکن نوین صدی مین یہ حملے بڑے پیمانہ پر ہونے لگے، اور دسوین صدی کے اختتام سے پہلے پہلے عرب سارے جزیرے کے مالک بن گئے،

صقلیہ کی قدیم تاریخ مین فریمان کے اختتامی جملے،

مسٹر فریمان سسلی کی قدیم تاریخ کو ختم کرتے ہوئے آخری پیرا ان الفاظ مین لکھتے ہین :-

"مسلمانون کی آمد سے سسلی کا ایک نیا دور شروع ہوتا ہے، آہستہ آہستہ یہ رومن ایمپائر سے بالکل الگ کرلیا گیا، اور اسکے ساتھ یورپ اور مسیحیت سے بھی،......"

اور اسی کے ساتھ قدیم جنگ یورپ و افریقہ یعنی یونانیون اور سامیون کے درمیان شروع ہوگئی، اور اس مرتبہ پہلے سے زیادہ تیز تھی،......

مسلمانون کی آمد سے اس جزیرہ کی تاریخ خود اپنی تاریخ بنکر شروع ہوتی ہے، اور یہ ایک نہایت طویل اور لمبی تاریخ ہے، جو کسی دوسری جلد مین بیان کی جائیگی"[1]

مسٹر فریمان کی یہ دوسری جلد عالم وجود مین نہ آسکی، اور آج یہی فریضہ یہ درماندہ قلم ادا کرنے بیٹھا ہے، اس لئے سسلی کی یہ ابتدائی اور قدیم سرگذشت سننے کے بعد صقلیہ مین عربون کے کارنامہ کا مرقع دیکھئے،

---

[1] عہد روما کے آغاز سے حکومت بزنطی کے خاتمہ تک کے حالات مسٹر فریمان کی تاریخ اسٹوری آف دی نیشنس جلد ۳۱ (جو مخصوص سسلی کی قدیم تاریخ پر لکھی گئی ہے)، کے ص ۲۶۵ سے ۳۵۳ تک مسلسل ماخوذ ہے،

صقلیہ پر عربون کے ابتدائی حملے

سنہ ۳۳ھ - سنہ ۱۸۴ھ
۶۵۳ء - ۸۰۰ء

ساتوین صدی عیسوی مین دنیا
کی دو متحارب جماعتین روم وعرب
یا
عیسائی اور مسلمان

جسوقت اسلام کا آفتاب بطحا کی وادی سے طلوع ہوا، اس وقت سرزمین عرب کے ارد گرد ساسانی و رومی حکومتون کے جاہ وجلال کا ستارہ بلند تھا، اسلئے عرب جونہی اسلام کی دعوتِ اتحاد قبول کر کے یک نقطہ پر جمع ہونے لگا، تو اس کی ان ہمسایہ حکومتون کو اپنے اپنے وجود کا خطرہ نظر آنے لگا، چنانچہ اسلام کے قدم حدودِ عرب مین پورے طور پر جمنے بھی نہین پائے تھے، کہ عرب کے دو گوشون سے دو گھنگور گھٹائین اٹھین، کہ اس نور کی کرنون کو پھیلنے نہ دین، لیکن ریگستانِ عرب کے گرم و تیز آفتاب نے دم کے دم مین دونون طرف کے بادلون کو چھانٹ چھانٹ کے اس طرح منتشر کر دیا کہ تھوڑی ہی دیر مین ایران و شام کا مطلع صاف ہو گیا، اور اسی کے ساتھ وادیِ نیل کی فضا بھی رومی گرد و غبار سے پاک ہو گئی،

تختِ کسریٰ کے الٹتے ہی ایرانی قوت کا تو خاتمہ ہو گیا، لیکن رومی سلطنت عہد قدیم سے قائم تھی اور رومی دنیا کی اولوالعزم قومون یونان اور قرطاجنہ وغیرہ کے جانشین تھے، دنیا کا ربعِ مسکون ان کے گھوڑون کی ٹاپ سے روندا جا چکا تھا، اگر شام و مصر ان کے ہاتھ سے نکل گئے، تو ان سے دہ چند بڑے

صوبون مین ان کا سکہ جاری تھا، بایں ہمہ شام و مصر کا زوال رومی دبدبہ و سطوت کیلئے ناقابل فراموش تھا، اس لئے وہ اپنے کھوئے ہوئے صوبون کے سرنگون علم کو سربلند کرنے کیلئے منڈلا منڈلا کر شام کا مطلع غبار آلود کرتے رہتے تھے،

ادھر عربون کی شمشیر آبدار مین اسلام کی صیقل گری سے ایسا دم آگیا تھا، کہ وہ مافوق العادۃ عزم و ہمت سے رومیون کے مقابلہ مین کمربستہ ہوگئے، اور جس رومی صوبہ پر ایک مرتبہ بھی اسلامی پرچم لہرا گیا، پھر اسکو ہمیشہ سربلند رکھنے کے لئے عرب کا بچہ بچہ جان نثاری کیلئے تیار تھا،

یہی کشمکش تھی جو ساتوین صدی عیسوی مین شروع ہوئی، اور اسی عہد سے دنیا کی تاریخ مین دو متحارب قومین صفحۂ عالم پر ایک دوسرے کے مقابل صف آرا ہوئین، جنکو روم و عرب یا عیسائی اور مسلمان کہا جاتا ہے،

روم و عرب کی آویزش

روم و عرب کی باہمی آویزش کا پہلا واقعہ اس طرح پیش آیا کہ سنہ ۶ھ عہد نبوت مین جب اسلام کے قاصد دحیہ تبلیغی خطوط لیکر حدود شام کا سفر کر رہے تھے، تو رومی رعایا کے ہاتھ سے جو عیسائی غسانی عرب تھے، شہید ہوئے، بعد ازین اسلام کے دوسرے قاصد حارث بن عمیر بھی شامی رومی حکومت کے حدود مین قتل کئے گئے، ان شہدائ کے انتقام مین عربی تلوار نیام سے نکلی، اور ۸ھ مین غزوۂ موتہ پیش آیا،

اسکے بعد سے مسلمان رومی حملہ کے ہر وقت متوقع رہتے تھے، اور رومیون کے مدینہ منورہ پر حملہ کی افواہین اڑنے لگین، آخر آنحضرت صلعم مجاہدین کے ساتھ مدافعت کیلئے خود مقام تبوک مین تشریف لے گئے، جو حدود شام مین واقع تھا، اور جنگ کے اسی سلسلہ نے پہلے شام کو اور پھر مصر کو عربون کے زیر نگین کر دیا،

جب عرب کے ہمسایہ صوبے شام و مصر اسلامی حکومت کے زیر اقتدار آگئے، تو بحر روم کے سواحل انکے پاؤن کے نیچے آگئے، اور رومی ہر سال ان بحری راستون سے ان اسلامی ملکون پر تاخت کرنے لگے، یہ دیکھکر یہان کے مسلمان والیون نے دربار خلافت مین بحری پیش قدمی کی درخواست بار بار پیش

کرنی شروع کی، لیکن حضرت عمرؓ نے خشکی کے بہادرون کو بحری میدانون مین قدم رکھنے کی اجازت نہین دی، اور مملکت اسلامیہ کی حدبندی کرکے انھی حدود کے قائم رکھنے کی سخت تاکید فرمائی، اسلئے شام ومصر کے مفتوح ہونے کے بعد عربون کے نزدیک روم وعرب کی معرکہ آرائی گویا ختم ہو چکی تھی[1]،

لیکن رومی اپنی قومی حمیت سے شام ومصر جیسے زرخیز صوبون سے دست بردار ہونے کیلئے تیار نہین ہوئے، اور انکے بازیافت کی پیہم کوشش شروع کردی، اور اپنی ریشہ دوانیون مین کامیاب ہوکر ابتداءً اہل مصر کو بغاوت پر آمادہ کردیا، جنھون نے اپنے رومی گورنر مقوقس کی مرضی کے برخلاف علم بغاوت بلند کردیا، اور ۲۵ھ ۶۴۵ء مین منویل کی سرکردگی مین حکومت بیزنطی قسطنطینیہ کے جنگی بیڑے ساحل اسکندریہ پر لنگرانداز ہوگئے[2]،

اور حضرت عمرؓ کی صلح جوئی سے روم وعرب کی آویزش کا جو سلسلہ منقطع ہو چکا تھا، پھر نئے سرے سے جاری ہوگیا،

اس رومی پیشقدمی کے جواب مین مسلمانون نے بھی طبل جنگ بجایا، اور بارگاہ خلافت سے بلاد روم کو تاخت وتاراج کرنے کا فرمان صادر ہوگیا، غیور وشجاع عرب میدان کارزار مین اوتر پڑے اور اسلامی فتوحات کا دائرہ روز بروز وسیع ہونے لگا، چنانچہ اسی زمانہ مین امیر معاویہ روم کے ایشیائی صوبون پر حملہ آور ہوئے، عبداللہ بن سعد بن ابی سرح خشکی کے راستہ سے افریقہ پہونچے، اور ان سب کو باجگذار بنا لیا گیا،

اس کے ساتھ ہی اسی موقع سے فائدہ اٹھا کر امیر معاویہ نے خلیفہ وقت حضرت عثمانؓ سے بحری جنگ کی اجازت طلب کی، اور ۲۸ھ ۶۴۸ء مین جزیرۂ قبرس کو باجگذار بنایا گیا،

غرضیکہ ۸ھ سے ۲۸ھ تک روم وعرب کے جو حالات رہے، ان کے نتیجہ کے طور پر دونون قومون

---

[1] فتوح البلدان بلاذری ص ۱۵۹، [2] ابن اثیر ج ۳ ص ۶۲.

کی طرف سے ایک دوسرے کے خلاف ایسی سرگرمی شروع ہوگئی، جو تھوڑے تھوڑے وقفون کے سوا مدت ہائے دراز تک ملتوی نہین ہوئی، اور درحقیقت صقلیہ کی اسلامی تاریخ کو بھی اسی سلسلۂ جنگ کی ایک کڑی سمجھنا چاہیئے، کیونکہ ان ابتدائی واقعات سے دنیا مین ایک ایسی خونریز جنگ کا سلسلہ شروع ہوگیا، جس کے شعلے صدہا سال تک بلند رہے،

صقلیہ پر اسلامی حملے کے اسباب،

جزیرہ صقلیہ سال ہجرت سے ۸۷ سال قبل ۵۳۵ء مین دوبارہ حکومت بیزنطی کے زیر اقتدار آیا، اور اس حکومت کو یہان اس قدر مقبولیت حاصل ہوئی، کہ جب رومی فاتح صقلیہ بلیسریس صقلیہ پہنچا، تو یہان بجز بلرم کے تمام شہرون نے اپنے دروازے کھول دئے، اور چھ مہینے کے اندر ہی بلرم بھی مفتوح ہوگیا، اور پورے جزیرہ پر بیزنطی پرچم لہرانے لگا،[1]

صقلیہ کے اس طرح زیرنگین ہونے سے حکومت بیزنطی کو اس پر کامل اعتماد حاصل تھا، اور تمام عیسائی دنیا مین اس کی مخصوص وفاداری مسلم تھی، اس لئے جب شام و مصر اسلامی فتوحات کے دائرے مین شامل ہونے لگے، تو صقلیہ وہان کے مفرور عیسائیون کی پناہ گزینی کے لئے ایک مستحکم قلعہ ثابت ہوا، چنانچہ ۱۹ھ مین قیساریہ کے مفتوح ہونے کے بعد وہان کے رومی گورنر نے یہین آکر پناہ لی،[2]

اسی طرح ۳۱ھ مین عربون کی پیشقدمی کے جواب مین جب قیصر روم قسطین دوم (۶۶۳ تا ۶۶۸ع، ۴۲ تا ۴۸ھ) پانچ چھ سو جہازون کے عظیم الشان جنگی بیڑے کے ساتھ مسلمانون پر حملہ آور ہوا، اور شدید بحری معرکہ آرائی کے بعد ہزیمت اوٹھائی تو یہان سے فرار ہوکر قسطنطنیہ واپس

---

[1] اسٹوری آف دی نیشنس ج ۳، (بیزنطاین امپائر) ص ۸۸ [2] فتوح الشام و مصر، واقدی در اماری ص ۲۰۱،

جانے کے بجائے جنگی تیاریون کیلئے صقلیہ چلا آیا، اور یہین بیٹھ کر شام، مصر اور افریقیہ کے اسلامی مقبوضات مین بغاوت کرانے اور ان پر جارحانہ حملون کی تیاریان کرنے مین مصروف ہو گیا، کیونکہ یہی بیزنطی مقبوضہ علاقہ ان اسلامی مقبوضات سے قریب واقع تھا، جہان سے ہر قسم کی خفیہ ریشہ دوانیان جاری رکھی جا سکتی تھین[1]،

ان واقعات سے عربون کو صقلیہ کی مرکزیت کا پورے طور پر احساس ہونے لگا، اور اسلامی مقبوضات، شام و مصر، اسکندریہ، اور افریقیہ کی بقا و تحفظ کیلئے صقلیہ پر حملہ آور ہونے کا خیال قدرۃً پیدا ہو گیا، کیونکہ صقلیہ مین والی قیساریہ کی پناہ گزینی، شہنشاہ قسطنطنیہ کی امداد اور جنگی تیاریان، مصر اور افریقیہ کے اسلامی مقبوضات مین منظم بغاوت کرانے اور باغیون کے کھلے بند معاون ہونے سے پے در پے ایسے اسباب جمع ہو گئے، جنکو عرب کسی طرح نظرانداز نہ کر سکے، اور قدرتی طور پر انہین صقلیہ پر حملہ آور ہونے کی ترغیب ہوئی، کہ اگر صقلیہ اسلامی قلمرو مین شامل نہ ہو سکے، تو کم از کم اسکو خود اپنی مدافعانہ بیش بندیون مین ایسا مشغول رکھا جائے، کہ نہ اسکو اپنے ہمسایہ اسلامی مقبوضات مین ریشہ دوانیون کا موقع مل سکے، نہ حکومت بیزنطی یہان ایسی مرکزی فوجی طاقت قائم کرے، جس سے ان اسلامی مقبوضات پر جارحانہ حملون کی جرات پیدا ہو،

چنانچہ اسی نقطۂ نظر سے سنہ ۳۳ھ[2] ۶۵۳ء مین سب سے پہلا اسلامی بیڑا صقلیہ کی تاخت و تاراج کیلئے

---

[1] ابن اثیر ج ۳ ص ۹۲

[2] صقلیہ پر سب سے پہلے اسلامی حملہ کی یہ تعیین کسی قدر تشریح طلب ہی، کیونکہ اولاً عام مورخین نے ان ابتدائی حملون کا تذکرہ سرے سے نظرانداز کر دیا ہے اور اس کا آغاز اوس سنہ سے کرتے ہین، جب اسلامی بیڑا اغالبہ کے دورِ حکومت مین سنہ ۲۱۲ھ مین صقلیہ کو اسلامی قلمرو مین شامل کرنے کے لئے افریقیہ سے روانہ ہوا، اور ساحل پر اوتر کر واپسی کے جہازون کو نذرِ آتش کر دیا، چنانچہ عرب مورخین مین سے ابن اثیر اور یورپ کے عام مورخین گبن وغیرہ نے صقلیہ پر اسلامی حملہ اسی عہد سے شروع کیا ہے، اور جن عرب مورخین نے اسلامی حملون کا آغاز دورِ اغالبہ کے بعد

روانہ ہوا، اور مسلمانون نے سب سے پہلی مرتبہ سرزمین صقلیہ پر قدم رکھا، اور صقلیہ پر مسلمانون کے ابتدائی حملون کا آغاز ہوگیا، جن کا سلسلہ سنہ ۱۳۵ھ/۷۵۲ء تک سنو سال سے زیادہ قائم رہتا ہے،

سب سے پہلا حملہ صقلیہ پر حملہ آور ہونے کا خیال، واقدی کی روایت کے بموجب سب سے پہلے امیر معاویہ کو پیدا ہوا،

(بقیہ حاشیہ ص ۷۴) پیشتر دکھایا ہے، ان کے بھی دو بیان ہوگئے ہین، ایک کے روسے اموی عہد یعنی سنہ ۴۶ھ سے ابتدا ہوتی ہے، اور دوسری روایت کے بموجب خلافت راشدہ ہی مین اس کا آغاز ہوجاتا ہے، لیکن دوسری روایت اسقدر مجہول رہی ہے کہ اب تک زمانہ حال کے مورخین مین سے جنلوگون نے عربون کے ان ابتدائی حملون کا تذکرہ کیا ہے، وہ بلا استثنا اسکی ابتدا اسی سنہ ۴۶ھ سے شروع کرتے ہین، چنانچہ اس سلسلہ مین سب سے آخری تحریر انسائیکلوپیڈیا آف اسلام (سسلی طبع اول) کی ہے، اس نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے، لیکن ان پر اعتماد کرنے سے پیشتر مناسب ہے کہ جن عرب مورخین نے عربون کے ان ابتدائی حملون کا تذکرہ کیا ہے، ان کا ایک عام جائزہ لیا جائے،

ان ابتدائی حملون کے متعلق عرب مورخین کی مختلف روایتین ہین،

(۱) پہلی روایت بلاذری و دیگر مورخین کی ہے، جس کے روسے صقلیہ پر سب سے پہلا حملہ عہد اموی مین امیر معاویہ کے حکم سے معاویہ بن حدیج کی سرکردگی مین سنہ ۴۶ھ مین ہوا، یہ بیڑا افریقہ سے آیا تھا، اور مال غنیمت ساتھ لے کر وہین واپس گیا،

دور حاضر مین جن مختلف اہل قلم نے صقلیہ کے ابتدائی حملون کا تذکرہ کیا ہے، انھون نے بالعموم اسی روایت کو قبول کیا ہے،

(۲) دوسری روایت ایک غیر معتبر راوی یعنی واقدی کی ہے، جس سے پتہ چلتا ہے، کہ صقلیہ پر سب سے پہلا حملہ خلافت راشدہ کے دور مین عہد عثمانی مین ہوا، واقدی کا بیان اگرچہ نہایت مفصل ہے، جس کی تفصیل کی کوئی تائید کسی دوسری روایت سے نہین ہوتی، مگر اس روایت مین کسی سنہ کی تعیین نہین کیگئی ہے،

(۳) تیسرا بیان ابن عذاری کا ہے، یہ صقلیہ پر سب سے پہلا حملہ سنہ ۳۲ھ مین قرار دیتا ہے، چنانچہ لکھتا ہے:-

سنة ۳۲ھ اغزی معاویة بن حدایج	سنہ ۳۲ھ مین معاویہ بن حدیج نے ایک بحری فوج
جیشاً فی البحر الی صقلیه فی مایة مرکب	صقلیہ بھیجی، جو سو جہازون مین تھی، اس نے

چنانچہ لکھتا ہے :-

امیر معاویہ والی شام نے خلیفۂ وقت حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صقلیہ پر فوجکشی

(بقیہ حاشیہ ص ۷۵)

فسبوا وغنموا واقاموا شهرا	قیدی گرفتار کئے، مال غنیمت حاصل کیا، اور
(البیان المغرب دراماری ص ۲۵۲)	ایک مہینہ قیام پذیر رہی،

اگر یہ عبارت یہین ختم ہو جاتی تو واقدی کے بیان کی پوری تائید ہوتی، لیکن البیان المغرب کا یہ نسخہ ناقص ہے، اور پھر یہی شائع بھی ہوا ہے، اس مین مذکورۂ بالا عبارت کے بعد چند سطرین غائب ہین، پھر نصف سطر کی عبارت مین بعض ایسے واقعات کا تذکرہ آیا ہے، جو ۴۶ھ ۶۶۶ء مین پیش آئے اس لئے نہیں کہا جاسکتا کہ جو سطرین ضائع ہو گئی ہین، ان مین ۳۳ھ کے حملہ کے دیگر حالات کے بعد ۴۶ھ کے حملہ کا تذکرہ کیا گیا تھا، یا ۴۶ھ کے حملے کے واقعات بھی اسی ۳۳ھ کے ضمن مین درج کر دئے گئے ہین، جس سے یہ شبہہ ہو سکتا ہے، کہ اس نے ۴۶ھ کے واقعہ کو ۳۳ھ مین قرار دیدیا ہی۔

لیکن ابن عذاری آگے چل کر ۴۶ھ ۶۶۶ء کے واقعہ کو بھی مستقل طور پر بلاذری کے حوالے سے نقل کرتا ہی (البیان المغرب دراماری ص ۲۵۲) اس سے قیاس ہوتا ہے کہ اسکو دو روایتین ملی ہین، ایک ۳۳ھ کے حملہ کی، اور دوسری ۴۶ھ کے واقعہ کی، اور اس نے دونون کو اپنے اپنے موقع پر جگہ دی، اسلئے اسکی روایت کے رو سے پہلا حملہ ۳۳ھ مین قرار دیا جاسکتا ہی،

(۴) چوتھی روایت ایسے مورخین کی ہے جنھون نے حملہ کا سب سے پہلا سال ۳۳ھ ۶۵۳ء کو قرار دیا ہے، اور اس کے تحت مین دوسرے حملہ ۴۶ھ ۶۶۶ء کے واقعات درج کئے ہین، چنانچہ اس سلسلہ مین نویری کی نہایۃ الارب مین ایک دلچسپ مسامحت ہو گئی ہی، یعنی جب اسکو صقلیہ کے حملے کا سب سے پہلا سال ۳۳ھ ۶۵۳ء معلوم ہوا، اور حملہ کے تفصیلی واقعات ۴۶ھ کے ملے تو اس نے ان دونون کی آمیزش سے ایک مرتب واقعہ قلمبند کر لیا، جس سے اغلاط کی ایک عجیب داستان تیار ہو گئی، لکھتا ہے :-

۳۳ھ ۶۵۳ء ذکر اول من غزا جزیرۃ صقلیہ	سب سے پہلا حملہ جو جزیرۂ صقلیہ پر مسلمانون کی طرف
فی الاسلام وهو عبد الله بن قیس الفزاری	سے کیا گیا، وہ ۳۳ھ مین عبد اللہ بن قیس الفزاری کا حملہ

کی اجازت لیکر تین ۳۰۰ سو جنگی جہازون کا ایک بیڑا صقلیہ روانہ کیا،[1]

(بقیہ حاشیہ ص ۷۶)

من قبل معاوية بن حُديج وكان قد بعثه	جو معاویہ بن حدیج کے حکم سے کیا گیا تھا، اور
من افريقة وذالك في خلافة معاوية بن	اس کو افریقہ سے بھیجا تھا، اور یہ معاویہ بن ابی
ابي سفيان ففتح ..... (نہایۃ لارب نویری ص ۴۲۵)	سفیان کی خلافت کے عہد مین پیش آیا،

نویری کی یہ مسامحت روشن ہے، اولاً یہ واقعات سنہ ۴۶ھ مین پیش آئے، پھر سنہ ۳۳ھ تو خلافت راشدہ کا دور تھا جب کہ عہد عثمانی کا دورِ فتن بھی نہین شروع ہوا تھا، پھر "خلافتِ معاویہ" کے کیا معنی؟

اسی قسم کی غلطی ابن ابی دینار صاحب کتاب المونس سے سرزد ہوئی ہے، اس نے بھی سنہ ۴۶ھ ۶۶۶ء کے واقعہ کو سنہ ۳۳ھ ۶۵۳ء مین درج کرکے صقلیہ کے حملہ کا پہلا سال سنہ ۳۳ھ کو قرار دیا ہے،

اب ان تمام مختلف بیانون مین یہ امر قابل لحاظ ہے، کہ ابن عذاری، نویری، اور ابن ابی دینار کے ان غلط بیانون مین بھی قدر مشترک نکلتا ہے کہ عربون کا سب سے پہلا حملہ سنہ ۳۳ھ ۶۵۳ء مین ہوا، اسلئے یہ لوگ سنہ ۳۳ھ کی تعیین مین باہم بالکل متفق ہین، البتہ یہ سوالات رہ جاتے ہین کہ حملہ آور بیڑا کہان سے آیا، کس کی تحریک سے یہ واقعہ وقوع پذیر ہوا، جو مالِ غنیمت حاصل ہوا، اس کا خمس کس فرمانروا کے پاس گیا، بلاشبہہ یہ تینون مورخین بہ اتفاق یہی بتاتے ہین، کہ حملہ آور بیڑا افریقہ سے معاویہ بن حدیج کی تحریک سے آیا، اور مالِ غنیمت کا خمس امیر معاویہ کے پاس بطور خلیفہ بھیجا گیا،

اس لئے ان تینون روایتون مین دو متضاد امور جمع ہین، اگر یہ واقعہ سنہ ۳۳ھ مین پیش آیا، تو یہ تفصیلات صحیح نہین، اور اگر اس واقعہ کی یہ تفصیلات صحیح ہین، تو یہ واقعہ سنہ ۳۳ھ کے بعد عہد اموی کا ہے، اسلئے سال کی تعیین صحیح نہین، اور ہمین اصولاً یہی آخری صورت اختیار کرکے اس سنہ کی تعیین کو مسامحت پر محمول کر لینا چاہئے جیسا کہ ایسے موقعون پر بالعموم یہی روش اختیار کیجاتی ہے،

لیکن چند در چند وجوہ ایسے جمع ہو گئے ہین، جن سے تعیینِ سنہ کو مسامحت پر محمول کرنا صحیح نظر نہین آتا، کیونکہ اولاً اس تعیین سنہ کو ہم صرف اس لئے نظر انداز نہین کر سکتے کہ عام مورخین نے اس کا تذکرہ نہین کیا، کیونکہ حقیقت یہ ہے کہ اس زمانہ مین بحر روم پر جسقدر اسلامی حملے ہوئے، ان کے حالات سے ہمارے مورخین

اگرچہ صقلیہ کی رومی حکومت کو افریقیہ کے عیسائیون نے مسلمانون کے اس ارادہ سے باخبر کردیا تھا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ،،) بڑی حد تک بے خبر رہے، اور نہ ان کے نقطہ نظر سے ان کی کوئی ایسی اہمیت تھی، کہ وہ ان کو خصوصیت سے درج کرتے، البتہ وہ اجمالی طور پر ان حملون کے وقوع پذیر ہونے سے باخبر تھے، چنانچہ ابن اثیر ۲۸ھ مین فتح قبرص کا تذکرہ کرکے بحر روم کے ان حملون کے متعلق اجمالی طور پر صرف یہ لکھ دیتا ہے:-

وبقی عبد اللہ بن القیس الجاسی علی البحر فغز اخمسین غزاۃ من بین شاتیۃ وصائفۃ فی البر والبحر (ابن اثیر ج ۳ ص ۷۵)	اور عبد اللہ بن القیس کے حملے جاری رہے، اور اس نے موسم گرما و سرما کے پچاس بری و بحری حملے کئے،

معاویہ بن حدیج کی سرکردگی مین سنہ ۳۴ھ مین افریقیہ پر ایک حملہ ہوا تھا، لیکن عام مورخین عرب اس سے ناواقف تھے، ابوالعرب اس جنگ کا تذکرہ کرکے لکھتا ہے:-

وکانت تلک الغزوۃ لا یعرفھا کثیر من الناس (معالم الایمان ج ۱ ص ۴۱)	اور ان حملون کو بہت سے لوگ نہین جانتے ہین،

پھر اگر صقلیہ کے ۳۳ھ کے حملہ کا سنہ اور اس کے واقعات عام طور پر لوگون کو معلوم نہین ہوئے تو کیا جائے حیرت ہے، آخر ۲۸ھ کے قریب سالون مین عبد اللہ بن قیس کے وہ سب بحری حملے کب اور کہان ہوئے، اس لئے اگر اس عام تاریخی مین کسی جگہ صرف حملہ کا سنہ ملتا ہے، اور اس کے واقعات غلط ہین، تو یہ کوئی تعجب خیز اور ایسا ناقابل وثوق امر نہین ہوگا، کہ اس زمانہ کے بحر روم کے حملون سے لوگ عام طور پر ناواقف تھے،

علاوہ ازین جیسا کہ تذکرہ کیا جا چکا ہے، ابن عذاری نے ان واقعات کو ۳۳ھ ۶۵۳ع مین درج کرنے کے بعد ۴۶ھ ۶۶۶ع کے واقعہ کو جداگانہ حیثیت سے پیش کیا ہے، اس لئے اس کے نزدیک یہ دونون واقعے جداگانہ طور پر دو سالون مین پیش آئے، اور اگر کتاب کا مکمل نسخہ موجود ہوتا، تو عجب کیا ہے، کہ ۳۳ھ کے مستند واقعات ہمین مل جاتے،

لیکن جب ابن عذاری کا بیان موجود نہین تو قدرۃً ہمارے پیش نظر واقدی کا وہ بیان آتا ہے،

لیکن حکومت صقلیہ نے مدافعت کی کوئی تیاری نہین کی، اور مسلمانون کے تین ۳۰۰ سو جنگی جہاز ساحل صقلیہ پر یکایک آکر لنگر انداز ہوگئے، رومی گورنر اسلامی فوج کے جائزہ کے لئے قلعہ پر چڑھ گیا، پھر نیچے اوتر کر سابق

(بقیہ حاشیہ ص ۷۸) جسمین اگرچہ کوئی سنہ مذکور نہین، لیکن اُس کی تفصیلات سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ خلافت راشدہ کے عہد سے متعلق ہے، اور ہمارے پاس صرف یہی ایک ایسی روایت ہے، جو ۳۳ھ کے حملہ کی نسبت کہی جا سکتی ہے، کیونکہ یہ حملہ غزوۃ الصواری کے بعد بیان کیا جاتا ہے، اور غزوالصواری مستند روایت کے رو سے ۳۱ھ مین پیش آیا، اسلئے عہد عثمانی مین ۳۱ھ کے بعد یہ حملہ ثابت ہوتا ہے، پھر دوسری طرف عہد عثمانی مین ۳۴ھ سے فتنون کا دور شروع ہو جاتا ہے، جسکے بعد تمام اسلامی بحری و بری پیش قدمیان موقوف ہو جاتی ہین اور فتوحات کا سلسلہ رک جاتا ہی، ان وجوہ سے یہ تسلیم کرنا پڑے گا، کہ صقلیہ کا سب سے پہلا حملہ ۳۱ھ ۶۵۱ء کے بعد اور ۳۴ھ ۶۵۴ء سے پہلے وقوع پذیر ہوا، اور پھر ہم ابن عذاری، نویری، اور ابن ابی دینار کی تصریح کی روشنی مین ۳۳ھ کو قطعی طور پر متعین کر سکتے ہین،

ہم ان مورخین کے ان بیانون کی روشنی مین یہان تک پہنچے تھے، کہ ہمین اس کی تائید مین ایک نئی روایت سے آگاہی ہوئی، جس سے مذکورۂ بالا بیان کی مزید تصدیق ہوتی ہے، یہ روایت لسان الدین الخطیب کی کتاب "اعمال الاعلام فی من بویع قبل الاحتلام من ملوک الاسلام" کی ہے، اس نے اپنی اس کتاب مین صقلیہ کے متعلق ایک مختصر باب شمالی افریقہ کی تاریخ کے ضمیمہ کے طور پر اضافہ کیا ہی، وہ صقلیہ کے اسلامی حملون کو جس ترتیب سے لکھتا ہی، اس سے سب سے پہلا حملہ خلافت راشدہ ہی مین قرار پاتا ہی، چنانچہ لکھتا ہی:-

قال ارباب التواریخ کان اول من غزا جزیرۃ	ارباب تاریخ کا بیان ہے، کہ سب سے پہلے جزیرہ
صقلیہ من امراء افریقیۃ الموجہین الیہا	صقلیہ پر اُن امرائے افریقہ مین سے کسی نے حملہ کیا
من قبل الخلیفہ عثمانؓ ثم معاویہ بعدہ	جنکو خلیفہ عثمان نے افریقہ مین متعین کیا، پھر امیر معاویہ
الامیر معاویہ بن حدیج الکندی فلم	نے حملہ کیا، اور اس کے بعد معاویہ بن حدیج نے کیا،
تزل تغزی بعد ذالك (در یادگاری مضامین ج ۲ ص ۲۷۴)	اس کے بعد اس پر ہمیشہ حملے جاری رہے،

اور اسی طرح انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا کے مقالہ نگار (سسلی) نے بھی صقلیہ پر پہلا اسلامی حملہ دمشق سے بتایا ہے، اور اس نے ۶۵۵ء کی تعیین کی ہے، جس کے رو سے سال ہجری ۳۵ھ قرار پاتا ہی، (طبع یازدہم، ج ۲۵ ص ۳۱) لیکن یہ دور

والیِ قیسارنیہ کو مشورہ کے لئے طلب کیا،

والیِ قیسارنیہ (شام) قیسارنیہ کے مفتوح ہونیکے بعد یہین آکر پناہ گزین تھا، وہ مسلمانون کی جنگی کارگذاریون سے آگاہ تھا، اور مختلف میدانون مین شکست کھاکر مجاہدین کے صبر و استقلال اور مافوق العادت جنگی عزم و ارادے کے سامنے ہتیار ڈال کر اپنا زیرِ حکومت علاقہ ان کے سپرد کر چکا تھا، اسلئے اس نے مشورہ کے وقت ابتدائے مصر و شام کے واقعات دُہرائے، مسلمانون کی پامردی و جوانمردی کے مختلف واقعات سناکر مشورہ دیا، کہ ان کو کچھ دے دلاکر واپس کردیا جائے، لیکن رومی گورنرِ صقلیہ نے اس کے مشورہ کو نہایت حقارت سے رد کردیا، اور مدافعانہ تیاریون مین مصروف ہوگیا، جب اسکی جنگی تیاریان مکمل ہوگئین، تو قدیم طریقۂ جنگ کے مطابق اس نے اسلامی فوج مین ایک ایلچی روانہ کیا، کہ وہ مسلمانون کی حملہ آوری کے اغراض دریافت کرے، مسلمانون نے بھی اپنا نمایندہ ایک ترجمان کے ساتھ گورنرِ صقلیہ کے پاس بھیجدیا،

اسلامی نمایندہ نے گورنرِ صقلیہ کے بعض سوالون کے جواب مین بعثتِ نبوی، فضائلِ نبوی، اسلام کی عالمگیر اشاعت، اور اسلامی فتوحات کی وسعت وغیرہ کے حالات تفصیل سی سنائے، پھر صقلیہ پر حملہ آور ہونے کا سبب ان الفاظ مین ظاہر کیا۔

،، سرزمینِ شام مین جو واقعات گذر چکے ہین، ان سے تم واقف ہوگے، اور تم اس حقیقت سی بھی آگاہ ہوگے، کہ ہم نے اپنی بے مایہ اور کمزور فوجی طاقت کے باوجود ہرقل کو فاش شکست دی،

(حاشیہ ص ۶۹) فتن تھا، اسلئے درحقیقت اسکی اصل بھی ۳۳ھ ہی ہے، ان تمام حالات مین بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے، کہ صقلیہ پر سب سے پہلا حملہ ۳۳ھ مین کیا گیا،، ۵۱ (حاشیہ صفحہ ۸۰) اگرچہ جنگ کے یہ مفصل واقعات مستند نہین کہے جاسکتے لیکن تصحیح و تغلیط سی قطع نظر کرکے محض ضمنی طور پر بطور تفریح درج کئے جاتے ہین، واقدی نے امیر لشکر کا نام نہین لیا ہے لیکن ابن اثیر نے عبداللہ بن قیس الحاسی کے متعلق جو کچھ لکھا ہے اوسکی بناپر عجب کیا کہ صقلیہ پر پہلا حملہ انھی کی سرکردگی مین انجام پایا ہو،

اور وہ مسلمانون سی خوف زدہ ہوکر قسطنطینیہ بھاگ گیا، اور اسکو اپنی ذلت و ناکامی کا ایسا صدمہ جانگداز ہوا کہ اس سے پھر جانبر نہ ہو سکا او نا کام و نامراد اس دنیا سے چل بسا،

ہرقل کے بعد اُس کے لڑکے قسطنطین[1] نے جگہ لی، قسطنطین اور اس کی فوج پر جو کچھ گذری اوس سے بھی تم واقف ہو کہ طوفانِ حوادث نے اس کو مع لشکر جرار کے ایسا تھپیڑا دیا کہ وہ پھر ہماری طرف رُخ نہ کر سکا، اور اب صقلیہ مین آکر پناہ گزین ہوا ہی"،

اس کے بعد سب سے آخر مین اسلامی نمایندہ نے اپنے عمومی مطالبہ کو ان الفاظ مین پیش کیا، :-

"اب دو ہی صورتین ہین، یا تو تم لوگ دینِ اسلام مین داخل ہو جاؤ، اور یا تم ہماری ذمہ داری مین آجاؤ، اور اس کے معاوضہ مین وہ ٹیکس (جزیہ) ادا کرو، جو ذمی ممالک مین لیا جاتا ہی، اس کے بعد ہم تمھاری حفاظت کے پورے ذمہ دار ہون گے، اپنے ملک مین امن و امان کی زندگی بسر کرو، ورنہ پھر آخری فیصلہ تلوار سے ہوگا"،

جب اسلامی نمایندہ کی پوری تقریر ختم ہو گئی، تو صقلیہ کے گورنر نے سلسلۂ کلام جاری کر کے کہا، :-

"اپنے سالارِ فوج سے کہدو، کہ صقلیہ روم کے شہر نہین جنھین تم نے بآسانی مغلوب کر لیا، جزیرہ صقلیہ ایک محفوظ و مامون قلعہ ہی، اور درحقیقت اب جب تم نے ہماری تربیت یافتہ ٹڈی دل فوج اور بہترین فوجی طاقت کا بچشم خود مشاہدہ کر لیا ہے، تو تم اپنے کردار پر خود پشیمان ہو گے کہ بحیرہ روم کے عبور کی کیون زحمت گوارا کی،

---

[1] اکثر عرب مورخین ابن اثیر وغیرہ اس عہد کے قیصر روم قسطین دوم (CONSTANS II) (۲۲ھ تا ۴۸ھ، ۶۴۲ء تا ۶۶۸ء) کو قسطنطین بن ہرقل کہتے ہین، حالانکہ قسطین بن ہرقل ہونا چاہیے،

کیا تم واقف نہین کہ جس نے ہم پر حملہ آوری کی جرأت کی، اوسے نہایت ذلیل وخوار ہو کر واپس جانا پڑا، بلکہ ہم تو یہ قصد رکھتے ہین، کہ تمھارے تمام مفتوحہ ممالک پر حملہ آور ہو کر تمھارے ہم مذہب لوگون کو شکست دین، اور نہایت ذلّت سے گرفتار کر کے پابزنجیر جزیرہ مین لائین،

اور تبدیلی مذہب کے متعلق جو کچھ تم نے کہا، وہ خام خیالی ہے، ہم اپنے آبا؛ واجداد کے مذہب پر ہین، جو کبھی ترک نہین ہو سکتا، اور جس جزیہ کا حوالہ دے رہے ہو، وہ تو تمھین خود ادا کرنا چاہئے کہ ہم تم پر حملہ آوری سے باز رہین،،

گورنر کے جواب مین اسلامی نمایندہ نے آخری بیان دینا شروع کیا:۔

،،ہم وہ لوگ ہین جو جنگ وجدال سے رسوا نہین ہوتے، ہمارے نزدیک موت کوئی باعث ننگ وعار نہین، دنیا کی اس ناپایدار زندگی سے قتل ہو جانا زیادہ بہتر سمجھتے ہین،.......،،

گفتگو یہین تک پہنچی تھی، کہ ایک بطریق مذہبی جوش سے دیوانہ وار اوٹھا، اور اسلامی نمایندہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا،:۔

،،اے عرب! ہم سے کون مبارزہ کرتا ہے؟،،

اسلامی نمایندہ نے جواب دیا،:۔

،،تمھارے مقابلہ کے لئے ہم مین کا ضعیف ترین شخص تیار ہے،،

بطریق یہ جواب سنتے ہی غضب آلود ہو کر ہاتھ مین ننگی تلوار سونتتے ہوئے محل سے باہر نکل آیا، اور اسلامی فوج کے سامنے جا کر دعوت مبارزت دی، ایک افریقی نو مسلم نے دعوت قبول کی؛ اور چشم زدن مین بطریق کا سر لئے ہوئے، اپنی جگہ واپس آگیا، اور باشندگان صقلیہ کو بآواز بلند مقابلہ کی دعوت دی،

گورنر صقلیہ یہ تمام تماشہ دیکھتا رہا، افریقی کی جرأت وشجاعت سے محوِ حیرت تھا، سوال کیا، "کیا یہ عرب ہے"، جواب ملا "نہیں! یہ افریقہ کا ایک معمولی باشندہ ہے، جو دائرۂ اسلام مین داخل ہوگیا ہے اور اوس کی یہ شجاعت قبولِ اسلام کا ایک ادنیٰ کرشمہ ہے"، یہ خبر اوس کیلئے اور روح فرسا تھی، وہ پریشان ہوکر محل مین لوٹ آیا،

اس کے بعد مسلمانون نے عام حملہ کا انتظام کیا، موقعِ جنگ درست کرکے منجنیق[1] وغیرہ نصب کردئے، رومی فوج بھی مقابلہ مین صف آرا ہوگئی، اور طبلِ جنگ بجتے ہی حملے شروع ہوگئے، مسلمانون نے پہلے منجنیق سے پتھر برسائے، جس سے رومی فوج اور وہان کی عمارتون کو کافی نقصان پہنچا، رومیون نے منجنیق کے مقابلہ مین عرادات (پتھر پھینکنے کے چھوٹے آلات) سے کام لیا، لیکن اس سے کوئی خاطر خواہ فائدہ حاصل نہین ہوا،

اس کے بعد دست بدست لڑائی کی نوبت آئی، فوج کو قدیم اصولِ جنگ کے مطابق میمنہ، میسرہ اور قلب مین تقسیم کردیا گیا تھا، آغازِ جنگ کے ساتھ ہی اسلامی فوج کے میسرہ پر رومیون کے قدم اکھڑ گئے، میسرہ کی فوج آگے بڑھتے چلی گئی، اور پورے ایک گھنٹہ تک رومیون کو تلوار کے گھاٹ اُتارتی رہی، جب رومی بہت پیچھے ہٹ گئے تو جانباز مجاہدین اپنی جگہ میسرہ پر دوبارہ واپس آگئے،

سرزمین صقلیہ پر روم وعرب یا مسیحیت و اسلام کی یہ پہلی معرکہ آرائی شام تک جاری رہی، آخر رات کی تاریکی نے ایک دوسرے کو جدا کیا، اور جب فوج کا بادل پھٹا، تو میدانِ کارزار مین دونون طرف کے کشتے خاصی تعداد مین پڑے دکھائی دئے،

---

[1] منجنیق کی اصل میکنک ہے جس کے معنی آلہ کے ہین، پرانے زمانہ مین یہ ایک قسم کا آلہ تھا جس مین بڑے بڑے پتھر رکھ کر اون کو چکر دیکر دشمنون پر پھینکتے تھے، اور قلعون کی دیوارون اور جہازون کے تختون کو مارتے تھے۔

اب دستور کے مطابق دونون فریق کو آرام وسکون سے رات بسر کرنی تھی، لیکن جانباز مجاہدین نچلے نہ بیٹھ سکے، انھین ابھی اپنے رسد کا سامان کرنا تھا، رات کی پچھلی پہر اوٹھے، اور قرب وجوار کے مواضع پر چھاپا مارا، جہان بہت کافی مال غنیمت دستیاب ہوا جسکو بحفاظت اپنے پاس رکھکر وہ مدتون کے لئے سامان رسد سے بے فکر ہو کر جنگ جاری رکھ سکتے تھے،

یہ لڑائیان کچھ دنون تک اسی طرح جاری رہین، اس درمیان مین صقلیہ کے رومی گورنر نے اپنی مرکزی حکومت بیزنطی قسطنطنیہ سے امداد طلب کی لیکن وہان کچھ شنوائی نہ ہوئی، تو قیسارنیہ کے سابق والی نے مشورہ دیا، کہ اسلامی امیر لشکر سے استدعا کی جائے، کہ چند روز کے لئے جنگ موقوف کر دیجائے کہ صلح کے معاملات پر غور کیا جا سکے، اور اس درمیان مین ایک وفد قسطنطنیہ بھیجا جائے، جو مرکزی حکومت کو صحیح حالات سے باخبر کرے، لیکن خود رومی گورنر نے اس مشورہ کو مسترد کر دیا، اور جنگ بدستور جاری رہی،

جنگ کا یہ سلسلہ مدتون قائم رہا، اس مین چند اہم معرکہ آرائیان پیش آئین جن مین مسلمانون کو غلبہ حاصل رہا، اور رفتہ رفتہ اون کے پاس مال غنیمت کا ایک انبار لگ گیا، اور صقلیہ کی فوج کی ایک کثیر تعداد موت کے گھاٹ اتر گئی،

جنگ کا یہ سلسلہ قائم تھا کہ حکومت بیزنطی قسطنطنیہ نے صقلیہ کی طرف توجہ کی، اور چھ سو ۶۰۰ جنگی جہازون کا بیڑا تیار کر کے صقلیہ کی حفاظت کے لئے روانہ کیا، اسلامی فوج مدت سے اپنی اسی طاقت کے ساتھ برسرپیکار تھی، ذخائر جنگ کا کافی حصہ اب تک خرچ ہو چکا تھا، افریقیہ، مصر وشام سے کسی امدادی فوج کے جلد آنے کی کوئی توقع بھی نہین تھی، اس لئے اگر اسلامی فوج رکی رہتی، تو ایک طرف صقلیہ کی فوجی طاقت سے مقابلہ رہتا، اور دوسری طرف رومی تازہ دم فوج کی مدافعت کرنی پڑتی، نیز مسلمانون کا مقصد صقلیہ کو قلمرو اسلامی مین داخل کرنا بھی نہ تھا، وہ جو کچھ چاہتے تھے، وہ حاصل ہو چکا تھا، اسلئے وہ شب

کی تاریکی مین ساحلِ صقلیہ سے لنگر اوٹھا کر شام کی طرف روانہ ہو گئے،

امیرِ لشکر اپنی پوری فوج کے ساتھ مالِ غنیمت اور قیدیون کو ساتھ لئے ہوئے دمشق پہنچا، امیر معاویہ نے جوان دنون والی شام تھے، فوج کی کامیابی و کامرانی اور ان حالات مین واپسی کی پوری داستان سنی، اور امیرِ لشکر کے طرزِ عمل کو عاقبت بینی پر محمول کر کے نظرِ استحسان سے دیکھا، اور پھر تمام واقعات کی مفصل روداد حضرت عثمان رض کے پاس دار الخلافت بھیجدی گئی، حضرت عثمان رض نے بھی امیرِ لشکر کے طرزِ عمل کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھا، اور صقلیہ کی یہ پہلی مہم باین طور انجام کو پہنچی[۱]،

رومیون کا جوابی حملہ

مسلمانون کی یہ حملہ آور جماعت لوٹ کر سرزمین شام مین واپس گئی تھی، اسلئے صقلیہ کے اس اسلامی حملہ اور نیز سنہ ۳۴ھ مین افریقیہ پر اسلامی تاخت[۲] کے جواب مین شہنشاہِ قسطنطنیہ نے اپنی جنگی تیاریان شروع کر دین، اور سنہ ۳۵ھ مین ایک دوسرے عظیم الشان جنگی بیڑے کے ساتھ شام کی حملہ آوری کے لئے روانہ ہوا لیکن قدرت کو کچھ اور منظور تھا، رومی بیڑا سمندر کے متلاطم خیز طوفان کے نذر ہو کر منتشر ہو گیا، اور اگر عرب مورخین کی روایت صحیح ہی، تو قسطنطین ۔ دوم پھر صقلیہ مین آکر پناہ گزین ہوا[۳]،

عرب و روم کی عارضی صلح اور صقلیہ پر اسلامی حملہ کا التوا

رومی پھر جنگی تیاریون مین مصروف ہو گئے، لیکن ادھر عرب مین خود خانہ جنگی کا آغاز ہو گیا، اور امیر معاویہ والئ شام نے خلیفۂ وقت حضرت علی رض کے خلاف علمِ بغاوت بلند کر دیا لیکن اس کے ساتھ ساتھ انھین رومیون سے بھی نپٹ لینا پڑا، کیونکہ وہ شام اور بحرِ روم کے شمالی ساحل پر قابض تھے، اور رومیون کے بیشتر حملے اونھین کی ولایت پر ہوتے رہتے تھے، جنگی مدافعت اور جارحانہ پیشقدمیون کا سارا نظام انھی کے ہاتھ مین تھا، اسلئے جب مسلمانون کے درمیان خانہ جنگی کا آغاز ہوا، تو امیر معاویہ کو دو طرفہ معرکہ آرائیان پیش آئین، ایک طرف انھین خلیفۂ وقت کی فوج سے خشکی پر معرکہ آرا ہونا تھا، اور دوسری طرف

---

[۱] فتوح الشام و مصر واقدی ورڈ ماری از ۲۰۰ تا ۲۰۵ [۲] معالم الایمان ابن ناجی قیروانی ج ۱ ص ۴۱ [۳] تاریخ طبری ج ۶ ص ۸۶ [۴] قسطنطین کی صقلیہ مین آمد اور موت کی تفصیل آگے آئیگی،

الگ بحری حملون کی تیاریان کر رہے تھے، اس لئے انھون نے اپنے سیاسی مشیر کار عمرو بن العاص کے مشورہ سے رومیون سے صلح کی سلسلہ جنبانی کی، اور دونون مین ایک عارضی صلح ہو گئی،[1] جس سے صقلیہ پر اسلامی تاخت معرض التوا مین آگئی،

اثنائے صلح مین رومیون کی جنگی تیاریان اور صقلیہ کا فوجی استحکام

اس عارضی صلح سے رومیون کو بڑی تقویت پہنچی، حکومت بیزنطی کا نظام حکومت نئے سرے سے مرتب ہونے لگا، تمام صوبے دوبارہ تقسیم کی رو سے قائم کئے گئے، جابجا فوجی مرکز بنائے گئے، اور صرف چند سال مین حکومت بیزنطی ایک مستحکم و مضبوط طاقتور حکومت بن گئی، چنانچہ مسٹر سی وائی سی اومن کے بیان سے پتہ چلتا ہے، کہ حکومت بیزنطی نے پہلے تمام ممالک محروسہ کی حدبندی کی، پھر پوری مملکت بیزنطی کو مختلف صوبون مین تقسیم کیا، اور ہر صوبہ کا نیا نظام قائم کرنے کے علاوہ جدا جدا نئے نام بھی تجویز کئے گئے، صوبون کی تقسیم مشرقی و مغربی نقطۂ نظر سے کی، چھ صوبے یعنی آرمینا اور اناطولیہ وغیرہ مشرقی مملکت مین اور اسی طرح چھ صوبے یعنی تھیرس، تھیسولونیکا، اور افریقہ وغیرہ مغربی حصہ مین قائم ہوئے، اور انھی مغربی صوبون مین سے ایک اہم صوبہ سسلی بھی قرار پایا،

صوبون کی یہ تقسیم خالص فوجی نقطۂ نظر سے عمل مین آئی تھی، کہ یہ انتظامی صوبے ہونے کے بجائے حکومت بیزنطی کے الگ الگ فوجی مرکز قائم ہو جائین، چنانچہ اس جدید تقسیم سے پیشتر صوبون مین انتظامی و فوجی شعبے الگ الگ تھے، لیکن اب صوبون کی انتظامی حیثیت نظر انداز کر دی گئی، اب ہر صوبہ کا افسر اعلیٰ وہان کا سب سے بڑا سپہ سالار بھی تھا، چنانچہ مسٹر اومن بہ تصریح لکھتے ہین:-

"ان مین سے ہر ایک صوبہ ایک مستقل فوجی چھاونی تھا، جسمین سے ہر ایک کو تھیم (THEME) سے موسوم کیا گیا، اور فوج ہی کا افسر اعلیٰ صوبہ کا گورنر بھی تھا"

---

[1] اخبار الطوال ص ۱۶۸، یورپ کے مورخین نے اس صلح کے واقعات کو ایسی رنگ آمیزی سے پیش کیا ہے کہ امیر معاویہ نے رومیون کا باجگذار بننا قبول کر لیا، لیکن یہ صحیح نہین، اسٹوری آف دی نیشنس ج ۳۰ (بیزنطائن ایمپائر اومن)

حکومت بزنطی کے اس عہد کے طریق سیاست سے پتہ چلتا ہے، کہ اوس نے ان تمام صوبون مین صوبہ صقلیہ کو فوجی نقطہ نظر سے سب سے زیادہ اہمیت دی، اگر عرب مورخین کی روایتین صحیح ہین، تو قسطین دوم قیصرِ روم متعدد بار صقلیہ آیا، ورنہ مغربی مورخین کے بیان کے مطابق یون کہنا چاہئے کہ وہ عربون سے جنگ آزما ہونے کے لئے اپنی زندگی کے آخری دور مین صقلیہ چلا آیا، کیونکہ یہان اسکو ایسی فوجی طاقت اور ان صوبون سے ایسی گہری دلچسپی پیدا ہوگئی تھی، کہ اسکو روما کی عظمتِ رفتہ یاد آگئی، اور مقدس شہر روم کو لمبارڈ کے وجود سے پاک کرنے کیلئے سنہ ۶۶۴ء مین یہین سے کوچ کرکے روم پر حملہ آور ہوا، چنانچہ مسٹر اومن کا بیان ہے:۔

> "باشندگانِ قسطنطنیہ کو اسقدر خطرہ ہونے لگا، کہ اب وہ روم کو یا (صقلیہ کے دار الحکومت) سیراکیوز کو اپنا پایہ تخت بنانے والا ہے[1]"

کیونکہ وہ عربون کے حملے سے صقلیہ کو محفوظ رکھنے کے علاوہ یہان سے افریقہ، مصر اور شام کی بازیافت کی کوشش کرسکتا تھا، اور غالباً یہی اسباب تھے جنکی بنا پر اس نے صقلیہ کے فوجی استحکام کی طرف خاص توجہ کی، چنانچہ مسٹر جان بری پروفیسر کیمبرج یونیورسٹی نے اپنے ایک مقالہ "سلطنت روما کی بحری حکمت عملی" مین اس حقیقت کو جابجا تسلیم کیا ہے، کہ قسطین کے قیامِ صقلیہ کا واحد مقصد مسلمانون کے خلاف ایک بحری مرکز قائم کرنا تھا، چنانچہ ایک موقع پر لکھتے ہین:۔

> قسطین دوم سنہ ۶۶۲ء مین صقلیہ آیا، اور سنہ ۶۶۸ء تک وہین رہا، اس نے افریقہ وغیرہ پر اسلامی اقتدار کے استحکام کے برخلاف صقلیہ مین ایک بحری مرکز قائم کیا، کیونکہ اسکو افریقہ کے اسلامی اقتدار سے خطرہ تھا، کہ صقلیہ، جنوبی اٹلی اور یونانی علاقہ ان کی زد مین ہوگا، اور بحر اڈریاٹک کے دروازے اون پر کھل جائین گے اور ڈلمیشیا اور ایکزارکیٹ اون کے رحم و کرم پر ہون گے،
>
> انھی وجوہ سے اس نے صقلیہ اور جنوبی اٹلی مین بحری قوت کو مضبوط کرنا چاہا، لیکن رومیون کی

---

[1] اسٹوری آف دی نیشنس ج ۳۰ (بیزنطائن ایمپائر) ص ۱۶۸،

حکمت کے باعث کامیاب نہ ہوسکا، اور انھی کوششون مین مصروف تھا، کہ سنہ ۶۶۸ء مین قتل کردیا گیا"[1]

مسٹر جان بری نے اگرچہ اس فوجی بحری مرکز کا سبب صقلیہ اور جنوبی اٹلی کا صرف تحفظ بتایا ہے لیکن یہ بآسانی سمجھا جاسکتا ہے، کہ اگر حکومت بیزنطی کا بحری مرکز اسلامی حکومت افریقہ کے اسقدر قریب قائم ہوجاتا، تو خود اس کے لئے کیا کم خطرات تھے، اور نیز قسطین کو بحر شامی مین پے در پے جو زخم لگے تھے، وہ اسقدر جلد مندمل ہوجاتے کہ وہ شام و مصر کے زرخیز اسلامی علاقون پر بھی حملہ آور نہ ہوتا،

لیکن اولاً تو قضا و قدر کو یہ سب منظور نہ تھا، قسطین صقلیہ ہی مین خود اپنی وفادار رعایا کے خنجر خونچکان کا نشانہ بن گیا، اور پھر اس کے بعد خواہ جیسا کہ مسٹر جان بری کا خیال ہے، اس کے جانشینون نے یہ نکتہ فراموش کردیا، اور یا اسلامی بیڑے کا بروقت حملہ خود قسطین کے ارادون مین فراحم ہوا، اور صقلیہ کو بحری مرکز بننے کا موقع نہ ملسکا، اور عین اسوقت جبکہ قسطین صقلیہ کو بحری مرکز بنانے کا منصوبہ پورا کر رہا تھا، اسلامی حکومت افریقہ نے صقلیہ مین حکومت بیزنطی کی ان فوجی تیاریون کے روک تھام کیلئے افریقہ سے ایک زبردست اسلامی بیڑا روانہ کیا، جو یہان ایک مہینہ تک صقلیہ کی تازہ دم فوج سے نبرد آزما رہکر اپنی فوجی قوتون کی نمایش کرکے واپس چلا گیا،

دوسرا حملہ عربون کا یہ دوسرا حملہ ۴۶ھ ۶۶۶ء مین ہوا، جبکہ قسطین بذات خود صقلیہ مین مقیم تھا، اس حملہ کے بانی معاویہ[2] ابن حدیج الکندی والی افریقہ تھے، انھون نے عبد اللہ بن قیس کی سرگردگی مین دوسو ۲۰۰ جنگی جہازون

---

[1] یادگاری مضامین ج ۲ ص ۴۸

[2] معاویہ بن حدیج الکندی نوجوان صحابی تھے، یہ عثمانی تھے، اور اسی لئے امیر معاویہ کے نہایت معتمد علیہ کارکنون مین شمار کئے جاتے تھے، طبری مین ہے کہ جب عمرو بن العاص نے اپنی حکمت عملی سے حضرت ابو موسی اشعری کی زبان سے حضرت علیؑ کے معزول ہونے کا اعلان کرایا، اور پھر خود عمرو بن العاص نے امیر معاویہ کے حق مین خلافت کا فیصلہ کیا، تو عبد الرحمن بن ابی بکر کے بیان کے مطابق اسوقت معاویہ بن حدیج ہی پہلے شخص تھے جنھون نے امیر معاویہ سے بیعت کرنے کے لئے ہاتھ بڑھایا، اور بیعت خلافت کی، اور پھر انھی نے محمد بن ابی بکر قاتل عثمان کو تہ تیغ کیا (دیکھو ص ۸۹)

کا بیڑا صقلیہ روانہ کیا، عبداللہ بن قیس کو بحر روم کی لڑائیون کا کافی تجربہ تھا، اسلئے صقلیہ کے اس حملہ مین بھی اسکو نمایان کامیابی حاصل ہوئی، اور یہ بیڑا ایک مہینہ تک کامیاب معرکہ آرائیون کے بعد کثیر مالِ غنیمت کے ساتھ افریقہ واپس آگیا،

معاویہ بن حدیج نے حکومت اسلامی کے اصول وقوانین کے مطابق واپسی کے بعد قمونیہ مین مال غنیمت کو تقسیم کیا، اور اس کا پانچوان حصہ مرکزی حکومت کے بیت المال کیلئے امیر معاویہ بن ابی سفیان کی خدمت مین روانہ کردیا، صقلیہ کے اس مالِ غنیمت مین زر وجواہر سے مرصع سونے چاندی کے مجسمے بھی دستیاب ہوئے تھے، جو امیر معاویہ کے پاس بھیج دئے گئے تھے،

امیر معاویہ نے ان بتون کے سونے چاندی کی مالیت کے علاوہ ان کی صنعت سے بھی فائدہ اٹھانا چاہا، اور مذہبی نقطۂ نظر کو نظر انداز کرکے ان کو فروخت کرنے کیلئے ہندوستان بھیجنا چاہا، لیکن مورخین کا بیان ہے کہ امیر معاویہ کے اس طرزِ عمل کو عام مسلمانون نے ناپسند کیا، اور نویری کے بیان کے مطابق اس اختلاف کی وجہ سے امیر معاویہ اپنی اس تجویز پر عمل نہ کرسکے، لیکن ابن عذاری کی روایت ہے کہ اس احتجاج کے باوجود وہ ہندوستان بھیج دئے گئے،

چنانچہ بلاذری اور بیرونی نے بھی ان کے ہندوستان بھیجے جانے کی تصریح کی ہے، اور بیرونی نے ان کے سندھ کے فرمانرواؤن کے یہان فروخت ہونے کا ضمنی تذکرہ کرکے امیر معاویہ کے طرزِ عمل کی توجیہ بھی کی ہے،

اس کے علاوہ امیر معاویہ نے اسی مالِ غنیمت سے ٹونس مین کنوئین بھی کھدوائے، جو آبار

اس لئے امیر معاویہ کے دورِ فرمانروائی مین یہ ممتاز عہدون پر سرفراز ہوئے، مختلف ولایتون کے والی مقرر ہوئے، ۴۵ھ مین افریقہ کی ولایت پر آئے، اور اس سے پیشتر بھی کئی مرتبہ مختلف فوج کے ساتھ افریقہ آچکے تھے، ۴۷ھ تک افریقہ مین رہے پھر امیر معاویہ نے انھین عبداللہ بن عمرو بن العاص کے بجائے مصر کا والی مقرر کردیا، (طبری ج ۷ ص ۸۴، حوادث سنہ ۴۷ھ)

حدیج کے نام سے موسوم ہوئے[1]،

اس حملہ کا اثر صقلیہ کی سیاسیات پر

مسلمانون کے اس حملہ کا صقلیہ کی سیاسیات پر نہایت گہرا اثر پڑا، کیونکہ صقلیہ کی رومی رعایا مین سے ایک طبقہ اپنے مذہبی مناقشون کی بنا پر قسطین سے پہلے ہی سے بدظن تھا، پھر وہ عربون کے خلاف صقلیہ مین جو کچھ تیاریان کر رہا تھا، اس کا خمیازہ خود اس کی موجودگی مین اہل صقلیہ کو بھگتنا پڑا، اس لئے یہ اور اسی قسم کے مختلف اسباب ایسے جمع ہو گئے، کہ خود قسطین کے برخلاف ایک منظم سازش کیگئی، اور بالآخر اسکو غسلخانہ مین تہ تیغ کر دیا گیا[2]،

قسطین کے قتل ہونے کے بعد صقلیہ کے سیاسیات مین بھی انقلاب ہو گیا، اور دوسری طرف عرب فاتح بھی اپنی دوسری مشغولیتون مین مصروف ہو گئے، اب حکومت بنی امیہ کی ساری توجہ مغربی ممالک مین سے صرف افریقہ کے معاملات کی طرف مبذول رہی، کیونکہ اگرچہ افریقہ کے چند مقامات مفتوح ہو چکے تھے، اور یہان اسلامی حکومت کا باقاعدہ نظام قائم تھا، مگر ابھی تک شمالی افریقہ مین حکومت قرطاجنہ کا علم بھی بلند تھا، اور جس کے سرنگون کئے بغیر بحر روم کے اسلامی ممالک کو اقتصادی و تجارتی آزادی نصیب نہین ہو سکتی تھی، کہ بحر روم کے اسلامی تجارتی جہاز کو فوجون کے سایہ مین سفر کرنا پڑتا تھا،

چنانچہ تقریبًا ربع صدی سے زیادہ زمانہ گذر گیا، اور صقلیہ کے رومیون اور اسلامی جہازون مین کوئی آویزش نہین ہوئی لیکن اسی اثنا مین صقلیہ کے داخلی حالات نے بھی پلٹا کھایا، حکومت بیزنطی کے خلاف

---

[1] فتوح البلدان بلاذری ص ۲۲۵، کتاب البیان المغرب ابن عذاری (ترجمہ اردو) ص ۲۱، کتاب المونس فی اخبار افریقہ و تونس ابن ابی دینار ص ۲۵ و دیوان صلۃ السمط ابن شباط در اماری ص ۲۱۱، معالم الایمان ج ۱ ص ۴۱، نہایۃ الارب نویری در اماری و کتاب الہند بیرونی ص ۶۰،

[2] اسٹوری آف دی نیشنس ج ۳۰ بیزنطائن ایمپائر ص ۱۶۹، قسطین کے مقتول ہونے کے سنہ مین عرب اور یورپ کے مورخین کے متضاد بیان ہین، یورپ کے مورخین ۶۶۸ء قرار دیتے ہین، ہم نے حکومت بیزنطی کی مسلسل تاریخ کو پیش نظر رکھتے ہوئے یورپ کے مورخین کے بیان کو قبول کیا ہے، اس رو سے سال ہجری ۴۸ھ قرار پاتا ہے،

جو بغاوتین برپا ہوئی تھین، وہ فرو ہوگئین، جن باغیون نے سر اوٹھایا، ان کی سرکوبی ہوئی، اور اس دورِ اختلال سے یہان کی فوجی اور خصوصاً بحری طاقت مین جو اضمحلال آگیا تھا، وہ بھی رفتہ رفتہ دور ہوا، اور حکومت صقلیہ ایک مرتبہ پھر اپنے دم خم سے میدان مین اوتری، صقلیہ کے جنگی جہاز بحر روم مین منڈلاتے دکھائی دینے لگے، اور پھر جب زیادہ جرأت پیدا ہوئی، تو ہمت کر کے اسلامی جہازون پر جارحانہ پیشقدمیان اور غارتگریان بھی شروع ہوگئین، اور اس سلسلہ مین سنہ ۶۹ھ مین سب سے پہلا واقعہ پیش آیا،

یہ عبدالملک بن مروان کے دورِ خلافت کا واقعہ ہے، اس نے افریقیہ مین عقبہ بن نافع کی شہادت کے بعد بعض باغیون کی سرکوبی کے لئے زہیر بن قیس بلوی کو سنہ ۶۲ھ ۶۸۱ء مین افریقیہ کے عہدۂ ولایت پر سرفراز کیا، وہ عقبہ کی شہادت کے بعد سے برقہ مین مقیم تھے، یہان سے مرکزی حکومت کی امدادی فوج کو ساتھ لیکر قیروان روانہ ہوئے، اور اپنے مقصد مین کامیاب ہونے کے بعد سنہ ۶۹ھ ۶۸۸ء مین مصر واپس جا رہے تھے، کہ راستہ مین یہ اندوہناک واقعہ پیش آیا، ابن اثیر کا بیان ہے، کہ جب شہنشاہ قسطنطنیہ کو برقہ سے زہیر کی روانگی کا حال معلوم ہوا، تو اس موقع کو مغتنم سمجھ کر حکومت بیزنطی نے برقہ پر حملہ آوری کا ارادہ کیا، چنانچہ اس کا لشکر جرار صقلیہ پہنچا، اور صقلیہ کی امدادی فوجی کی معیت مین برقہ پر چھاپا مارا، اہلِ برقہ بے سروسامان تھے، اس لئے رومیون نے خوب خوب حوصلے نکالے، سو، اتفاق کہ زہیر اسی موقع پر قیروان سے واپس جا رہے تھے، رومیون نے انکے جہاز کو بھی گھیر کر سب کو شہید کر ڈالا چنانچہ ابن اثیر پوری تفصیل سے یون لکھتا ہے:-

> ”رومیون کو کسیلہ باغی کی سرکوبی کے لئے زہیر کے برقہ سے افریقیہ جانے کی اطلاع قسطنطنیہ مین مل چکی تھی، انھون نے برقہ کے خالی ہونے کے موقع کو غنیمت سمجھا، اور بہت سے جہازون مین عظیم الشان طاقت کے ساتھ جزیرہ صقلیہ سے نکل کر برقہ پر غارت گری کی، اور بہت سے قیدیون کو گرفتار کرلیا، لوگون کو تہ تیغ کیا، اور عام لوٹ مار مچائی، عجب اتفاق کہ جسوقت رومیون کے غارتگر جہاز ساحل برقہ پر نمودار ہوئے، اسی وقت زہیر بھی قیروان سے مصر جاتے ہوئے، برقہ مین داخل ہوئے، اور اسلامی فوج کو رومیون کے مقابلہ کرنے کی

پوری ہدایت کرکے خود اپنے ساتھیون کے ساتھ اپنے راستہ پر ہو لئے لیکن رومی ایک انبوہ کثیر کے ساتھ حملہ آور ہوئے تھے، اہل برقہ نے زہیر کو دیکھ کر داد و فریاد شروع کی، اور زہیر کا سفر ناممکن ہوگیا، آخر جنگ مین خود شریک ہوگئے، نہایت گھمسان کی لڑائی ہوتی رہی، رومیون کو غلبہ حاصل ہوا، اور انھون نے زہیر اور ان کے تمام ساتھیون کو قتل کردیا، ان مین سے ایک آدمی بھی سلامت نہین بچا، اور رومی اپنے مال غنیمت سمیت قسطنطنیہ واپس چلے گئے[1]"

حکومت صقلیہ کی اس جارحانہ پیشقدمی سے اولاً وہ تمام خطرات پورے ہوگئے، جو آج سے ربع صدی پیشتر اسلامی حکومت کو صقلیہ کے فوجی مرکز قائم ہوجانے سے پیدا ہوئے تھے، علاوہ ازین زہیر کو ایک عام نمایان شہرت حاصل تھی، اس لئے ان کی شہادت سے دار الخلافت مین ایک کہرام مچ گیا، "بالثار زہیر بالثار زہیر" کی صدا دور دور سے آنے لگی، معزز و ذی وقار اہل شہر کا ایک وفد خلیفہ عبد الملک کی خدمت مین حاضر ہوا، اور زہیر کے واقعۂ ہائلہ پر عنان توجہ منعطف کرائی، اور خود عبد الملک بھی حد سے زیادہ متاثر اور جوابی کارروائیون کیلئے ہمہ تن مصروف تھا،

قرطاجنہ پر حملہ ابھی تک افریقہ کا صرف ایک حصہ اسلامی قلمرو مین داخل ہوا تھا، ورنہ قرطاجنہ کی رومی حکومت اپنے پوری جاہ و جلال سے شمالی افریقہ مین حکمران تھی، اسلئے حکومت بیزنطی کو قرطاجنہ اور سیراکیوز مین بیٹھ کر اسلامی حکومت افریقہ کے خلاف سازشین کرکے مسلمانون کو تباہ و برباد کرنے کا ابھی تک پورا موقع حاصل تھا،

عبد الملک کے پیش نظر یہ تمام صورت حال تھی، اسی اثنا مین معزز مسلمانان دمشق کا ایک وفد عبد الملک کی خدمت مین باریاب ہوا، اور اسکو افریقہ کے مسلمانون کے جان و مال کی حفاظت کی طرف توجہ دلائی چنانچہ صاحب ریاض النفوس لکھتا ہے:-

"معزز مسلمانون نے عبد الملک سے درخواست کی کہ وہ اصل افریقیہ (حکومت قرطاجنہ) کی طرف توجہ کرے

---

[1] ابن اثیر ج ۴ ص ۹۲

کرے اور مسلمانان افریقہ کو ان کے دشمن سے نجات دے، اور ان کی امداد کے لئے لشکر روانہ کر دیا جائے“[۱]

عبد الملک نے ان تمام معاملات پر غور کر کے افریقہ کی ولایت کے لئے حسان بن نعمان کو منتخب کیا، اور چالیس ہزار سپاہی اور خزانۂ مصر کی کنجی اس کے ہاتھ مین دیدی[۲]،

عبد الملک نے حسان کو افریقہ مین سب سے پہلے ایک دار الصناعۃ کے قائم کرنے کا حکم دیا، جسمین جنگی جہاز اور دوسرے بحری آلات حرب تیار کئے جائین، تاکہ اسلامی حکومت افریقہ کی بحری طاقت اسقدر مستحکم ہو جائے کہ وہ بحر روم پر اپنا اقتدار قائم کر سکے[۳]

اس موقع پر دار الصناعۃ کی تعمیر کی اصل غایت بحری تیاری تھی، لیکن حسان کو یہان پہنچ کر حکومت قرطاجنہ (کارتھیجیا) کی اہمیت کا اندازہ ہوا، اور بحری مہم شروع کرنے سے پیشتر حکومت قرطاجنہ کا چراغ گل کرنا چاہا، کہ اگر بحر روم کے جزائر حکومت اسلامی کے زیر اقتدار آکر باجگذار ہو بھی گئے، تو بھی اسلامی حکومت افریقہ کے لئے حکومت قرطاجنہ ایک مستقل خطرہ کی صورت مین باقی رہے گی، چنانچہ صاحب ریاض النفوس لکھتا ہے:۔

> ”حسان افریقہ روانہ ہوا، وہان پہنچ کر سب سے اہم حکومت کے متعلق دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ حکومت قرطاجنہ سب مین طاقتور ہے، اسی لئے اُس نے اس طرف رُخ کیا“[۴]

قرطاجنہ پر حملہ

حکومت قرطاجنہ (کارتھیجیا) اسوقت شمالی افریقہ مین ہر حیثیت سے سب سے بڑی طاقت تھی، جہان حکومت بیزنطی قسطنطنیہ کی طرف سے گورنر آیا کرتے تھے، اور اب جدید دستور کے بموجب وہی صوبہ کے سب سے بڑے سپہ سالار بھی ہوتے تھے، حکومت قرطاجنہ نے اسلامی حکومت کے خلاف بربریون سے اشتراک عمل کر لیا تھا، اسلئے جب حسان ساحل قرطاجنہ پر لنگر انداز ہوا، تو رومیون اور بربریون کی مشترکہ طاقت مسلمانون کے

---

[۱] ریاض النفوس در اماری ص ۱۷۶، [۲] کتاب المونس ص ۳۱ [۳] ابن خلدون ج ۱ ص ۲۱۱ [۴] ریاض النفوس در اماری ص ۱۷۶،

خلاف صف آرا ہوئی، ایک فیصلہ کن خونریز جنگ کے بعد رومی پرچم سرنگون ہوا، اور حسان قرطاجنہ مین سب سے پہلی مرتبہ فاتحانہ داخل ہوا،

زوال قرطاجنہ کے بعد رومیون کی ایک کافی جماعت قرطاجنہ سے ہجرت کرکے اپنے محفوظ قلعہ صقلیہ اور اندلس کی طرف روانہ ہوگئی[1]، اور اس طرح حکومت بزنطی کی وہ دو جداگانہ قوتین جو قرطاجنہ اور صقلیہ مین منقسم تھین، اب باہم یکجا ہوگئین،

لیکن ابھی قرطاجنہ رومیون سے خالی نہین ہوا تھا، حسان نے انھین اس شرط پر امان دی تھی، کہ شہر کو غیر مسلح کرکے یہان کے تمام فوجی استحکامات منہدم کردئے جائین گے، چنانچہ وہ رومیون سے یہی شرائط طے کرکے کسی دوسری طرف روانہ ہوگیا، لیکن اس اثنا مین صقلیہ اور قسطنطینہ وغیرہ سے فوجین آگئین، اور قرطاجنہ کے رومیون نے بغاوت کا اعلان کردیا، اور اس مین وہان کے بربریون کو بھی شریک عمل بنالیا، چنانچہ وہ قرطاجنہ کی سمت واپس آرہا تھا، کہ صف آرا فوج سامنے دکھائی دی، اور پھر ایک خونریز کے جنگ کے بعد رومیون نے دوبارہ صلح کی درخواست پیش کی،

بربریون کا اسلامی لشکر مین داخلہ،

لیکن حسان نے رومیون سے کوئی خطاب کرنے کے بجائے بربریون کی طرف توجہ کی، کیونکہ حسان کو رومیون کی ساری طاقت انھی بربریون کی فوجی تنظیم مین نظر آئی، اس زمانہ مین بربریون کی سیادت ایک ہوشمند عورت کے ہاتھ مین تھی، جو کاہنہ کے لقب سے مشہور تھی، حسان نے اس کاہنہ کو مغلوب کرکے مطیع کیا، اس کاہنہ کے دو اولوالعزم لڑکون کے ہاتھ مین بربریون کی کمان تھی، حسان نے انھین قبول اسلام کے بعد چھ چھ ہزار بربریون کا سردار بناکر اسلامی لشکر مین داخل کرلیا،

بربریون کا اسلامی لشکر مین داخلہ چند شرائط کے ساتھ طے پایا تھا، جنمین اہم شرطین یہ تھین، کہ فوج مین ان کو عربون کے مساوی حقوق حاصل ہون گے، یہ لوگ فتح افریقہ حکومت بزنطی سے معرکہ آرائی اور

---

[1] ابن اثیر ج ۴ ص ۳۰۰، ریاض النفوس و المالکی ص ۲۷،

غیر مطیع بربریون سے جنگ آزما ہونے کیلئے عربون کے دوش بدوش میدان جنگ مین شریک ہون گے،

اس طرح بربریون سے مصالحت ہوجانے سے افریقیہ کے سیاسی حالات مین نہایت اہم انقلاب برپا ہوگیا، ایک طرف افریقیہ کے غیر مفتوح علاقون کے سر ہونے مین آسانیان پیدا ہوگئین، دوسری طرف بحر روم کی دوسری مہمون خصوصاً حملۂ صقلیہ مین افریقیہ سے ایسی امداد حاصل ہوگئی، جس سے ان مہمون کی اہم مشکلات کا خاتمہ ہوگیا، کیونکہ بربری افریقیہ کی اصل قوت تھے، اور ان مین کی یہ نمایان جماعت افریقیہ مین اسلامی حکومت کے قیام واستحکام کے لئے کافی تھی، بلکہ اگر صرف عربی فوج افریقیہ کی بغاوتون سے مطمئن ہوکر صقلیہ کی فوج کشی مین مصروف ہوتی، تو کچھ زیادہ دشواریان نہ تھین مزید برآن بربریون کی شرکت نے اور آسانیان پیدا کردین،

زوال قرطاجنہ چنانچہ حسان نے ان بربریون کے معاہدہ کے بعد ایک ہی فیصلہ کن جنگ کے بعد حکومت قرطاجنہ کا تختہ الٹ دیا، اور رومیون کی بار بار کی بدعہدی کے باوجود سالانہ خراج کی ادائی کی شرط قبول کرکے امان دیدی، مگر رومیون کی یہ بھی ایک چال تھی، وہ قرطاجنہ کی حفاظت سے مایوس ہوچکے تھے، اور شہر کی پشت کے دروازے پر قطار در قطار جہاز کھڑے ہوئے ان کے انتظار مین تھے، اور جب کہ فاتحین عرب شب کی تاریک چادر مین منہ لپیٹے غفلت کی نیند سو رہے تھے، رومی شہر کو ویران اور سنسان چھوڑ کر مفرور ہونے کی تیاریان کر رہے تھے،

قرطاجنہ کی ویرانی سے صقلیہ کی آبادی قرطاجنہ عظمت رفتہ کی یادگار تھا، متعدد باعظمت حکومتون فینقیا، قرطاجنہ، روما، اور حکومت بیزنطی کا دار الحکومت رہ چکا تھا، اگرچہ اسکو حوادث کے سینکڑون تھپیڑے لگے، اور بار بار لوٹا گیا، خود عربون نے اسکو پامال کرکے اس کی دولت وثروت کا ایسا انبار خلیفہ عبد الملک کے دربار مین لگایا، کہ نگاہین خیرہ ہوکر رہ گئین، تاہم، وہ دنیا کی چار عظیم الشان حکومتون کا دار السلطنت تھا، وہ ہر مرتبہ برباد کیا گیا، مگر ویران اور سنسان نہین ہوا کسی نے اسکو اس قصد سے نہین لوٹا کہ اس تاریخی شہر کا خاتمہ ہونے والا ہے، اگر غارتگری کی تو حملہ آورون نے، خود یہان کے باشندون نے اسکو اس قصد سے کبھی برباد نہین کیا کہ وہ اس

شہر کو ہمیشہ کے لئے خیرباد کہنے والے ہین، اور اسکی چپہ چپہ مین دولت وثروت کے جو انبار اور تہ خانون مین زر و جواہر کے جو ڈھیر پڑے تھے، اور کوؤن مین حملہ آورون کے خوف سے جو دفینہ تہ آب تھا، وہ سب کے سب حملہ آورون کے دسترس سے باہر انھی کے قبضہ مین تھا،

لیکن آج یہ تمام مدفون خزائن اس لئے نکال لئے گئے کہ اس شہر کو ویران چھوڑ کر ہمیشہ کے لئے خالی کر دینا ہے، چنانچہ قرطاجنہ کے تمام لاؤ لشکر، سامانِ جنگ، سامانِ رسد، اور مویشیون کے علاوہ شہر کے تمام قیمتی ذخائر سیم وزر، دولت وثروت کا سب انبار فاتح عربون کی نگاہ سے اوجھل جہازون پر بار ہوتا ہے، اور پھر شہر کا ایک ایک متنفس جہاز پر سوار ہوتا ہے، بیزنطی پرچم، پرعظمت وپرشوکت تاریخی شہر قرطاجنہ کے کے احترام مین آخری سلام کرتے ہوئے جھکتا ہے، اور شب کی تاریکی مین جہازون کے لنگر اٹھائے جاتے ہین، اور بحر روم کی تلاطم خیز موجون کو چیرتے ہوئے صقلیہ کے ساحل پر آ کر لنگر انداز ہو جاتے ہین،

سرزمین صقلیہ نے ان کا پرتپاک خیر مقدم کیا، افریقہ اور صقلیہ کی متفرق رومی ومسیحی طاقت مجتمع ہو گئی، جس کا مقصد ایک متحدہ محاذ بنا کر ان دشمنانِ دین وملک عرب کو افریقہ سے خارج کرنا تھا، چند جہاز اندلس بھی گئے لیکن وہ معدودے چند تھے،

جب حسان صبح کو شہر مین داخل ہوا، تو سنسان پڑا تھا، اسلامی دار الحکومت قیروان کی بنا پڑ چکی تھی، قرطاجنہ کی گلی گلی مین خاک اوڑ رہی تھی، حسان سے جذبہ غضب مین کچھ نہ بنا، شہر کو تباہ وبرباد کر ڈالا، اور شہر کی یادگار کے طور پر ایک مسجد تعمیر کر دی[1]،

---

[1] تفصیل کے لئے دیکھو ابن اثیر ج ۴ ص ۳۰۲، کتاب المونس ص ۳۲، تاریخ ابن عذاری ص ۲۴، وریاض النفوس دراماری ص ۷۷،۱، و معرکہ مذہب وسائنس ڈریپر ص ۱۳۸ وغیرہ واقعات کی تفصیل مین کسی قدر اضطراب ہے، جو سب روایتون کو سامنے رکھنے سے دور ہو جاتا ہے، ہم نے زوالِ قرطاجنہ کے حالات سے صرف وہی چیزین اخذ کر لین، جو صقلیہ سے متعلق تھین، کہ دیگر امور کی تفصیل یا تطبیق ہمارے دائرہ بحث سے خارج ہے،

قرطاجنہ کی اس جنگ مین صقلیہ نے نمایان حصہ لیا، اولاً فتح قرطاجنہ کے بعد جب اہل قرطاجنہ نے دوبارہ سر اوٹھایا، اور اس موقع پر رومیون کی جو فوج حسان سے صف آرا ہو کر لڑی اس مین صقلیہ کے جانباز سپاہی بھی تھے، علاوہ ازین اب زوال قرطاجنہ کے بعد صقلیہ بحر روم کے رومیون کا متحدہ مرکز بنگیا، لیکن حسان کو زوال قرطاجنہ کے بعد افریقیہ کے معاملات سے فرصت نہ مل سکی، کہ صقلیہ کی طرف توجہ کرتا، البتہ اس کے عہد حکومت مین صقلیہ کی مہم کے سلسلہ مین چند اہم کام انجام پا گئے، اولاً ٹیونس مین دار الصناعۃ کی بنیاد پڑی، دوسرے بربریون کی آزمودہ فوج بحری حملون کے لیے اسلامی لشکر مین داخل ہوئی، اور تیسرے یہ کہ قرطاجنہ کے زوال سے اولاً افریقیہ کی اسلامی حکومت مضبوط ہوگئی، اور اس کے علاوہ اسلامی لشکر کی توجہ اب بری حملون کے بجائے زیادہ تر بحری حملون کی طرف مبذول ہوگئی،

لیکن قرطاجنہ کی مہم سر ہونے کے بعد قبل اس کے کہ حسان ٹیونس کے دار الصناعۃ کی تکمیل کر کے صقلیہ کی مہم کا آغاز کرے، بعض سیاسی حالات پیش آجانے کے باعث اس کا افریقیہ کا زمانہ ولایت ختم ہوگیا اور اسکے بجائے یورپ کا مشہور فاتح موسیٰ بن نصیر اس عہدہ پر سرفراز کیا گیا،

دار الصناعۃ کی تکمیل

جب موسیٰ بن نصیر کو افریقیہ کی لڑائیون کی طرف سے جمعیت خاطر ہوئی تو انھون نے بحری تیاری کے لئے ٹیونس کے دار الصناعۃ کی طرف توجہ کی اور اس کام کو وسیع پیمانہ پر جاری کیا، اسوقت ٹیونس کی اصل آبادی بحر روم سے ۱۲ میل کی دوری پر تھی، موسیٰ نے سب سے پہلے اسی دوری کو دور کیا، اور سمندر کی موجین ٹیونس کی دیوارون سے ٹکرانے لگین، پھر دار الصناعۃ کی تکمیل کے بعد ۸۴ھ مین جہاز سازی شروع ہوئی اور سو جہازون کی تیاری کا حکم صادر کر دیا گیا،[1]

---

[1] ریاض النفوس در اماری ص ۷۷، و کتاب المونس ص ۲۲، ابن خلدون نے دار الصناعۃ کی تعمیر کو حسان کی طرف منسوب کیا ہے، اور ریاض النفوس مین موسیٰ بن نصیر کی طرف منسوب ہے، ہم نے دونون کی تطبیق یون دی ہی، کہ حسان نے اس کا آغاز کیا اور موسیٰ کے ہاتھون پایۂ تکمیل کو پہنچا، کتاب المونس مین "قیل" کہکر اسکو موسیٰ کی طرف منسوب کیا گیا ہی،

تیسرا اور چوتھا حملہ بہ عہد موسیٰ بن نصیر

موسیٰ نے دار الصناعۃ کی تکمیل کے بعد ۸۵ھ/۷۰۴ء میں صقلیہ کی طرف ایک اسلامی بیڑا اپنے لڑکے عبد اللہ کی سرکردگی میں روانہ کیا، جو ساحلی شہر کو تاراج کرکے واپس آگیا[۱]، پھر چند ہی ماہ بعد ۸۶ھ/۷۰۵ء میں عیاش بن اخیل کی سرکردگی میں صقلیہ پر حملہ آوری کے لئے دوسری فوج روانہ ہوئی، عیاش نے براہِ راست صقلیہ کے دار الحکومت سرقوسہ کا رخ کیا، اور معرکہ آرائی کے بعد مالِ غنیمت کے ساتھ واپس آگیا[۲]،

موسیٰ نے ۸۵ھ/۷۰۴ء اور ۸۶ھ/۷۰۵ء کے یہ دونوں حملے چھوٹی مہمیں بھیج کر آزمایشی طور پر کئے تھے، کیونکہ موسیٰ کے پیش نظر کچھ اور منصوبے تھے، جن کی تفصیل کا یہ موقع نہیں، لیکن مشیتِ ایزدی کو کچھ اور منظور تھا، موسیٰ کے گرد و پیش بعض ایسے حالات جمع ہوگئے کہ اندلس کی مہم کو نامکمل چھوڑ کر افریقیہ واپس آگیا، اور بارگاہِ خلافت میں حاضری دینے کے قصد سے دمشق روانہ ہوا، خلیفہ ولید اپنی زندگی کی آخری سانسیں لے رہا تھا، اس کے جانشین سلیمان بن عبد الملک اور موسیٰ بن نصیر میں بعض اسباب کی بنا پر باہمی شکر رنجی ہوئی، اور سلیمان نے موسیٰ کے استیصال کا پورا فیصلہ کرلیا، اور اسکے تمام اعزاز و مناصب چھین لئے[۳] اور موسیٰ کے عہدۂ ولایت کے زوال کیساتھ ہی اسکے وہ تمام منصوبے بھی خاک میں مل گئے، اور اسی سے صقلیہ کی مہم بھی ناتمام رہ گئی،

پانچواں حملہ بہ عہد یزید بن ابی مسلم

موسیٰ کے معزول ہونے کے بعد افریقیہ کے سیاسی حالات میں مختلف مد و جزر آئے، اسی سلسلہ میں یزید بن ابی مسلم کاتب حجاج ثقفی ولایت افریقیہ پر سرفراز ہو کر آیا، اس وقت افریقیہ کے حالات کچھ پرسکون تھے، اسلئے اسکو صقلیہ کی مہم یاد آئی، اور ۱۰۲ھ/۷۲۰ء میں محمد بن اوس انصاری

---

[۱] دیوان صلة السمط درامارى ۲۱۱، کتاب المونس صفحہ ۲۳ [۲] البیان المغرب ابن عذاری (ترجمہ اردو) صفحہ ۴۷، ونہایۃ الارب درامارى صفحہ ۴۲۵، ودیوان صلة السمط درامارى ۲۱۱

[۳] ابن اثیر ج ۵ ص ۴۴۵، ۴۹۴،

کی سرکردگی مین ایک بیڑا روانہ کیا، لیکن اودھر یہ لشکر روانہ ہوا، اور ادھر والی افریقیہ اپنے بعض نا روا طرز عمل کی پاداش مین قتل کر دیا گیا، اسلئے محمد بن اوس کو عارضی طور پر افریقیہ کی زمام حکومت سنبھالنے کیلئے صقلیہ سے واپس چلا آنا پڑا، اس کے قلیل زمانۂ قیام صقلیہ مین ایک دو لڑائیان پیش آئین، اور کچھ مال غنیمت بھی ہاتھ آیا،[1]

چھٹا حملہ بہ عہد بشیر بن صفوان چھٹا حملہ بشیر بن صفوان کلبی کی سرکردگی مین پیش آیا، وہ ۱۰۳ھ ۷۲۱-۲۲ء مین افریقیہ کی ولایت پر آیا، اور صقلیہ کی مہم خود اپنے ہاتھ مین لی ۱۰۹ھ ۷۲۷-۲۸ء مین بذات خود صقلیہ پر حملہ آور ہوا، اور کثیر مال غنیمت کے ساتھ قیروان واپس آیا،[2]

ساتوان حملہ بہ عہد عبیدہ بن عبدالرحمٰن بشیر بن صفوان کے بجائے ۱۱۰ھ ۷۲۸-۲۹ء مین عبیدہ بن عبدالرحمٰن السلمی ولایت افریقیہ پر سرفراز کیا گیا، اسکے عہد حکومت مین صقلیہ پر متعدد حملے ہوئے، اس نے سب سے پہلے اسی سال عثمان بن ابی عبیدہ بن عقبہ کی سرکردگی مین ایک بیڑا روانہ کیا، پھر اس کے بعد سات جہازون کا ایک مختصر بیڑا حبیب بن ابی عبیدہ کی معیت مین روانہ کیا، ان دونون نے ملک صقلیہ پر یورش کی، ومی پیا ہوئی اور بیڑا کامیاب واپس آگیا،[3]

آٹھوان حملہ عبیدہ کے عہد حکومت مین اس ابتدائی حملہ کے بعد صقلیہ کی مہم کیلئے ایک عظیم الشان بیڑا ترتیب دیا گیا، جو ۱۰۰ جہازون پر مشتمل تھا، بیڑے کی کمان مستنیر بن الحجاب الحوشی[4] کے سپرد ہوئی، اور یہ بیڑا نہایت جاہ و جلال سے صقلیہ روانہ ہو گیا،

افریقیہ کے یہ تمام بیڑے محض عارضی و ہنگامی طور پر بھیجے جاتے تھے، کہ اسلامی مملکت کی متحارب حکومتون کے ممالک محروسہ مین وقتاً فوقتاً عام یورش کی جائے، تا آنکہ وہ عاجز آ کر دل متوافقین مین داخل ہو جائین اور مستنیر کا یہ بیڑا بھی اسی غرض سے بھیجا گیا تھا، لیکن مستنیر نے اپنی ناعاقبت اندیشی سے اپنے حملون کو طول دیدیا،

---

[1] البیان المغرب (ترجمہ اردو) ص ۵۶ و نہایۃ الارب نویری درامارى ۴۲۶ [2] ابن اثیر ج ۵ ص ۱۰۰، البیان المغرب ابن عذاری (ترجمہ اردو) ص ۵۷، نہایۃ الارب درامارى ۴۳۶ [3] کتاب المقفیٰ مقریزی درامارى ص ۱۶۱ [4] کتاب المقفیٰ مقریزی مین جو خود مصنف کے قلم کا نسخہ ہی، یہی نام ہی، اور کتاب المونس کے مطبوعہ نسخہ مین "مستنیر بن الحارث" ہی،

اور صقلیہ مین ایک طویل مدت تک ٹھہر گیا، اسی اثنا مین جاڑون کا ایسا موسم آگیا جس مین بادبانی اور پالدار جہازون کا سفر مشکل سے ہو سکتا تھا،

لیکن مستنیر نے بحر روم کے سفر کی مشکلات کو نظر انداز کر دیا، اور اسی زمانہ مین جہازون کا لنگر اوٹھا دیا، اور جب وسط سمندر مین پہنچا، تو سمندر کے تلاطم خیز طوفان کا مقابلہ نہ کر سکا، اور موجون کے تھپیڑون سے پورا بیڑا غرقاب ہو گیا، ۱۰۰ جہازون مین سے صرف ۱۷ جہاز افتان وخیزان کسی طرح ساحل سے آلگے، اور انھی مین سالار بحر مستنیر کا جہاز بھی تھا، جو طرابلس الغرب کے ساحل سے جا لگا تھا،

والی افریقہ عبیدہ بن عبد الرحمن السلمی پر یہ واقعہ نہایت شاق گذرا، کیونکہ اولاً تو پورا اسلامی بیڑا تباہ وبرباد ہو گیا، اسکے علاوہ اس واقعہ سے سارے افریقہ مین ایک کہرام مچ گیا، کہ مستنیر کی اس غلطی سے صدہا جانین ضائع ہو گئین،

چنانچہ مستنیر اسی الزام مین گرفتار کر لیا گیا، اور حاکم طرابلس یزید بن مسلم کندی نے والی افریقہ کے ایما سے محافظون کے ساتھ اسکو دار الحکومت قیروان بھیج دیا جہان اوسے اس جرم مین سزائے تازیانہ اور حبس دوام کی سزا ملی، کہ وہ حکومت کے ہدایات کے برخلاف صقلیہ مین زیادہ دنون تک ٹھہر گیا، اور باوجودیکہ جاڑون کا موسم آچکا تھا، اور اس زمانہ مین سمندر کا راستہ نہایت پرخطر تھا، لیکن وہ انھی حالات مین پوری فوج کو لیکر وہان سے روانہ ہو گیا، اور سارا بیڑا تباہ وبرباد کر ڈالا، اور نیز باشندگان قیروان کے جذبات ٹھنڈے کرنے کیلئے اسکی پاداش مین قیروان مین اسکی تشہیر کیگئی، اور بڑی بڑی سڑکون پر اسکو پابجولان گشت کرایا گیا، اور پھر اس سخت سزا کے بعد عمر بھر کیلئے قید خانہ مین ڈالدیا گیا،[1]

نوان حملہ اس کے بعد عبیدہ کے عہد حکومت مین صقلیہ پر چند اور حملے ہوئے، ۱۱۲ھ/۷۳۰ء مین ثابت بن خثیم اردنی

---

[1] کتاب المقفی مقریزی در اماری ص ۱۷۱ وکتاب المونس ص ۳۸ مستنیر عبیدہ کے عہد ولایت تک جیل مین پڑا رہا پھر اس کے جانشین والی نے اسکی سزا مین تخفیف کر کے اسکو رہا کر دیا،

کی سرکردگی مین ایک بیڑا روانہ کیا گیا، جو فائز المرام ہو کر مال غنیمت اور قیدیون کو لئے ہوئے صحیح و سالم واپس آگیا[۱]،

دسوان حملہ

اسی اثنار مین خلیفہ ہشام بن عبدالملک نے بحر روم کی طرف توجہ کی، اور یہان کے جزائر پر حملہ آوری کیلئے ایک تجربہ کار قائد عبدالملک بن قطن کو مامور کیا[۲]، وہ دارالخلافت دمشق سے افریقیہ آیا، اور یہان سے ۱۱۴ھ ۷۳۲ء مین صقلیہ روانہ ہوا، اوس کو بھی خاطر خواہ کامیابی حاصل ہوئی، اور وہان سے افریقیہ لوٹ آیا،

گیارہوان حملہ بعہد عقبہ بن قدامہ

اسی طرح ۱۱۵ھ ۷۳۳ء مین بکر بن سوید کی سپہ سالاری مین ایک بیڑا صقلیہ بھیجا گیا لیکن اس مرتبہ رومی پہلے سے تیار بیٹھے تھے، جم کے مقابلہ کیا، اسلامی بیڑے پر منجنیقون سے آگ برسائی، اور اس کو پسپا ہونا پڑا، بالآخر وہ ناکام و نامراد افریقیہ واپس چلا آیا[۳]، ۱۱۵ھ ۷۳۳ء کی یہ مہم ایسے وقت صقلیہ روانہ ہوئی تھی جب عبیدہ ولایت افریقیہ سے معزول ہو کر دمشق روانہ ہو چکا تھا، اور اس کے بجائے عقبہ بن قدامہ تجیبی بطور قائم مقام والی خدمات انجام دے رہا تھا، اس لئے ۱۱۵ھ ۷۳۳ء کی اس ناکامی کے جواب مین کوئی فوری پیشقدمی نہین کیگئی، لیکن سنہ ۱۱۰ سے سنہ ۱۱۵ھ تک جو پے در پے حملے ہوئے، وہ خود اس کی خبر دے رہے تھے، کہ صقلیہ کی مہم کا کوئی نہ کوئی اصلی حل عنقریب ظہور پذیر ہونے والا ہے،

بارہوان حملہ بعہد عبیداللہ بن الحجاب

چنانچہ جب ۱۱۶ھ ۷۳۴ء مین عبیدہ بن عبدالرحمن کے بجائے عبیداللہ بن الحجاب عہدۂ ولایت پر مقرر ہو کر افریقیہ پہنچا، تو اس نے سب سے پہلے دار الصناعۂ تیونس کی طرف توجہ کی[۴]، اور اپنا بحری مرکز درست کرکے فوجکشی کی تیاریان کرنے لگا،

---

[۱] کتاب المقفی مقریزی در اماری ص ۲۶۲، [۲] کتاب المسالک و الممالک ابی عبید البکری در اماری ص ۱۳ [۳] کتاب المقفی مقریزی در اماری ص ۲۶۳، [۴] البیان المغرب (ترجمہ اردو) ص ۶۰،

چنانچہ اس نے سب سے پہلے اسی سال ۱۱۶ھ ۷۳۴ء مین ایک عظیم الشان لشکر ترتیب دیکر صقلیہ روانہ کیا، یہ لشکر ابھی راستہ ہی مین تھا کہ ایک رومی بیڑے سے مڈبھیڑ ہو گئی، اور وسطِ سمندر مین دونون مین خونریز جنگ برپا ہو گئی، رومیون نے شکست کھائی، اور ان کے بہت سے آدمی کام آئے، اور پسپا ہو کر واپس لوٹ گئے، لیکن اتفاق سے واپسی مین مسلمانون کی ایک جماعت ان کے ہاتھ آگئی تھی، اس کو گرفتار کر کے اپنے ساتھ لیتے گئے، انھی مین عبدالرحمن بن ابی زیاد بھی تھے جو رومیون کے یہان ۱۲۱ھ ۷۳۸ء تک مقید رہے[1]،

تیرھوان حملہ اور فتح سیراکیوز

عبید اللہ والیِ افریقہ نے اس بحری جنگ کے بعد صقلیہ کی مہم کیلئے پھر ایک عظیم الشان لشکر تیار کیا، جسکی کمان افریقہ کے ایک مشہور قائد حبیب بن ابی عبیدہ کے سپرد ہوئی، حبیب عقبہ بن نافع فہری کے خاندان کا چشم و چراغ تھا، اور اس سے پہلے اہم مہمین سرانجام دے چکا تھا، لشکر مین حبیب کا نوجوان لڑکا عبدالرحمن بھی تھا،

یہ لشکر ۱۲۲ھ ۷۳۹ء مین افریقہ سے روانہ ہوا، اور صقلیہ کے تمام شہرون کو چھوڑ کر اسکے دارالحکومت سیراکوز کے ساحل پر لنگر انداز ہو گیا، حبیب کے جوانمرد لڑکے عبدالرحمن نے فوج کا ایک دستہ ساتھ لیا، اور جہاز سے اوتر کر خشکی پر قدم رکھا، رومیون نے بڑھ کر مقابلہ کیا، اور دونون فوجون مین پے درپے لڑائی ہوتی گئی، اور عبدالرحمن ہر معرکہ مین کامیاب و کامران آگے بڑھتا گیا، یہان تک کہ شہر پناہ کا پھاٹک سامنے آگیا، رومی پسپا ہو کر محصور ہو گئے، عبدالرحمن نے حیدر کرار ؓ کی سنت تازہ کی، اور پھاٹک پر اپنی شمشیر آبدار سے ایسا بھرپور وار کیا، کہ وہ دو ٹکڑے ہو کر الگ جا گرا، اور اسلامی لشکر جوش و خروش سے شہر مین فاتحانہ داخل ہو گیا،

سیراکیوز کا باجگذار بننا،

رومیون نے ہتھیار ڈالدیئے، اور اسلامی سپہ سالار کے سامنے سرِ اطاعت خم کر کے طالبِ امان ہوئے، اور اسی کے ساتھ آج صقلیہ کی تمام مہمون کا اصلی مقصد سامنے آگیا، اور جو مہم ۳۲ھ ۶۵۲ء

---

[1] ابن اثیر ج ۵ ص ۱۳۷،

سے شروع ہوئی تھی، آج ۲۶۴ھ مین اس کا ایک حصّہ انجام کو پہنچا، عبد الرحمن فاتح سرقوسہ نے جزیہ کی ایک رقم متعین کی، حکومت صقلیہ نے اس کی ادائی کا وعدہ کیا، اور اسی تاریخ سے حکومت صقلیہ اسلامی حکومت کے دول متوافقین مین شامل ہو کر مسلمانون کی باجگذار بنی،

سیراکیوز کے قبول جزیہ کے باوجود صقلیہ کے دوسرے شہرونکا سرکش رہنا

سرقوسہ (سیراکیوز) حکومت بیزنطی صقلیہ کا دار الحکومت تھا، اسلئے اسکی اطاعت کے معنیٰ اصولاً جزیرہ صقلیہ کی اطاعت کے ہین، لیکن اس زمانہ مین یورپ کی حکومتون اور ان کے مقبوضہ شہرون کے تعلقات دورِ حاضر سے بڑی حد تک مختلف تھے، اس زمانہ مین عہد قدیم کی طرح ہر ایک شہر انفرادی حیثیت سے بھی آزاد ہوتا، اس کا مستقل فوجی نظام ہوتا، الگ مستحکم قلعے ہوتے، جداگانہ نظام خراج ہوتا، اور ہر ایک شہر کو اپنی حفاظت کا پورا سامان خود بہم پہنچانا ہوتا، اس لئے ضروری نہ تھا کہ مرکزی حکومت نے جو معاہدہ کسی فریق سے کر لیا ہو، اس کی پابندی تمام شہرون پر عائد ہو جائے،

خصوصاً جس زمانہ مین سرقوسہ نے اسلامی حکومت افریقیہ کے سامنے سرِ اطاعت خم کیا، سرزمین صقلیہ اسی قسم کے ابتر حالات مین مبتلا ہو گئی تھی، چنانچہ وہان کی حکومت بیزنطی کا مرکزی نظامِ حکومت قائم تھا، قسطنطین دوم نے وہان جو اصلاحات رائج کی تھین وہ شاہان بیزنطی کی غفلت شعاری سے مٹ چکی تھین صرف برائے نام مرکزی حکومت کی ایک شکل قائم تھی، ورنہ ہر ایک شہر کو جداگانہ آزادی و خود مختاری حاصل تھی، مثلاً اکثر ایسا ہوتا کہ جنوبی اٹلی کی کسی ایک حکومت اور صقلیہ کے کسی ایک شہر سے معاہدہ ہو جاتا، اور دونون کے دوستانہ مراسم قائم ہوتے، اس کے باوجود جنوبی اٹلی کی وہی حکومت صقلیہ کے کسی دوسرے شہر پر حملہ آور ہو کر جنگ آزمائی مین مصروف ہوتی،

اس لئے درحقیقت اسلامی حکومت کیلئے سرقوسہ کی مہم سرانجام پا جانے سے صقلیہ کی اصل مہم تکمیل کو نہین پہنچی تھی، کیونکہ یہ ضروری نہ تھا کہ سرقوسہ کے معاہدۂ ادائے جزیہ کو صقلیہ کے دوسرے شہر بھی قبول کر لین، یا جزیہ کی اس رقم مین اولاً حسب رسدی شرکت کرین، اور جزیہ کی ادائی سے جو ذمہ داریان

اور شرطین دونون حکومتون پر عائد ہوتی ہین، ان کی پابندی کرین،

صقلیہ کے دوسرے شہرون کو مطیع کرنے کے منصوبے

اس لئے اطاعتِ سیراکیوز کے باوجود صقلیہ کی مہم انجام کو نہین پہنچی تھی اگرچہ اب سرقوسہ کے مطیع ہو جانے سے جزیرہ پر انھین ایسے مواقع حاصل ہوگئے، کہ وہ خشکی پر مزید پیشقدمی کا اہتمام کرین، اور دوسرے شہرونکو باسانی مغلوب کرلین، اور علاوہ ازین یہ امر واقعہ ضرور تھا، کہ جب جزیرہ کا صدر مقام حلقۂ اطاعت مین داخل ہوچکا تھا، تو دوسرے شہرون کو زیر کرنے مین دشواریون کا زیادہ سامنا نہ تھا،

افریقہ مین بغاوت کا پھیلنا اور صقلیہ سے اسلامی لشکر کی واپسی

چنانچہ مورخین متفقہ طور پر لکھتے ہین کہ اسلامی فوج کے سپہ سالار حبیب نے اسی قصد سے سرقوسہ مین قیام کیا، کہ وہ جزیرہ کو پورے طور پر مطیع کرکے افریقہ واپس جائے، لیکن مشیت ایزدی کو یہ منظور نہ تھا، اسی زمانہ مین جب وہ صقلیہ کے دوسرے شہرون کو مغلوب کرنے کی فکر مین تھا کہ افریقہ سے بغاوت کے پھیلنے کی خبر آئی،

افریقہ کی اس بغاوت کا ایک بڑا سبب صقلیہ کی یہ مہم بھی تھی، کیونکہ اسوقت فوج کے چیدہ افراد اور اسلامی لشکر کا معتدبہ حصہ صقلیہ کی مہم مین مصروف تھا، اتفاق سے اہل طنجہ عبید اللہ بن الحجاب والیِ افریقہ سے ناراض بیٹھے تھے، موقع کو مغتنم سمجھا، اور علمِ بغاوت بلند کردیا، اور یہ بغاوت نہ صرف والیِ افریقہ کے برخلاف تھی، بلکہ خلیفہ اموی کے مقابلہ مین میسرہ نامی ایک سقہ کو امیر المومنین کا خطاب دیکر خلیفہ بنا دیا گیا،

اور اس بنا پر میسرہ کے مقابلہ کے لئے ابن الحجاب نے صقلیہ سے حبیب کو واپس بلا لیا،

چنانچہ ابن اثیر لکھتا ہے:-

> جب بربر نے حبیب بن ابی عبیدہ کے صقلیہ کی فوجکشی کا حال سنا تو طمع مین آگئے، اور ابن الحجاب کے معاہدہ کو توڑ دیا، اور میسرہ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کرلی اور اسکو امیر المومنین کا لقب دیدیا، اس لئے ابن الحجاب نے

حبیب کے پاس صقلیہ پیغام بھیجا، اور مسیرہ سقہ کے مقابلہ کے لئے اس کو واپس بلالیا، کیونکہ یہ واقعہ نہایت عظیم الشان پیش آگیا تھا،،

چنانچہ حبیب کے تمام منصوبے خاک مین مل گئے، اور وہ اپنا ارادہ ملتوی کر کے افریقیہ لوٹ آیا،[1] اس کے بعد افریقیہ کے سیاسی حالات مین ایسا درفتن آیا، کہ کچھ دنون کے لئے اس قسم کی تمام پیشقدمیان آپسے آپ موقوف ہو گئین،

افریقیہ مین دورِ اختلال اور اسکا اثر صقلیہ کی مہمون پر سنہ ۱۲۲ھ ــ سنہ ۱۲۴ھ

صقلیہ کی اس آخری مہم کے ساتھ افریقیہ مین بغاوت کا جو علم بلند ہوا، اسکو حبیب بن ابی عبیدہ بھی اپنی واپسی سے سرنگون نہ کر سکا، بلکہ باغی روز بروز قوت پکڑتے گئے، چنانچہ سنہ ۱۲۳ھ ۷۴۰ء مین جب عبید اللہ بن الحجاب بغاوت فرو کرنے سے عاجز آگیا، تو اسکے بجائے کلثوم بن عیاض القشیری بربریون کی سرکوبی کیلئے ایک عظیم الشان لشکر کے ساتھ افریقیہ آیا، لیکن وہ بھی میدانِ جنگ مین قتل کیا گیا، اور اس کے ساتھ حبیب بن ابی عبیدہ فاتحِ صقلیہ بھی کام آیا،

اس کے بعد سنہ ۱۲۴ھ ۷۴۲ء مین حنظلہ بن صفوان الکلبی ولایت افریقیہ پر آیا، اور وہ صوبہ مین امن و امان قائم کرنے مین بڑی حد تک کامیاب ہو چکا تھا، کہ خود خلفای بنی امیہ کا ستارہ اقبال ڈوبنے لگا، حکومت کا تختہ الٹنے کی جو منظم کوششین تھین، وہ کامیاب ہوتی ہوئی نظر آئین، ممالک محروسہ کے چپہ چپہ مین علمِ بغاوت بلند ہو گیا، اور خود خاندانِ بنی امیہ کے دعویدارانِ خلافت کی باہمی کشمکش سے اس کا رہا سہا اعتماد بھی زائل ہونے لگا، چنانچہ ابھی دمشق مین خلافت امویہ کا علمبردار اپنی آخری سانسین لے رہا تھا، کہ افریقیہ نے خلافت امویہ کا جوا اوتار کر پھینک دیا، اور فاتحِ سرقوسہ عبد الرحمٰن بن حبیب بن ابی عبیدہ نے افریقیہ پر چڑھائی کر کے حنظلہ بن صفوان کو معزول کیا، اور اپنی خود مختار حکومت کا اعلان کر دیا،

---

[1] ابن اثیر ج ۵ ص ۱۴۱، ۲۴۲، حوادث ۱۲۲ھ، ابن خلدون ج ۴ ص ۱۸۹، کتاب المونس ص ۳۹، نہایۃ الارب نویری در اماری ۴۲۶، البیان المغرب ابن عذاری در اماری ۳۵۲، ان سب بیانات کو سامنے رکھ کر واقعہ کو مرتب شکل مین پیش کیا گیا ہی،

لیکن اسوقت عبدالرحمن کا مقصود بنو امیہ کے خلاف علم بغاوت بلند کرنا نہ تھا ، بلکہ محض ولایت افریقیہ پر اپنا قبضہ و اقتدار قائم کرنا تھا ، عبدالرحمن نے اگرچہ اپنی حکومت کا اعلان کردیا تھا ، لیکن ابھی خود اسکی بنیاد ایسی مستحکم نہ تھی ، کہ افریقیہ کی داخلی بغاوتون کے ساتھ بیفائدہ مرکزی اسلامی حکومت کو بھی اپنا دشمن بنالے ، چنانچہ جب چند ہی دن کے بعد اسی سال دولت بنی امیہ کو زوال آیا ، اور ان کا ٹمٹماتا ہوا چراغ بھی ہمیشہ کے لئے گل ہوگیا ، اور ان کے جانشین خلفائے عباسی سریر آرائے خلافت ہوئے ، تو عبدالرحمن نے نہایت خاموشی سے اطاعت و انقیاد کی تام نہاد رسم ادا کردی ، اور خلیفہ عباسی سفاح کا نام رسمی طور پر خطبہ مین جاری کردیا ،

اسوقت عبدالرحمن کی ساری توجہ ممالک مغرب کے مطیع و زیرنگین کرنے پر مرکوز تھی ، چنانچہ جب اسکو سرزمین افریقیہ مین پوری کامیابی حاصل ہوگئی ، اور شمالی افریقیہ کی اسلامی مملکت کے چپہ چپہ نے اطاعت قبول کرلی[۱] ، تو اسکو اپنا مفتوح جزیرہ صقلیہ یاد آیا ،

سیراکیوز کا ادائے جزیہ سے انکار کرنا اور صقلیہ پر دوبارہ حملہ

افریقیہ مین ۱۲۲ھ ۷۳۹ء سے جو حالات پیدا ہوگئے تھے ، ان سے حکومت صقلیہ نے فائدہ اٹھاکر اپنے جزیہ کی موعودہ رقم ارسال نہین کی جو اس پر واجب الادا تھی اسلئے عبدالرحمن فاتح سرقوسہ نے افریقیہ مین قیام امن کے بعد ۱۳۵ھ ۷۵۲ء مین صقلیہ پر حملہ کیا ، جو نہایت کامیاب ہوا اور ابن اثیر اور نویری وغیرہ کے بیان کے مطابق یہ صقلیہ کی ایسی کامیاب مہم تھی جسکی اس کے ابتدائی حملون مین کوئی نظیر نہین ملتی ، اور جب وہ افریقیہ لوٹا ہے تو مال غنیمت اور قیدیون کی ایک کثیر تعداد اسکے ساتھ تھی ،

حکومت صقلیہ کا جزیہ قبول کرنا

عبدالرحمن نے اس مہم مین حکومت صقلیہ کو ادائے جزیہ پر پھر مجبور کردیا ، اور انھی شرائط پر وہان سے واپس آیا ،

---

[۱] ابن اثیر ج ۵ ص ۱۲۳۷

سردانیہ کا جزیہ قبول کرنا

پھر عبد الرحمن نے سنہ ۱۳۵ھ مین حکومت بیزنطی کے دوسرے بحری مرکز سردانیہ پر فوجکشی کی، اور وہان بھی جزیہ کی ادائی پر مصالحت ہوگئی،[1]

عہد عباسیہ مین صقلیہ و سردانیہ پر یہ سب سے پہلا حملہ تھا جس نے ان جزیرون کو اصولاً حکومت عباسیہ کا باجگذار بنا دیا، اور اگر افریقہ کے سیاسی حالات مین پھر کوئی نیا انقلاب نہ ہوتا، تو کوئی وجہ نہ تھی، کہ یہ جزیرے اپنی باجگذاری پر برابر ثابت قدم نہ رہتے،

افریقہ مین بغاوتین اور حکومت کے مختلف انقلابات

مگر ان دنون افریقہ کے سیاسی حالات کچھ ایسے ہو رہے تھے کہ چند سال بھی کوئی یکسان نظام قائم نہ رہ سکا، اولاً جب منصور خلیفہ عباسی کا دور آیا، تو اس نے بھی عبد الرحمن کو بدستور ولایت پر قائم رکھا، لیکن پھر دونون مین بعض وجوہ کی بنا پر ایسے اختلافات پیدا ہوگئے کہ عبد الرحمن نے اسکی اطاعت سے انحراف کرکے اپنی خودمختاری کا اعلان کردیا، چنانچہ سنہ ۱۴۲ھ تک افریقہ مین عبد الرحمن کے خاندان کی حکومت قائم رہی، پھر اس کے خاندان کا استیصال ہوا، اور عام طوائف الملوکی پھیل گئی،

یہان تک کہ جب خلافت عباسیہ کو اپنے مشرقی معاملات سے فرصت ملی تو اس طرف بھی توجہ کیگئی، اور ایک دو سال کی معرکہ آرائی کے بعد سنہ ۱۴۳ھ مین محمد بن اشعث خزاعی افریقہ آیا اور سنہ ۱۴۴ھ تک تمام خارجیون اور بربریون کا قلع قمع کرکے کامل امن وامان قائم کردیا، لیکن ابھی وہ افریقہ کے معاملات کو روبہ اصلاح لانے مین مصروف تھا، کہ اسکو بعض سیاسی غلطی کی پاداش مین ولایت افریقہ سے دستبردار ہونا پڑا، اور اواخر سنہ ۱۴۷ھ مین افریقہ سے دار الخلافت کو روانہ ہوگیا، اور یہان کی زمام

---

[1] ابن اثیر ج ۵ ص ۳۴۹ ابن خلدون ج ۴ ص ۱۹۰ نہایۃ الارب نویری در اماری ص ۴۲۶، ابن عذاری ترجمہ ص ۱۸، اس موقع پر ابن اثیر مین عبد الرحمن کے بجائے عبد اللہ ہے، جو مسامحت پر مبنی ہے، نیز نویری نے حملہ کا سال سنہ ۱۳۰ھ لکھا ہے، یہ بھی صحیح نہین،

حکومت عارضی طور پر عیسیٰ بن موسیٰ الخراسانی نے اپنے ہاتھ مین لی، اس کے بعد ربیع الاول ۱۴۸ھ/۷۶۵ء مین بارگاہِ خلافت سے **اغلب التمیمی** ولایتِ افریقیہ پر سرفراز ہو کر یہان داخل ہوا، اور زمام حکومت اپنے ہاتھ مین لی، لیکن شعبان ۱۵۰ھ/۷۶۷ء مین ایک بغاوت کو فرو کرتے ہوئے میدانِ جنگ مین یہ بھی کام آگیا،

اغلب کی وفات کے بعد اسکے اہل وعیال نے افریقیہ مین سکونت اختیار کر لی، لیکن ان مین کوئی بھی ایسا نہ تھا جو اسکی جانشینی کے بارِ گران کو سنبھال سکتا، اس لئے خلیفۂ وقت کی طرف سے دوسرا والی مقرر ہو کر آیا، لیکن افریقہ کی بغاوت و بدامنی بدستور جاری رہی، مرکزی حکومت نے امن و امان کے قیام کی بہترین صورتین اختیار کین، اور ایک مستقل خاندان آل مہلب کو یہان کی حکومت تفویض کر دی، مگر پھر بھی ۱۵۱ھ/۷۶۸ء سے ۱۸۳ھ/۷۹۹ء تک مختلف سالون مین سات ولاۃ مقرر ہوئے، اور ان مین سے اکثر کو بغاوتون کا سامنا کرنا پڑا، اور بعض کو اپنی قیمتی جان بھی نذر کرنی پڑی،

چنانچہ ۱۸۳ھ/۷۹۹ء مین جسوقت کہ محمد بن مقاتل العکی افریقہ کا والی تھا، ایک باغی سردار تمام بن تمیم التمیمی نے ایسی یورش کی کہ دار الحکومت قیروان پر قابض ہو گیا، محمد بن مقاتل افریقہ کی ولایت سے دستبردار ہو کر اوس باغی سے طالبِ امان ہو کر جان بخشی کرائی، اور پورے افریقہ مین نہایت ابتری پھیل گئی،

اسی زمانہ مین اغلب کا بڑا لڑکا ابراہیم زاب کا حاکم تھا، قیروان کے یہ حالات دیکھ کر فوج لیکر آگے بڑھا، تمام سے قیروان خالی کرایا، پھر پورے صوبہ کو زیر نگین کیا، اس کے بعد کمال دیانت داری و دانائی و فرزانگی سے افریقہ کی زمام حکومت سابق والی افریقہ محمد بن مقاتل کے ہاتھ مین دیدی اور تمام افریقہ مین امن وامان قائم ہو گیا،

لیکن محمد بن مقاتل کچھ زیادہ دنون افریقہ مین قیام نہ کر سکا، اور سیاسی صورت حال ایسی پیش آگئی، کہ وہ بارگاہ خلافت مین طلب کر لیا گیا، اور خلیفہ ہارون رشید نے ۱۸۴ھ/۸۰۰ء مین افریقہ کی زمام

حکومت ابراہیم بن اغلب کے حسنِ خدمت کے اعتراف مین اسی کے سپرد کر دیگئی،[1]

افریقہ کی بغاوتون کے زمانہ مین صقلیہ کی جنگی تیاریان

۱۳۵ھ/۷۵۲ء سے ۱۸۴ھ/۸۰۰ء تک جو سیاسی ہیجان رہا، اس سے صقلیہ کے حالات مین بھی ایک نیا انقلاب برپا ہوگیا، کیونکہ افریقہ کا یہ مختصر دورِ فتن حکومت صقلیہ کیلئے نہایت کارآمد ثابت ہوا، اور اسی مختصر زمانہ مین صقلیہ نے اپنے وہ تمام منصوبے نہایت حسن وخوبی سے پورے کر لئے جن کی قسطین دوم نے یہان داغ بیل ڈالی تھی لیکن مسلمانون کے پے در پے حملون سے صقلیہ کو سر اٹھانے کا موقع نہین ملتا تھا، کہ وہ قسطین کی حکمت عملی کو پورا کرنے کی کوشش کرتا،

چنانچہ افریقہ کے اسی دورِ اختلال مین حکومت صقلیہ نے اپنی مکمل حفاظتی تدبیرین انجام دین، فوجون کا مرتب نظام قائم ہوا، شہرون کے شہر پناہ اور جہاز کے بندر گاہ کی درستی کے ساتھ قلعون کو نئے سرے سے مستحکم کیا گیا، اور حفاظت کی تمام صورتین اختیار کر کے ان کی نہایت مستعدی سے نگہداشت شروع ہوئی، اور پھر ہر سال جہاز پر سوار ہو کر جزیرہ کے گرداگرد گشت لگانے، اور اپنے تمام استحکام کی دیکھ بھال کرنے کا خاص اہتمام کیا گیا، اسی طرح اندرون جزیرہ کو پوری طرح مسلح کر لیا گیا، صقلیہ مین قلعون کی کمی نہین تھی، قدم قدم پر سر بفلک قلعے کھڑے تھے، لیکن آبادی کی کمی کے باعث اور نیز حکومت کی غفلت شعاری سے غیر آباد پڑے تھے، اگرچہ ان مین سے چند قلعے مسلمانون کے فتحِ افریقہ کے وقت بھی آباد ہو چکے تھے،[2] تاہم ابھی ایسے قلعون کی کثیر تعداد تھی، جو ویران اور سنسان پڑے تھے، چنانچہ اب اس موقع پر ان کے آباد ہونے کی باری آئی، اور ایک ایک قلعہ آباد کر دیا گیا، علاوہ ازین جا بجا جنگی ضرورتون سے قلعے بھی تعمیر کئے گئے، یہان تک مشکل سے صقلیہ کی کوئی ایسی پہاڑی باقی رہ گئی ہو، جس پر قلعہ کی سر بفلک دیوار کھڑی نہ کر دیگئی ہو، چنانچہ نویری مسلمانون کے ۱۳۵ھ/۷۵۲ء کے حملہ کا تذکرہ کر کے افریقہ کے دورِ فتن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے

---

[1] ان واقعات کی تفصیل کیلئے دیکھو ابن اثیر ج ۶ ص ۹۲ تا ۹۶، کتاب المونس ص ۲۴، البیان المغرب ابن عذاری (ترجمہ) ص ۱۰۰ تا ۱۰۲، معجم البلدان ج ۵ ص ۳۷۴،

ان استحکامات کا یون ذکر کرتا ہی:-

"اور افریقیہ کے ولاۃ اون فتنہ وفساد کے دور کرنے مین لگ گئے، جن کا تذکرہ ہم پہلے کر چکے ہین، اس طرح باشندگان جزیرہ صقلیہ مامون ومحفوظ ہو گئے، اور اس کو ہر چہار جانب سے مستحکم کر لیا اور قلعے پر قلعے تعمیر کر لئے، یہان تک کہ ایسی کوئی پہاڑی باقی نہ چھوڑی جس پر قلعہ تعمیر کر لیا ہو[1]"

صقلیہ کے ان جدید استحکامات کے بعد رومیون کو مزید حوصلہ ہوا، اور انھون نے اپنی حفاظت سے تجاوز کر کے بحر روم مین غارت گری شروع کر دی، مسلمانون کے تجارتی جہاز اب ان کے رحم وکرم پر تھے، وہ آزادی سے اون پر چھاپے مارتے، اور جہاز کے جہاز لوٹ لیتے، ابن اثیر صقلیہ کے استحکام کو ان الفاظ مین بیان کرتے ہوئے اون کی غارت گری کی طرف یون اشارہ کرتا ہے:-

"اور افریقیہ کے ولاۃ بربر کے فتنہ وفساد مین مصروف ہو گئے تو صقلیہ محفوظ ہو گیا، اور رومیون نے اوس کو ہر طرف سے مستحکم کر لیا، اور اس مین قلعے اور شہر پناہ تعمیر کر لئے، اور اب ہر سال جہازون پر سوار ہو کر نکلتے، اور جزیرہ کے چارون طرف گھوم کر فوجی نقطۂ نظر سے جہان کمزوریان دیکھتے دور کر دیتے، اور جب مسلمان تاجرون کے جہاز دیکھ لیتے تو انھین گرفتار کر لیتے[2]"

چنانچہ رفتہ رفتہ صقلیہ کے رومی بیڑون کو بحر روم مین نمایان تفوق حاصل ہو گیا، اور اب وہ ایک طرف افریقیہ کی اسلامی آبادی پر چھاپے مارتے، تو دوسری طرف یورپ کے دوسرے علاقون مین بھی غارتگری کرتے، اور اسلامی مرکزی حکومت بغداد کے جنگی بیڑون کے پہلو بہ پہلو مساویانہ طور پر بحر روم مین گشت کرتے، اور یورپ کے ایسے ممالک پر جن سے خلافت عباسیہ اور صقلیہ کی رومی حکومت

---

[1] نہایۃ الارب در اماری ص ۴۲۶، [2] ابن اثیر جلد ۵ ص ۲۳۱،

دونون کو اختلاف تھا، متفقہ حملے بھی کرتے، چنانچہ ۱۸۱ھ/۷۹۷ء کے موسم سرما مین مرکزی حکومت بغداد کا ایک بیڑا سلیمان بن راشد (جو ہارون رشید کے عہد مین محکمۂ خراج کا افسر اعلےٰ تھا) کی سرکردگی مین بحر روم مین گشت کر رہا تھا، صقلیہ کے رومی بیڑے نے اس سے متحد ہو کر یورپ کے بعض دوسرے علاقہ پر غارت گری کی،[1]

---

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۱۰۰، ۱۴۸۔

* * *

دولتِ اغالبہ افریقہ،

۱۸۴ھ تا ۲۹۶ھ
۸۰۰ء تا ۹۰۸ء

ابراہیم بن اغلب

۱۸۴ھ – ۱۹۶ھ
۸۰۰ء – ۸۱۱ء

افریقہ مین حکومت اغلبیہ کا قیام

دولتِ اغالبہ افریقہ کے بانی ابراہیم بن اغلب نے ۱۸۴ھ / ۸۰۰ء مین افریقہ کی زمامِ حکومت اپنے ہاتھ مین لی، اور ملکی نظم ونسق مین مصروف ہوگیا، اسکی حکومت کے قیام کے بعد سے افریقہ کی ایک جدید تاریخ شروع ہوتی ہے، اور اسی کے ماتحت صقلیہ کی اسلامی تاریخ ہے، اس لئے یہان اولاً افریقہ کی دولت اغالبہ کا سمجھ لینا ضروری ہے، قیامِ دولت اغالبہ کے پیشتر تک خلفائے عباسیہ کو افریقہ کی اسلامی حکومت سے کسی قسم کا کوئی مالی انتفاع حاصل نہ تھا، بلکہ خود اس صوبہ کو جس پر صرف مصر کی سرحد کی حفاظت کے لئے اقتدار قائم رکھنا ضروری سمجھا جاتا تھا، خزانہ مصر سے سالانہ ایک لاکھ دینار ادا کئے جاتے تھے جن سے یہان امن وآمان قائم رکھا جاتا تھا،

ابراہیم اغلبی نے افریقہ کو ایک آزاد صوبہ کی حیثیت مین لانے کیلئے اس رسم کو ترک کرنا چاہا، اور عہدۂ ولایت کا انتظام ہاتھ مین لینے سے پیشتر ہی خلیفہ ہارون رشید سے خزانہ مصر سے اس رقم کے بند کرادینے، مزید بران حکومت افریقہ سے سالانہ چالیس ہزار دینار قبول کرنے کی استدعا کی، ہارون رشید

نے یہ تجویز خوشی سے منظور کرلی، [1] اور اس پر عملدرآمد جاری ہوگیا، اسلئے درحقیقت افریقیہ کی مستقل اسلامی حکومت کی بنیاد اسی ابراہیم اغلبی کے ہاتھون قائم ہوتی ہی،

ابراہیم عہدۂ ولایت قبول کرنے کے بعد ہی اپنی دانائی و خوش تدبیری سے افریقیہ مین ایک مستقل جداگانہ نظامِ حکومت قائم کرنے مین کامیاب ہوگیا، اور اپنے پورے دور حکومت مین افریقیہ کے نظم و نسق مین مصروف رہا، یہان تک کہ ۱۹۶ھ ۸۱۱ء مین اس نے وفات پائی، اور اس کے بجائے اس کا لڑکا ابو العباس عبد اللہ اس کا جانشین قرار پایا، کیونکہ خلافت عباسیہ نے ابراہیم کی خدمات کے صلہ مین افریقیہ کی حکومت اسکے خاندان کیلئے موروثی قرار دیدی تھی،

اغالبہ کا عروج یہ وجہ تھی کہ افریقیہ کے یہ اغلبی ولاۃ رفتہ رفتہ اس قدر مطلق العنان فرمانروا ثابت ہوئے کہ بظاہر اس کے آزاد و خودمختار حکومت ہونے مین کوئی شبہہ نہ رہا، اگرچہ اغالبہ نے کبھی بھی اپنی خودمختاری کا اعلان نہین کیا، لیکن معناً یہان انکی خودمختار حکومت قائم تھی، جسکو اپنے داخلی و خارجی نظامِ سیاست مین پوری آزادی حاصل تھی، صرف تخت نشینی کے بعد خلیفہ عباسی سے ضابطہ کی منظوری حاصل کیجاتی، اور اغالبہ کے پورے دورِ حکومت مین بجز چند مخصوص موقعون کے کبھی بھی ایسا نہین ہوا، کہ عباسی خلیفہ یہان کے معاملات مین مداخلت کرتے، وہ صرف خانوادہ کے باہمی تصفیہ سے فرمانروایان اغالبہ کے تخت نشین ہوجانے کے بعد ان کے عزل و نصب کی تصدیق کردیتے، اور انھین وہ سالانہ خراج برابر ادا کیا جاتا، جو دار الخلافت کیلئے مقرر ہوچکا تھا، اس کے ساتھ اغالبہ کے تمام ممالک محروسہ مین خطبہ مین خلیفہ عباسی کے نام کے پہلو بہ پہلو تاجدار اغلبی کا نام بھی شامل ہوتا، اور خطبہ مین یکے بعد دیگرے دونون نام لئے جاتے تھے،

اغالبہ نے افریقیہ مین ۱۸۴ھ ۸۰۰ء سے ۲۹۶ھ ۹۰۸ء تک فرمانروائی کی، اور اپنی حکومت سے سرزمین افریقیہ مین جو فتنہ و فساد کا جولانگاہ تھی، امن و امان قائم کرکے، اوس کو ہر قسم کی ترقیون سے معراجِ کمال

---

[1] ابن خلدون ج ۴ ص ۱۹۷،

پر پہونچا دیا، موسیو سدیو نے مختصر الفاظ مین ان کے دورِ حکومت پر ایک اجمالی تبصرہ کیا ہے، وہ لکھتے ہین :-

"اس کے بعد ان کے امیر اغلب نے کوشش کی اور تمام بربریون کو خلیفہ منصور کی اطاعت و انقیاد کے لئے مجبور کیا، پھر بربریون نے مہدی اور رشید کے زمانہ مین کئی مرتبہ بغاوت کی جسمین عباسیون کو بڑے بڑے نقصانات اٹھانے پڑے، یہانتک کہ سنہ ۸۰۰ء مین رشید نے مصمم ارادہ کرلیا، کہ ابراہیم بن الاغلب کو ریاست مغربی کی حکومت مستقل طور پر دیدے،

چنانچہ اغلبیہ خاندان اسی سنہ سے سنہ ۹۱۱ء (سنہ ۸۰۰ء) تک وہان خودمختار حاکم رہا، اس خاندان نے ازدواج و مناکحت کے ذریعہ سے عرب اور بربر دونون کے خون کو باہم مخلوط و ممزوج کردیا، اور اب ان کا اخلاق اور ان کا دین بھی متحد ہوگیا، اور غیرت کی وجہ سے ان مین جو بغض و حسد اور منافرت تھی، وہ سب جاتی رہی،

ابراہیم بن اغلب کے زیر حکومت وہ تمام ملک تھا، جو سواحلِ بحر اوقیانوس سے لیکر حدود ریاست مصر غربیہ تک چلا گیا ہے، اور اس وسیع مملکت کے خطبون مین خلیفہ عباسی کے نام کے ساتھ اس کا بھی نام لیا جاتا تھا،

عباسی خلفار اور اغلبی حکام دونون نے بہت سخت کوشش کی کہ مغرب اقصیٰ سے ادریسیون کی حکومت کو زائل اور برباد کردین، مگر ان سے کچھ بھی نہ ہوسکا، اب اغلبیہ خاندان والے صرف بلاد مغرب وسطے اور بلادِ افریقہ کی حمایت و حفاظت کرنے لگے، انھون نے ان عیسائی ممالک پر جو ساحلِ بحرِ روم پر واقع تھے، چڑھائیان کین، یہان انھین فتح و نصرت حاصل ہوئی،،

اسکے بعد ان کے تہذیب و تمدن کا تذکرہ یون کرتے ہین :-

"اسکے سوا اقالیم افریقہ کو انھون نے مہذب بنایا، جو اسلامی تمدن شام اور عراق مین جاری تھا،

وہی انھون نے وہان بھی جاری کیا، قصر قدیم، اور رصادہ (رقادۂ) دو نئے شہر آباد کئے، وہ کبھی ٹیونس کبھی قیروان، اور کبھی طرابلس مین رہنے لگے، جس سے یہ سب شہر ایسی عمارتون سے معمور ہو گئے، جن مین حادہ قوسین بنائی جاتی تھین، اور بڑے بڑے آراستہ و پیراستہ ستون قائم کئے جاتے تھے، اور جو رومانی طرز تعمیر پر ہوتے تھے، اور ایسی ندیون پر جہان بارش کی وجہ سے تیز رو سیلاب جاری ہو جاتے تھے، انھون نے پل بنوائے، (بند بندھوائے؟)

غرض ان لوگون کے سبب سے تمام ملک مین تہذیب پھیلی، انھون نے علوم و فنون صنعت و حرفت اور تجارت و فلاحت کی ترقی مین بڑی کوشش کی، جگہ جگہ تجارت کی منڈیان قائم کین، جس سے صحرائی قومون اور سواحل کے باشندون کے مابین آمد و رفت کی سہولت ہو گئی، نئی نئی سڑکین نکالین، ان مین امن و امان کا بڑا بندوبست کیا، ڈاک کے راستون اور مقامون کی نگرانی شہرون کے عمائد و اعیان کے سپرد کی، نیز ان مقامات پر خاص نگران مقرر کئے، جن مین پیدل ہرکارے اور سوار قاصد ڈاک لیجایا کرتے تھے، اور یہ ڈاک حدودِ مغرب کی ابتدا، سے مملکت مصر کے حدود تک برابر آتی جاتی تھی علاوہ برین اغلبیون نے بڑی کشتیون کا بیڑا بھی تیار کیا، جس کے ذریعے سے بحر متوسط پر حکومت کرتے تھے[1]"

عبداللہ بن ابراہیم والیِ افریقہ،

سنہ ۱۹۶ھ ۸۱۱ء - سنہ ۲۰۱ھ ۸۱۶ء

عبداللہ بن ابراہیم نے اپنے باپ کی وفات کے بعد سنہ ۱۹۶ھ ۸۱۱ء مین عنانِ حکومت سنبھالی، اس کے عہدِ حکومت مین ہمارے لئے جو اہم ترین واقعہ قابلِ ذکر ہو سکتا ہے، وہ حکومت افریقہ اور حکومت صقلیہ

---

[1] تاریخ عرب موسیو سدیو (ترجمہ اردو) ص ۲۳۹ لغایت ۲۴۱ طبع اول،

کا معاہدۂ صلح ہے، اور یہ صلحنامہ ان دونون حکومتون کے مستحکم اور دونون کے متساوی و متوازن حالت مین ہونے کا ایک قدرتی نتیجہ تھا، کیونکہ ابراہیم نے اپنے عہدِ حکومت مین افریقہ کی تمام چولین درست کردی تھین، اور صقلیہ نے افریقہ کے دورِ اختلال سے فائدہ اوٹھا کر پوری قوت بہم پہنچالی تھی، عرب مورخین نے افریقہ اور صقلیہ کے اس معاہدہ کا کوئی مستقل تذکرہ نہین کیا ہے، انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا مین صرف اس قدر ہے کہ ۱۹۸ھ ۸۱۳ء مین مجاہدینِ اسلام اور صقلیہ کے عیسائیون مین دس سال کیلئے صلح ہو گئی،[1] لیکن عربی تاریخون مین مختلف واقعات کے حوالون مین اس کا ذکر آجاتا ہی، جن سے چند شرائط کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے، اس معاہدہ کی غالبًا سب سے اہم شرط یہ تھی کہ صقلیہ مین اگر کوئی مسلمان قیدی پہنچ جائے، تو فورًا افریقہ لوٹا دیا جائے گا، معاہدہ کی اس شرط سے حکومت صقلیہ کی ان بحری غارتگریون کا بھی سدباب ہوتا ہے، جو وہ اکثر اسلامی جہازون پر کرتے رہتے تھے، نیز سواحلِ افریقہ پر بھی ان کی جو تاخت کبھی کبھی ہوتی تھی، اس معاہدہ کے رو سے اس کا بھی انسداد ہوتا ہے، اسی کے ساتھ حکومت افریقہ کی ان مہمون کا بھی خاتمہ ہونا چاہیے، جو وہ اکثر اپنے مطمئن ماحول کے دوران مین صقلیہ پر روانہ کیا کرتی تھی،[2]

---

[1] انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا ج ۲۵ ص ۱۳۱ طبع یازدہم،

[2] صاحب کتاب الحلۃ السیراء (دراماری ص ۳۲۷) نے عام مورخین کے برخلاف ۲۰۴ھ مین محمد بن عبداللہ اغلبی کی سرکردگی مین صقلیہ پر ایک بحری حملہ کا تذکرہ کیا ہی، لیکن یہ صحیح نہین ہے اور بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اوس نے ۲۰۶ھ کے بحری حملہ کو جو سردانیہ پر ہوا تھا صقلیہ کیطرف منسوب کردیا ہے، کیونکہ اولًا الحلۃ السیراء کے علاوہ کسی نے اس کا تذکرہ نہین کیا ہے بلکہ اس کے بجائے ابن عذاری وغیرہ نے ۲۰۶ھ کے حملہ سردانیہ کا تذکرہ کیا ہی، جسکو ہم نے متن مین بھی دیدیا ہے، علاوہ ازین جیسا کہ آیندہ معلوم ہوگا جب ۲۱۲ھ مین صقلیہ پر اسلامی حملہ کا سوال حکومت افریقہ کے سامنے آیا، تو اسی معاہدہ کی بنا پر اس مین خود زیادۃ اللہ کو پس و پیش ہوا، اور اسکے علاوہ افریقہ کے اعیان و فقہا نے اسی بنا پر سخت مخالفت کی، اور پھر حملہ صقلیہ کا یہ مسئلہ بالآخر قاضی القضاۃ افریقہ کے سامنے بطور مذہبی استفتا کے پیش ہوا، اور اس کا جو کچھ فیصلہ جن دلائل سے ہوا، اس کی تفصیل آگے آئے گی، ان حالات مین الحلۃ السیراء کی وہ مشتبہ روائت قابلِ یقین نہین ہے، جبکہ اس معاہدہ کے متعلق معلوم ہے کہ وہ عبیداللہ بن ابراہیم کے عہد مین ہوا، اس لئے

لیکن ابو العباس کا عہدِ حکومت محض چند روزہ تھا، اس نے ۲۰۱ھ ۸۱۶ء مین وفات پائی، اور اسکے بجائے اس کا چھوٹا بھائی زیادۃ اللہ بن ابراہیم سریرِ حکومت پر جلوہ آرا ہوا۔

زیادۃ اللہ بن ابراہیم والیِ افریقہ

۲۰۱ھ تا ۲۲۳ھ
۸۱۶ء تا ۸۳۷ء

ابو محمد زیادۃ اللہ بن ابراہیم بن اغلب ایک نہایت بیدار مغز فرمانروا ثابت ہوا، یہ ۲۲، ۲۳ ذی الحجہ ۲۰۱ھ کو تختِ حکومت پر بیٹھا، اور سریر آرائے حکومت ہوتے ہی اسکو بغاوتون کا سامنا کرنا پڑا، اور اسلئے وہ ابتداءً افریقہ کے معاملات اور ملکی نظام مین الجھا رہا، جب افریقہ کے معاملات سے مطمئن ہوا، تو بحری قوت کی طرف توجہ کی، اور جہازون کے بڑے تیار کئے، لیکن اس کے باوجود اس نے صقلیہ کے معاہدہ کا احترام کیا، اور جب بحری پیشقدمی کی ضرورت محسوس ہوئی تو ۲۰۶ھ ۸۲۱ء مین سردانیہ کی طرف توجہ کی، کیونکہ وہ بھی اس سے پہلے باجگذار ہو چکا تھا، جس کا سلسلہ افریقہ کے دورِ اختلال مین منقطع ہو گیا تھا، یہ حملہ محمد بن عبد اللہ تمیمی کی سرکردگی مین انجام پایا، اور طرفین نے نقصانات اوٹھائے [1]

افریقہ مین بغاوت

لیکن زیادۃ اللہ کے عہدِ حکومت کے چند سال گذرے تھے، کہ اتفاق سے ۲۰۹ھ ۸۲۴ء مین افریقہ مین ایک شخص منصور طنبذی نے علمِ بغاوت بلند کیا، جسمیں رفتہ رفتہ اسکو کامیابی ہوتی گئی، اور آخر مین زیادۃ اللہ اس درجہ مجبور ہو گیا، کہ اس کے پاس تمام افریقہ کے علاقہ مین صرف چند مقامات باقی رہگئے،

(بقیہ حاشیہ ص ۱۱۶) ۲۰۴ھ سے پہلے وہ معاہدہ موجود تھا، اور اگر زیادۃ اللہ نے ۲۰۶ھ کے معمولی حملہ کے لئے اس کی خلاف ورزی کی اور افریقہ کے علما۔ واعیان بھی خاموش رہے تو پھر ۲۱۲ھ مین کیا اسباب ہو سکتے ہین، کہ خود والی افریقہ اور اس کے اعیان ومشیر کار معاہدہ کی خلاف ورزی سے بہ شدت احتراز کرین [1] البیان المغرب (ترجمہ) ص ۱۲۹ و ابن اثیر ج ۶ ص ۲۶۹ وغیرہ،

ان کے علاوہ پورے افریقیہ میں منصور کا سکّہ روان ہوگیا[۱]،

صقلیہ کی طرف سے معاہدہ شکنی اور سواحل افریقیہ پر حملہ

حکومت صقلیہ نے معاہدہ کو بالائے طاق رکھ کر افریقیہ کے ان حالات سے فائدہ اوٹھانا چاہا، چنانچہ اتفاق سے اسی زمانہ یعنی ۲۱۱ھ ۸۲۶ء میں میکائل دوم شہنشاہ قسطنطنیہ (از ۸۲۰ء تا ۸۲۹ء) نے ایک بطریق قسطنطین نامی کو (جسکو عرب مورخین "سودہ" کے لقب سے بھی موسوم کرتے ہیں) صقلیہ کی گورنری پر بھیجا تھا، اس نووارد گورنر نے اپنی ہمسایہ حکومت افریقیہ کے ادن حالات کا مطالعہ کیا، صقلیہ کی بحری و بری فوج پیشتر سے تیار تھی، اس نے زمام حکومت سنبھالتے ہی جنگی بیڑا مرتب کیا، اور صقلیہ کے ایک قائد اعظم فیمی (AUPHAMIUS) کو حکومت افریقیہ کے ساحلی مقامات پر حملہ آوری کے لئے روانہ کردیا، فیمی جنگی جہازون کے ساتھ ساحل پر اوترا، اور کئی مقامات پر غارت گری کی، افریقیہ اسوقت اپنے جھگڑون مین اولجھا ہوا تھا، اس رومی حملہ کا کیا جواب دیتا، فیمی جہانتک لوٹ مار کرسکتا تھا، کرتا رہا، اور ایک مدّت تک اسی سلسلہ مین وہ افریقیہ مین مقیم رہا[۲]،

ابن عذاری کی تصریح کے مطابق افریقیہ کا ساحلی علاقہ زیادۃ اللہ کا مطیع تھا، اسلئے یہ حملہ براہ راست اغلبی حکومت کے برخلاف تھا، اور اگر اصولی نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو اوسی حملہ سے اوس معاہدہ کی تنسیخ ہوگئی، جو ابو العباس عبد اللہ کے عہد مین کیا گیا تھا، اور پھر اس کے بعد ہی حکومت صقلیہ نے ایک قدم اور آگے بڑھایا، اور معاہدہ کی شکست کا عملًا دوسرا ثبوت بہم پہنچانا چاہا، یعنی اوس نے نہایت بیباکی سے بحر روم کے اسلامی جہازون پر چھاپے مارنا شروع کردئے، مسافر اگر مقابلہ کرتے، تو تہ تیغ ہوتے ورنہ غلام بناکر صقلیہ پہنچائے جاتے، اور جو مال و اسباب ان پر موجود ہوتا، اس پر مال غنیمت کے طور پر قبضہ کرلیتے، اور جزیرہ مین واپس آجاتے،

چنانچہ یزید بن محمد الجمحی جو افریقیہ کے ایک نہایت ثقہ اور سن رسیدہ محدث تھے ۲۱۲ھ میں افریقیہ

---

[۱] البیان المغرب (ترجمہ) ص ۱۳۴ و ۱۳۵ و ابن اثیر ج ۶ ص ۲۳۵، و ابن خلدون ج ۴ ص ۱۹۸ وغیرہ،

سے شہر سیسہ کیطرف ایک لشکر کے ساتھ جا رہے تھے، صقلیہ کے رومی بیڑے نکل پڑے، اور ان جہازون پر حملہ آور ہوئے، فوج کی ایک مختصر جماعت زبردست جنگی بیڑے کا کیا مقابلہ کرتی، چنانچہ دوسرے مسلمانون کے تہ تیغ ہونے کے علاوہ حجمیؒ جیسی مقدس و مقتدر ہستی نے بھی جام شہادت نوش کیا،

حجمیؒ کو افریقہ مین جو علمی و مذہبی مرتبہ حاصل تھا، وہ ان کے شیوخ و تلامذہ کی فہرست سے معلوم ہوتا ہے، انھین حضرت امام مالکؒ سے شرف تلمذ حاصل تھا، نیز ابراہیم بن محمد مدنی، اور ابوبکر بن عیاش کوفی، احمد بن یزید اور اسی طرح، مدینہ، کوفہ، شام، اور بصرہ کے کبار محدثین ان کے شیوخ کی فہرست مین ہین، اور تلامذہ کے حلقہ مین موسیٰ بن معاویہ صمادحی وغیرہ جیسے جلیل القدر بزرگ ہین[لہ]،

اس لئے حجمیؒ کا واقعۂ شہادت سارے افریقہ مین آگ لگا دیتا، لیکن وہان خود بغاوت کی آگ سلگ رہی تھی، اور سب کے سب اسی کے بجھانے مین لگے ہوئے تھے، کسے فرصت تھی، اور کس مین صلاحیت تھی کہ حکومت صقلیہ کی ان حرکتون پر باز پرس کرتا،

لیکن حکومت افریقہ نے اس پر اگرچہ باز پرس نہین کی اور اسکو فسخ معاہدہ کا سبب نہین قرار دیا، تاہم ایک غیر جانب دار مورخ صاحب ریاض النفوس حجمیؒ کے واقعۂ شہادت پر تبصرہ کرتے ہوئے شیخ ابو عبداللہ اجدانی کا یہ بیان نقل کرتا ہے:۔

وقال الشيخ ابو عبد الله	اور شیخ ابو عبداللہ اجدانی فرماتے ہین کہ (حجمی کا
الاجدانی فدل ذلك على ان	(واقعۂ شہادت) اس امر پر دلالت کرتا ہے، کہ
اہل صقلیه لم يكن بينهم وبين	اس زمانہ مین مسلمانون اور باشندگان صقلیہ کے
المسلمين هدنة۔	درمیان کوئی معاہدۂ صلح قائم نہین تھا،

[لہ] ابوالعرب دریادگاری مضامین ج ۱ ص ۲۴۳، و ریاض النفوس در امارى ص ۱۸۰،

صقلیہ مین حکومت بزنطی سے بغاوت اور باغیون کی خود مختار حکومت،

اگرچہ حکومت افریقہ نے، رومیون کی اس ساحلی تاخت اور اس واقعہ شہادت پر اپنی پر آشوب بغاوتون کے باعث حکومت صقلیہ سے کوئی بازپرس نہین کی، تاہم ساحل افریقہ کے بیگناہ مظلومون اور یزید بن محمد الجمحی کا خون ناحق رنگ لایا، اور خود صقلیہ مین ایک سخت بغاوت برپا ہوگئی، جسکی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ وہی امیر البحر فیمی جو اسوقت سواحل افریقہ پر تاخت کر رہا تھا، کسی گرجا سے ایک نوجوان نن کو بھگا لایا، اور اس کی خبر میکائل شہنشاہ قسطنطنیہ کو ملی جس نے اسکے قتل اور یا بروایت گبن زبان تراش لینے کا حکم بھیجا، فیمی اسوقت تک سواحل افریقہ کی اسلامی بستیون پر چھاپے مار رہا تھا، صقلیہ کی فوج کا ایک معتدبہ حصہ اس کے ساتھ تھا، اس وحشیانہ سزا کو سن کر بغاوت پر آمادہ ہوا، لشکر نے اسکی معاونت پر آمادگی ظاہر کی اور اسکو صقلیہ پر قبضہ کر لینے کا مشورہ دیا، چنانچہ فیمی نے دار الحکومت سرقو کا رخ کیا، اور اس پر قبضہ کر بیٹھا، قسطنطین والی صقلیہ قطا مین پناہ گزین ہوا، فیمی نے اسکو وہان بھی چین نہ لینے دیا، شاہی فوج اور باغیون مین سخت مقابلہ ہوا، والی صقلیہ نے ہزیمت اوٹھائی، اور خود بھی جان سے مارا گیا، اسکے بعد فیمی نے ساری جزیرہ مین گشت لگا کر تمام شہرون کو مطیع کیا، اور اپنی خود مختار حکومت قائم کر لی، اور شاہ صقلیہ کا لقب اختیار کیا، اور جزیرہ کے مختلف مقامات مین اپنے گورنر مقرر کر دئیے،

فیمی کے خلاف بغاوت

لیکن فیمی کی حکومت چند روزہ ثابت ہوئی، حکومت بزنطی قسطنطنیہ کے ایما سے اس کے ایک گورنر بلاطہ نامی نے اسکے خلاف علم بغاوت بلند کیا، اور اسکی امداد کیلئے قسطنط سے ایک عظیم الشان لشکر آیا، بلاطہ کا چچازاد بھائی میکائل بلرم مین گورنر تھا، اس نے اسکو بھی اپنا ہمنوا بنالیا، اور بلاطہ اپنے عظیم الشان لشکر کے ساتھ آگے بڑھا، اور دوسری طرف سے میکائل والی بلرم آیا، اور دونون بھائیون نے ملکر سرقوسہ پر ایک ساتھ چڑھائی کی، فیمی اس مشترکہ طاقت کا مقابلہ نہ کرسکا، اور ایک معرکہ کے بعد شکست کھائی، اور جان بچا کر صقلیہ سے فرار ہونے پر مجبور ہوا، اور صقلیہ دوبارہ حکومت بزنطی کے

زیر علم آگیا،

فیمی کا حکومت افریقہ سو استمداد

فیمی کی یہ شکست صقلیہ کے دار الاسلام بننے کا بہ ظاہر ایک سبب بنی، فیمی کے زیر علم جو کچھ فوج تھی، اس کا ایک حصہ قسطنطین کو زیر کرنے مین صرف ہو چکا تھا، پھر ایک بڑی تعداد بلاطہ سی مقابلہ کرنے مین کام آئی، اب اسکو اپنی کامیابی کے آثار دکھائی نہین دئے، لیکن امید کی آخری جھلک اسکو افریقہ مین نظر آئی، اسی سال کے دوران مین ۲۱۱ھ سے ۲۱۲ھ تک افریقہ اور صقلیہ کے تعلقات مین جو کشیدگی رہی، وہ سب اسکی نگاہ مین تھی، اس لئے اس نے اپنے اس آخری حربہ کو بھی استعمال کرنا چاہا، اور اپنی باقی ماندہ فوج کو ساتھ لیا، اور سیدھے دربار قیروان مین حاضر ہوا،

اس نے قیروان مین سب سے پہلے اپنی اس پچھلی پیشقدمی پر زیادۃ اللہ کے سامنے افسوس ظاہر کیا، اور پھر صقلیہ کے تمام حالات بیان کر کے اسلامی فوج کشی کی خواہش ظاہر کی،

ایسے موقع پر سب سے پہلے جو سوال جو پیش آتا وہ یہی تھا کہ حکومت افریقہ نے اگر فوجکشی کی، تو اسکی حیثیت کیا ہوگی، کیا وہ فیمی کی امداد و معاونت ہوگی یا مسلمانون کا کوئی مستقل حملہ، لیکن فیمی خود ہوشیار تھا اس نے ابتدا ہی مین تصریح کر دی کہ وہ تاج و تخت سے دستبردار ہو چکا ہے، لیکن صرف بلاطہ سے انتقام لینے کے لئے اپنی باقی ماندہ فوج کے ساتھ حملہ مین شریک ہوگا، فتح و نصرت کے بعد اسکو صقلیہ سے کوئی سروکار نہ ہوگا،

زیادۃ اللہ نے اس مسئلہ پر غور کرنے کا وعدہ کیا، اور فیمی دربار حکومت سے واپس آگیا، اسی اثناء مین ادھر گورنر صقلیہ کا حکومت بیزنطی کی جانب سی پیغام آیا، کہ ایک باغی کو پناہ دیکر دونون حکومتون کی دوستی مین فرق نہ ڈالا جائے، جو پچھلے معاہدہ کی رو سی قائم ہے، اور ایک باغی کی مدد کر کے ایک معاہد حکومت کے حدود مین بغاوت نہ پھیلائی جائے[1]

---

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۲۲۵، ۲۲۶، ونہایۃ الارب درا ماری ص ۷ ۲۴۴، اسٹوری آف دی نیشنس ج ۲۰ (بیزنطائن ایمپائر)

زیادۃ اللہ کی توجہ صقلیہ کی طرف

رومی حکومت صقلیہ کو اب اپنے معاہدہ کا خیال آیا ہے، لیکن حقیقت یہ ہو کہ افریقیہ کے دورِ اختلال اور دولتِ اغالبہ کے اس ابتدائی دور مین افریقیہ کے ساتھ صقلیہ کی جو معاندانہ روش رہی وہ خود بخود یہ سوال پیش کرتی تھی، کہ آخر افریقیہ اور صقلیہ کے مسئلہ کا آخری حل کیا ہوگا، کیونکہ ان دونون کی جو جغرافیانہ حیثیت تھی، اس کا قدرتی اقتضا یہی تھا، کہ یا تو دونون مقامات کسی ایک ہی حکومت کے سلسلہ کی دو کڑیان ہون، یا دونون مین ایسا رابطۂ اتحاد قائم ہو کہ دونون ملک کے باشندون کو معاشرتی، اقتصادی اور تجارتی آزادی حاصل ہو، اور دونون ملکون کی قومین مساویانہ طور پر بحرِ روم مین آزادانہ آمد و رفت قائم رکھ سکین،

یہی وجہ تھی کہ دولتِ اسلامیہ افریقیہ نے روزِ اول سے صقلیہ کے مسئلہ کو سامنے رکھا، اور ابتداءً یہ کوشش کی، کہ اس جزیرہ کو اپنے دولِ متوافقین کی جماعت مین شامل کر کے افریقیہ کی بحری آزادی حاصل کیجائے، چنانچہ اس مین ابتدائی کامیابی بھی حاصل ہو گئی، لیکن اچانک افریقیہ مین دورِ اختلال شروع ہو گیا، اور صقلیہ کو اپنے جنگی استحکامات کا موقع مل گیا، اسلئے جب عہدِ اغالبہ کی ابتدا ہوئی تو ابو العباس عبد اللہ والیِ افریقیہ نے شریفانہ شرائط کے ساتھ صلح کی سلسلہ جنبانی کی، اور دونون ملکون مین معاہدۂ صلح مرتب ہوا، اور افریقیہ نے اپنی دانست مین صقلیہ کے مسئلہ کا آسان حل دریافت کر لیا، لیکن میکائل شہنشاہِ قسطنطینیہ کے سریر آرائے حکومت ہوتے ہی جب مختلف ملکون مین نئے گورنر گئے، اور صقلیہ کے لئے قسطنطین کا انتخاب عمل مین آیا، تو صلح کی وہ شرطین کالعدم ہو گئین، اور جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے، اس نے زمامِ حکومت سنبھالتے ہی افریقیہ کے ساحل پر لوٹ مار شروع کر دی، اور بحرِ روم مین مسلمانون کے تجارتی جہازون کو جو آسانی حاصل ہو گئی تھی، وہ بھی مفقود ہو گئی، اور افریقیہ کا غارت گر بیڑا ایک مدت مدید تک اپنی

(بقیہ حاشیہ ص ۱۲۱) ہولفراڈمن ص ۲۰۰، ہسٹری آف دی ڈکلائن اینڈ فال آف دی رومن ایمپائر ایڈورڈ گبن ج ۵ ص ۴۲۱ و اخبار اندلس ج ۲ ص ۱۱

غارت گریون مین مصروف رہا، اس کے بعد ہی یزید بن محمد الجمحی رح جیسے ثقہ و سن رسیدہ محدث کو ایک کثیر جماعت کے ساتھ تہ تیغ کیا گیا،

اسلئے صقلیہ کا مسئلہ حکومت اغالبہ کے سامنے قدرۃً آگیا تھا، کہ اسی اثنار مین فیمی نے اپنی تحریک سے مزید عنان توجہ منعطف کردی جس سے اگر کوئی فرق پیدا ہوا تو صرف یہ کہ زیادۃ اللہ نے اس پر فوری توجہ مبذول کردی ورنہ وہ ابھی افریقیہ کے بعض معاملات کی طرف مشغول رہتا، اور پھر انھین طے کرکے صقلیہ کی مہم سامنے آتی،

حملہ صقلیہ کیلئے مجلس مشاورت

لیکن ان حالات کے باوجود جب کہ معاہدۂ صلح معنیً منسوخ ہوچکا تھا زیادۃ اللہ نے حکومت صقلیہ کے پیغام کا احترام کیا، اور اس کا تصفیہ کہ وہ معاہدہ قائم ہے یا نہین اپنی مجلس مشاورت کی مرضی پر موقوف رکھا، زیادۃ اللہ کی جو مجلس مشاورت تھی، اس مین مختلف اعیان ملک کے علاوہ ممتاز فقہار و علمار بھی شامل تھے اس لئے جب تک ان کے سامنے اس کی تنسیخ کا باضابطہ ثبوت فراہم نہ کیا جاتا، وہ شرعی حیثیت سے صقلیہ کے حملہ کی اجازت دینے کیلئے تیار نہ تھے، چنانچہ اسی بنا پر زیادۃ اللہ نے صقلیہ کی مہم کے متعلق نہ فیمی کو کوئی جواب دیا، اور نہ رومی حکومت صقلیہ کو،

مجلس مشاورت کے مباحث

مجلس مشاورت مین حملہ صقلیہ کے متعلق دو اہم مباحث زیر بحث آئے،

اوّل یہ کہ وہ معاہدۂ صلح اب تک قائم ہے یا نہین، اگر قائم ہے تو اسوقت صقلیہ پر حملہ کرنا اسلامی اصول کے خلاف ہے، اور اسلامی حکومت پر غداری کا الزام عائد ہوتا ہے، اور اگر وہ قائم نہین ہے، تو اس کے ثبوت مین شہادت اور دلائل کیا ہین،

دوئم یہ کہ اگر صقلیہ پر حملہ ہو تو کس نقطۂ نظر سے آیا وہان کی موجودہ حکومت کو برقرار رکھ کر صرف اس کو باجگذار بنا لیا جائے، یا حکومت بزنطی کا تختہ الٹ کے اسلامی حکومت قائم کی جائے، اور اس کو

دار الاسلام قرار دیا جائے،

معاہدۂ صلح کی تنسیخ کا ثبوت حکومت صقلیہ کے طرز عمل سے

مجلس مشاورت مین انھی دونون مسائل پر بحث جاری رہی، معاہدۂ صلح کی تنسیخ کا جہان تک حقیقی طور پر تعلق ہے، وہ اسباب بالا کی بنا پر منسوخ ہوچکا تھا چنانچہ مختلف مورخین نے بہ تصریح اس کا تذکرہ کیا ہے، اور درحقیقت زیادۃ اللہ سیاسی طور پر انھی وجوہ سے صقلیہ پر حملہ آور ہونا چاہتا تھا، چنانچہ ابن اثیر زیادۃ اللہ کے اس حملہ کا جہان تذکرہ کرتا ہے، انھی واقعات کو اس کا سبب قرار دیتا ہے، وہ لکھتا ہے:

”۲۱۲ھ مین زیادۃ اللہ نے ایک بحری لشکر بھیجا..... **اور اسکے بھیجنے کا سبب یہ تھا کہ** قیصر روم قسطنطنیہ نے جزیرہ صقلیہ پر ایک بطریق قسطنطین نامی کو ۲۱۱ھ مین والی بنایا، اور اس نے ایک رومی فیمی نامی کو امیر الاسطول بنایا، جو نہایت بہادر اور شجاع تھا، اور اس نے افریقیہ پر حملہ کیا، اور اس کے سواحل سے تاجرون کو پکڑ لیا، اور یہان ایک مدت تک ٹھہرا رہا“

اسی طرح جمجی رح کے واقعۂ شہادت پر مستند مورخین کی یہ رائے اس سے پہلے پیش کی جاچکی ہے کہ ”اور اس سے معلوم ہوا کہ اہل صقلیہ اور مسلمانون مین کوئی معاہدہ قائم نہین تھا“[1]

علاوہ ازین ایک امر یہان پر خاص طور سے قابل لحاظ ہے یعنی افریقیہ و صقلیہ کے درمیان جو معاہدہ طے پایا تھا، وہ خود یورپین مورخین کے بیان سے صرف دس سال کیلئے نافذ تھا، معاہدہ کا سال ۸۱۳ء ۱۹۸ھ ہے اسلئے ۸۲۳ء ۲۰۸ھ مین ختم ہوجاتا ہے، عجب کیا ہے کہ حکومت صقلیہ نے اسلامی جہازون پر چھاپے مارنے اور ساحلی مقامات پر پیشقدمی کرنے کا سلسلہ اسی لئے چھیڑ دیا ہو کہ معاہدہ کی مدت ختم ہوچکی ہے،

لیکن صقلیہ کی ان تمام جارحانہ کارروائیون کے باوجود افریقیہ کی مجلس مشاورت کے بعض فقہاء و قضاۃ اس مسئلہ کو دوسرے نقطۂ نظر سے دیکھ رہے تھے، اسلئے

---

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۲۳۵ [2] ریاض النفوس در اماری ۱۰۰،

زیادۃ اللہ نے ان کے سامنے اس مسئلہ کو ایک دوسرے اسلوب مین پیش کیا، اور رومیون پر "شرعی نقطہ نظر" سے یہ الزام عائد کیا کہ انھون نے مسلمان قیدیون کو گرفتار کر کے اپنے یہان رکھا، اور اس لئے وہ ناقض عہد ٹھہرے، کیونکہ معاہدہ کی ایک شرط یہ بھی تھی کہ جو مسلمان صقلیہ پہنچے، اور وہ واپس چلا آنا چاہے، تو اسکو واپس کرنا رومیون پر فرض ہوگا، لیکن انھون نے معاہدہ کی خلاف ورزی کی اور مسلمانون کو اپنے یہان روک لیا، اس لئے وہ معاہدہ قائم نہین رہا، جو عبداللہ سے طے پایا تھا، اور اب حکومت افریقیہ اس معاہدہ کی پابند نہین رہی،

زیادۃ اللہ کے اس بیان سے مجلس مین فقہا، کے درمیان دو نقطہ نظر پیدا ہوگئے، فقہاے افریقیہ مین قاضی ابو محرز اور قاضی اسد بن فرات زیادہ نمایان تھے، اور دونون افریقیہ کے قاضی القضاۃ تھے، اور اسد اسوقت اس عہدہ پر فائز تھے، ان دونون نے اس مسئلہ مین ایک دوسرے سے مخالف رای اختیار کی، قاضی ابو محرز نے عام فقہا، کا ساتھ دیا، اور نام نہاد معاہدہ کو برقرار رکھنا چاہا، لیکن قاضی اسد بن فرات نے معاہدہ کو کالعدم تصور کیا، اور نقض عہد کا الزام رومیون کے سر عائد کیا، قاضی ابو محرز اور اسد کے درمیان زیادۃ اللہ کے روبرو اسکے بیان کے بعد حسب ذیل گفتگو ہوئی،

ابو محرز:- ہمین اس مسئلہ پر (یعنی زیادۃ اللہ کے اس بیان پر کہ رومیون نے معاہدہ توڑ دیا ہی) اچھی طرح ابھی غور کر لینا چاہئے،

قاضی اسد" اس مسئلہ پر انھی رومیون کے ایلچیون سے دریافت کرنا چاہئے"، (یعنی مسلمان صقلیہ مین مقید ہین کہ نہین)

ابو محرز:- "قاصدون کا بیان رومیون کے موردِ الزام قرار دینے یا اون کی صفائی قبول کرنے مین کیونکر معتبر ہوسکتا ہے"،

قاضی اسد" انھی قاصدون کے ذریعہ ہم نے ان سے معاہدہ کیا تھا، اور انھی کے ذریعہ ہمین

ہم ناقضِ عہد قرار دین گے،،

چنانچہ جب زیادۃ اللہ نے اون ایلچیون سے دریافت کیا، تو معلوم ہوا کہ وہان مسلمان قیدی ابھی تک موجود ہین، اور ان قاصدون مین بھی ایک مسلمان موجود ہی،

اور بالآخر زیادۃ اللہ نے انھی بنیادون پر رومیون کو عہد شکن قرار دیا، اور صقلیہ پر حملہ آوری کا اعلان کر دیا، اگرچہ یہ فیصلہ مشاورت کے بعد انجام پایا تھا، لیکن افریقہ کے عام علما و فقہا نے اسکو ناپسند کیا، اور ان کی رائے مین ان تمام وجوہ و اسباب کے باوجود وہ اب تک قائم تھا، چنانچہ ابن ناجی اور صاحب ریاض النفوس لکھتے ہین:۔

احمد بن ابی سلیمان کا بیان ہے کہ علماے افریقہ نے حملہ صقلیہ کو ناپسند کیا، کیونکہ ان کے خیال مین وہ معاہدہ قائم تھا، اور ان کے نزدیک اون کے نقضِ عہد کا ثبوت بہم نہین پہنچا تھا،،[1]

بعض یورپی مورخین بھی اس موقع پر مسلمانون پر معاہدہ کی خلاف ورزی کا الزام لگاتے ہین، لیکن زیادۃ اللہ کے بیان کا جو خلاصہ اوپر درج کیا گیا، اور پھر دس سال کی مدت کے ختم ہونے کے بعد حکومت صقلیہ کی طرف سے جہازون پر چھاپے مارنے اور ساحلی مقامات کے لوٹنے کا جو سلسلہ قائم ہو گیا تھا، کیا یہ امور حکومت صقلیہ کی طرف سے شکستِ عہد کا اعلان نہین بن سکتے،؟

مجلس مشاورت مین صقلیہ کے باجگذار یا دارالاسلام بنانے کا مسئلہ اور ارکان مجلس کا باہمی اختلاف

حملہ آوری کے فیصلہ کے بعد مجلسِ مشاورت مین دوسرا مسئلہ یہ زیر بحث آیا، کہ صقلیہ کو صرف باجگذار بنایا جائے، یا مستقل طور پر قابض ہو کر اوس کو دارالاسلام بنا لیا جائے، ارکانِ مجلس مین اس موضوع پر بھی اختلاف آرا ہوا، یہ بحث جاری تھی کہ سحنون بن قادم نے جو اعیانِ قیروان مین نہایت باوقار تھے، اہلِ مجلس کو خطاب کر کے سوال کیا،

---

[1] معالم الایمان ج ۲ ص ۱۴ و ریاض النفوس ورا ماری ص ۱۸۰،

"صقلیہ اور بلاد روم (اٹلی) کے درمیان کتنے دنون کا راستہ ہی"؟

جواب ملا: - "بلاد روم (اٹلی) سے صقلیہ دن بھر مین دو تین مرتبہ آجا سکتے ہین"

پھر پوچھا: - "اور افریقیہ سے"؟

کہا گیا: - "ایک دن کا راستہ"

اس کے بعد انھون نے ان الفاظ مین اپنا مفہوم ادا کیا،

"اگر مین پرند ہوتا تو بھی اس پر پرواز نہ کرتا"،

صقلیہ کو دار الاسلام بنانے کا فیصلہ

لیکن قیروان کے اعیان، امراء، و فقہا، کو صقلیہ کے متعلق صدیون کا جو تجربہ حاصل تھا، اس کی بنا پر مجلس مشاورت کی اکثریت نے اُس کے دار الاسلام بنانے کا فیصلہ صادر کیا،

رومی قاصدون کی واپسی

جب افریقیہ مین صقلیہ پر حملہ آوری کا آخری فیصلہ صادر ہو گیا تو حکومت صقلیہ کے ایلچی ناکام واپس لوٹ گئے اور وہان مدافعانہ تیاریان شروع ہو گیئن،

صقلیہ پر حملہ آوری

اس کے بعد زیادۃ اللہ نے سب سے پہلے اس فیصلہ کی اطلاع فیمی کو دی، اور کہلا بھیجا، کہ سوسہ مین اسلامی بیڑے کا انتظار کرے، اس کے بعد خود زیادۃ اللہ جنگی بیڑے کے نظم و ترتیب مین مصروف ہو گیا،

سالار فوج کا انتخاب

جب فوج تیار ہو گئی، تو اسکی سپہ سالاری کے انتخاب کا مسئلہ آیا، اور اس اہم خدمت کے لئے زیادۃ اللہ کی نظر انتخاب قاضی القضاۃ ابو عبد اللہ اسد بن فرات بن سنان پر پڑی، کیونکہ مجلس شوری مین دراصل انھی کی آخری رائے سے صقلیہ کا حملہ طے پایا تھا، اس لئے اوسکی کامیابی مین انھین جو انہماک ہوتا، وہ کسی دوسرے سی ممکن نہ تھا،

---

[1] نہایۃ الارب ردماری ص ۴۲۷،

دولتِ اغالبہ صقلیہ

۲۱۲ھ - ۲۹۶ھ
۸۲۷ء - ۹۰۸ء

صقلیہ کی اسلامی حکومت کا بانی، اسد بن فرات

۲۱۲ھ - ۲۱۳ھ
۸۲۷ء - ۸۲۸ء

قاضی اسد بن فرات افریقہ کے نہایت ممتاز اہل علم ، اور امام مالکؒ، قاضی ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ وغیرہ جیسے مشاہیر محدثین و فقہاء کے ارشد تلامذہ مین تھے، فقہ مالکی کی مستند ترین کتاب المدونہ کا اصل متن انھی کی تصنیف تھا، اور جیسا کہ ابھی تذکرہ کیا جاچکا ہے، وہ اس وقت افریقہ کے عہدۂ قاضی القضاۃ پر فائز تھے[1]

جب قاضی اسد کو اپنے عہدۂ امارت صقلیہ کی خبر ملی تو انھین اس کے قبول کرنے مین کسی قدر پس و پیش ہوا، کیونکہ انھون نے مسند قضا و افتاء کو چھوڑ کر ملک کی ولایت اور فوج کی امارت کو پسند نہین کیا، اس لئے زیادۃ اللہ کو مخاطب کرکے عرض کیا،

" مجھے منصب قضاء جیسے دینی منصب سے الگ کر کے فوج کی امارت سپرد کیجاتی ہے؟"

زیادۃ اللہ نے ان الفاظ مین اس کا جواب دیا:-

" تم عہدۂ قضاء پر بھی فائز ہو اور لشکر کی امارت بھی تمھارے سپرد کیجاتی ہے، جو اپنے اعزاز اور رتبہ

---

[1] اسد کے سوانح حیات جلد دوم مین تفصیل سے آئین گے،

مین عہدۂ قضا سے زیادہ بلند ہے، مین تمھارے لئے قضا، کا انتساب بھی باقی رکھتا ہون اور تمھین «قاضی امیر» سے خطاب کیا جائے گا،،

اسکے بعد زیادۃ اللہ نے عہدۂ امارتِ فوج و منصبِ قضا، کی سند لکھ کر اسد کے حوالہ کی، اور اس موقع پر اسد کے سوانح نگار فخریہ لکھتے ہین کہ "یہ ایک تاریخی حقیقت ہے، کہ افریقیہ مین اس سے پیشتر ان دو جلیل القدر عہدون پر کوئی شخص بیک وقت فائز نہین ہوا تھا[1]،،

معززین اہلِ علم کی فوج مین شمولیت

اسد بن فرات جیسے ذی علم کے عہدۂ سپہ سالاری پر تقرر کے باعث افریقیہ کے معزز اہلِ علم ان کی ہمرکابی کا شرف حاصل کرنے کیلئے فوج مین شریک ہونے لگے اور اس مین ایک معتدبہ حصہ ممتاز و معزز اہلِ علم کا شامل ہوگیا، یہان تک کہ صرف اسد کی جامع شخصیت کی کشش سے افریقیہ کے مقدس و عزلت گزین صوفیہ بھی اپنے حجرون سے نکل آئے،

ان مین ابو محمد عبد الرحیم بن عبد ربہ ربعی افریقیہ کے ایک نہایت زاہد و پاکباز و عبادتگذار بزرگ تھے، انھین قاضی اسد اور امام سحنون سے شرفِ تلمذ حاصل تھا، امام سحنون ان کے متعلق خود فرماتے ہین "مین نے ابن القاسم، اشہب، ابن وہب، علی بن زیاد اور بہلول بن راشد وغیرہ جیسے بزرگون کو دیکھا لیکن مین نے ان مین سے کسی کو عبد الرحیم کا ہم پایہ نہین پایا، مین ان کے ظاہر و باطن دونون سے آگاہ ہون، اور ان لوگون کا صرف ظاہر جانتا ہون،، عبد الرحیم قیروان کے شیوخِ حدیث مین تھے، قاضی اسد سے دلی عقیدت رکھتے تھے جب انکو اسد کے غزوۂ صقلیہ کی اطلاع ملی، تو خود بھی شرکتِ جنگ کیلئے آمادہ ہوگئے، اور امام سحنون سے مشورہ طلب کیا،

لیکن امام سحنون نے ان کے روانگی صقلیہ سے قیروان کی موجودگی کو زیادہ ضروری قرار دیا، اور بتایا کہ وہ افریقیہ ہی مین رہ کر اپنے خدمتِ جہاد کا شوق پورا کرنے کے لئے ایک جنگی قلعہ قصرِ زیاد کی

---

[1] معالم الایمان ج ۲ ص ۱۴ اور ریاض النفوس درامالی ص ۱۸۳، ۱۸۶،

تعمیر اور درستی مین مصرف ہوسکتے ہین، اور یہ خدمت اوس سے زیادہ اہم ہوگی جسقدر وہ صقلیہ کی فتح مین شرکت کرکے انجام دیسکتے ہین، کیونکہ اس قلعہ سے افریقیہ کے فوجی استحکام مین بہت کچھ اضافہ کے توقعات وابستہ تھے،

شیخ عبدالرحیمؒ نے امام سحنون کے یہ خیالات قاضی اسد سے بیان کئے، انھون نے بھی اس رائے کو پسند کیا، پھر زیادۃ اللہ کے سامنے یہ پیش کیا گیا، اور اس نے بھی اس کی تائید کی، چنانچہ جسوقت قاضی اسد کو صقلیہ کی ولایت کا فرمان سپرد ہوا، شیخ عبدالرحیم کو ایک فرمان کے ذریعہ سے قصر زیاد کی اصلاح و تعمیر کی خدمت سپرد کیگئی، اور اس بنا پر سرزمین صقلیہ ان کے ورود سے مشرف نہ ہوسکی[1]

لشکر کی روانگی اور معززین شہر و اعیان حکومت کی مشایعت

اس کے بعد زیادۃ اللہ نے افریقیہ کے ساحلی شہر سوسہ کی طرف لشکر کی روانگی کا حکم دیا، اسکے ساتھ معززین شہر اور تمام ارکان حکومت مین یہ اعلان کردیا، کہ ان مین کا ہر شخص امیر فوج کی مشایعت کیلئے لشکر کے ساتھ ساتھ سوسہ تک جائے، چنانچہ یہ عظیم الشان لشکر بڑے کروفر اور ساز و سامان سے قیروان سے روانہ ہوا، اور امیر فوج کی مشایعت کیلئے قیروان کے اعیان، معززین اور اہل علم کی ایک بڑی جماعت فوج کے ساتھ ہمرکاب ہوئی، اور پھر فرمان شاہی کی بجاآوری کے لئے ارکان حکومت مین سے ہر متنفس امیر لشکر کے ہمراہ تھا، اور عام باشندگان کا ایک بڑا مجمع بھی جوش و خروش سے نعرے لگاتا ہوا ساتھ ساتھ جارہا تھا، یہان تک کہ دس ہزار چیدہ سپاہیون کا یہ لشکر اسی مرتب جلوس کی شکل مین سوسہ پہنچا،

لشکر کی روانگی

جب جہازون کے لنگر اوٹھانے کا وقت آیا، تو جوش و خروش کا ایک عجیب عالم پیدا ہوگیا، فوجی باجے بجنے لگے، جہازون کے پھریرے کھول دیے گئے، جو ہوا مین لہرانے لگے، دس ہزار سربکف جانباز مجاہدین عز و شان کے ساتھ عرشہ جہاز پر کھڑے اپنی آبدار تلوارون کو بار بار جنبش دیتے ہین، ساحل پر امراء و اعیان حکومت اپنے زرق برق ملبوسات مین ایستادہ کھڑے ہین، اور عوام کا انبوہ کثیر

---

[1] ریاض النفوس در اماری ص ۱۸۵، ۱۸۶،

اپنے فلک شگاف نعرے مار رہا ہے، اور فتح صقلیہ کی دعا بار بار زبانون پر آرہی ہے، یہی خیرہ کن نظارہ نگاہون کے سامنے تھا، کہ اسی جوش وخروش کے عالم مین امیر فوج عرشۂ جہاز کے سامنے آیا، اور ایک الوداعی تقریر کی، جو فخر وغرور، اور شان وشوکت کے اظہار کے بجائے عجز ونیاز، اور پند و نصائح سے لبریز تھی،

اس تقریر کا ایک حصّہ بعض مورخین نے نقل کیا ہے، جسمین حمد وثنا کے بعد یہ الفاظ ہین:-

"یا معشر الناس! میرے آباو اجداد آج تک کبھی والی مقرر نہین ہوئے، انھین کبھی بھی یہ سرفرازی نصیب نہین ہوئی، اور مین بھی اس منصب جلیلہ پر فائز نہ کیا جاتا، اگر علم کو اپنا زیور نہ بناتا، اسلئے علم کی تحصیل وتدوین مین سعی وکوشش کرو، اسی مین جانفشانی کرو اور اسی کے ہو رہو، اس راہ مین مصائب ومشکلات کا سامنا ہوتا ہے، تمھین ہلکان نہ ہونا چاہئے، مردانہ وار مقابلہ کرو، اسی سے تم دین ودنیا دونون مین سربلند ہوسکتے ہو[1]"

الوداعی تقریر کے بعد جہازون نے لنگر اوٹھایا، اور یوم شنبہ ۱۵ ربیع الاول ۲۱۲ھ/۸۲۷ء کو یہ اسلامی بیڑا صقلیہ کو دار الاسلام بنانے کیلئے روانہ ہو گیا،

یہ بیڑا تقریبًا سو جنگی جہازون پر مشتمل تھا، جنمین سات سو سوار اور دس ہزار پیادہ فوج تھی، اسلامی بیڑے کے پیچھے پیچھے فیمی کے باقی ماندہ جہاز بھی اپنے قوم وملک سے اپنی غداری کا آخری ثبوت بہم پہنچانیکے لئے افریقہ سے صقلیہ چل کھڑے ہوئے[2]،

ساحل صقلیہ پر فوج کی آمد اور مازر پر بلا مزاحمت قبضہ

اب تک افریقہ سے جس قدر اسلامی بیڑے جاتے تھے، وہ زیادہ تر دار الحکومت سرقوسہ پر حملہ آور ہوتے تھے، اسد نے یہ پامال راستہ اختیار نہین کیا، اور اپنی

---

[1] معالم الایمان ج ۲ ص ۱۵، ریاض النفوس درامار ی ص ۱۸۴، ابن اثیر ج ۶ ص ۲۳۵، البیان المغرب (ترجمہ) ص ۱۳۷

[2] نہایۃ الارب درامار ی ص ۲۸۴، ابن اثیر ج ۶ ص ۲۳۶ وغیرہ،

حکمت عملی سے ایک ایسے شہر کا رُخ کیا، جو بلا مزاحمت قبضہ مین آ گیا، چنانچہ اسلامی بیڑا سوسہ سے تین دن کا راستہ طے کر کے یوم سہ شنبہ ۱۸؍ ربیع الاول ۲۱۲ھ مطابق ۱۳؍ جون ۸۲۷ء[1] کو ساحلی شہر مازر مین لنگر انداز ہو گیا،[2]

اسلامی لشکر پورے جوش و خروش سے ساحل پر اوترا، اور شہر پر بغیر مزاحمت قابض ہو گیا اس کے بعد اسد بن فرات نے مازر مین اپنی مورچہ بندی کی، اور یہین بیٹھ کر دشمنون کا انتظار کرنے لگا، تین دن اسی انتظار مین گذر گئے۔ سامنے سے فوج کا ایک چھوٹا سا دستہ آتا دکھائی دیا، لوگ سمجھے کہ رومیون کا مقدمۃ الجیش آ پہنچا، جوش و خروش سے ہتھیار سنبھال لئے، اور حملہ آوری کے لئے پر تول رہے تھے، کہ معلوم ہوا کہ یہ فیمی کا کوئی وفادار معاون دستہ ہے،

پیشقدمی

مجاہدینِ اسلام نے بیتابانہ شوقِ جہاد مین تین دن مازر میں گذار دئے، معلوم ہوا کہ رومی اس شہر کو چھوڑ کر کسی اور جگہ مورچہ جما ئین گے، آخر اسد نے شہر کے قلعہ پر اسلامی پرچم بلند کر دیا، اور ابوذکی کنانی کو مازر کا گورنر مقرر کیا، اور یہان اسلامی حکومت کی داغ بیل ڈال کے مزید فتوحات کے لئے پیشقدمی کی، اسلامی لشکر کوچ کرتا ہوا مقام مرج مین پہنچا، تو دشمنون کی فوج سامنے دکھائی دی، اور مجاہدین بھی وہین خیمہ زن ہو گئے،[3]

حکومت صقلیہ کی مدافعانہ تیاریان

جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ صقلیہ مین فیمی کے خلاف بلاطہ کی فوجکشی خود بلاطہ کی قوتِ بازو پر مشتمل نہ تھی، بلکہ حکومتِ بیزنطی کی ہر قسم کی امداد شامل تھی، اور اسی کے ایما سے اوس نے اسکے خلاف خروج کر کے جزیرہ پر قبضہ کیا تھا، اور پھر بیزنطی علم کو جزیرہ مین سربلند کر دیا تھا، اور خود ایک گورنر کی حیثیت سے زمامِ حکومت سنبھال لی تھی،

---

[1] اخبار الاندلس ج ۲ ص ۱۳ [2] ابن اثیر ج ۶ ص ۲۳۶، نہایۃ الارب درا ماری ص ۲۸۴ [3] نہایۃ الارب درا ماری ص ۴۸،

اسلئے جب اس کو اسلامی لشکر کی حملہ آوری کی اطلاعین ملین، تو اس نے تمام حالات کی روداد قسطنطنیہ بھیج دی، اور اسلامی فوجکشی کے مقابلہ کیلئے امداد طلب کی،[1] لیکن حکومت بیزنطی اسوقت اپنے داخلی مشکلات مین گھری ہوئی تھی، شہنشاہ مائیکل کے خلاف جو قسطنطین ششم کی لڑکی سے شادی کر کے تختِ حکومت پر غاصبانہ قابض ہوا تھا، جابجا بغاوتین برپا تھین،[2] اس کے باوجود اوس نے صقلیہ کی طرف فوری توجہ کی، اور جہان تک خود اس کی استطاعت مین تھا، ایک رومی بیڑا مرتب کر کے قسطنطنیہ سی صقلیہ روانہ کیا،[3] لیکن وہ اسلامی فوج کا مقابلہ کرنے کیلئے کافی نہ تھا، اس لئے اس نے حکومت وینس سے مدد طلب کی، اور دونون کے جہازون کا مشترک بیڑا ۲۱۲ھ ۸۲۷ء مین صقلیہ پہنچا،[4] اور اس طریقہ سے تین تین حکومتون قسطنطنیہ، وینس اور صقلیہ کا مشترکہ عظیم الشان لشکر اسلامی لشکر کے مقابلہ کیلئے مقام مرج پر ڈیری ڈالے ہوئے تھا، مرج مین ان تینون حکومتون کی فوج کی تعداد ایک لاکھ پچاس ہزار تھی، جس کی کمان بلاطہ کے ہاتھ مین تھی، اور ان کے مقابلہ مین اسلامی امیرِ فوج کے پاس صرف دس ہزار سپاہی تھے،[5]

فیمی کی اسلامی لشکر سے علیحدگی

اس لئے اس موقع پر فیمی کی مختصر سی جمیعت بھی اسلامی لشکر کیلئے معاون ثابت ہوئی، لیکن فیمی اگرچہ دربار حکومت افریقیہ مین اپنے تاج و تخت سے دستبردار ہو چکا تھا، مگر درپردہ اوس کے دل مین تاج و تخت کی ہوس باقی تھی، اور وہ ابھی تک اسی امیدِ موہوم مین اسلامی فوج کے ہمرکاب تھا،

---

[1] ابن اثیر، ج ۶ ص ۲۳۶، و ابن خلدون ج ۴، ص ۱۹۰، [2] اسٹوری آف دی نیشنس، ج ۳۰، (بزنٹائن ایمپائر) ص ۲۰۸، [3] ابن اثیر ج ۶ ص ۲۳۶، و ابن خلدون ج ۴ ص ۱۹۰، [4] مقالہ جان بری در یادگاری مضامین ج ۲ ص ۲۶، [5] ریاض النفوس در اماری ص ۱۸۴ و نہایۃ الارب در اماری ص ۴۴۹، تاریخ تونس حسین بن محمد در اماری ص ۵۴۱، کتاب المونس ص ۴۸۰،

اگرچہ افریقہ مین وہ صقلیہ کے دار الاسلام بنائے جانے کی تجویز کی وجہ سے پہلے کسی قدر مایوس ہو چکا تھا، تاہم اوسکو امید تھی کہ ممکن ہے قسمت کا آخری پانسہ پلٹ جائے، اور شاید بلاطہ کے شکست کھانے کے بعد اہل جزیرہ کی مدد سے وہ اسلامی لشکر کو شکست دیسکے، لیکن جب وہ مقام مرج مین پہنچا، اور رومیون کی عظیم الشان فوج سامنے نظر آئی، تو اسکی وہ رہی سہی امید بھی جاتی رہی، کیونکہ وہ ایک مدت دراز تک حکومت بزنطی کے ایک ملازم کے طور پر کام کر چکا تھا، اس لئے رومی حکومت کی ہیبت و عظمت اوسکے دل و دماغ پر چھائی ہوئی تھی، جسکی وجہ سے وہ یہ تصور نہ کر سکتا تھا، کہ رومیون کے اس عظیم الشان لشکر کے مقابلہ مین مسلمانون کی مختصر سی دس ہزار فوج میدان جیت لیگی، اسلئے اس کے تاج و تخت کے تمام منصوبے خواب پریشان ثابت ہوئے اور مسلمانون کے دوش بدوش میدان جنگ مین اوترنا اوسکو باعث ہلاکت نظر آیا، اور اسی نقطۂ نظر سے جنگ کی شرکت اوسے بے سود نظر آنے لگی،

فیمی کی یہ کنارہ کشی اسلامی لشکر کے لئے اور زیادہ نازک صورت حال پیدا کر رہی تھی، لیکن اگر وہ میدان جنگ مین شریک ہوتا، اور عین موقع پر غداری کر کے بزدلی دکھاتا، تو یہ زیادہ خطرناک ہوتا، اسلئے اسد نے اس صورت حال پر غور کر کے اس کے متعلق ایک مختتم فیصلہ کر لینا چاہا، چنانچہ اسد نے اسلامی لشکر سے فیمی کی جمعیت کی علاحدگی کا فیصلہ کیا جسکو اوسنے بھی غنیمت خیال کیا، اور بخوشی منظور کر لیا،

لیکن اب اس جماعت کیلئے دوسری دشواری یہ پیش آئی، کہ کہان جائے اور کیا کرے، اسد نے اسکو اسلامی خیمہ مین رہنے کی اجازت دیدی، لیکن ساتھ ساتھ یہ ہدایت کر دی کہ بطور امتیاز اپنے سرون پر حشیش لگالین، کہ شاید کوئی مجاہدان مین سے کسی سپاہی پر شب کی تاریکی مین دشمن کا آدمی سمجھ کر حملہ کر بیٹھے، چنانچہ اسی فیصلہ کے بموجب فیمی کے سپاہیون نے ایک امتیازی نشان اپنے سرون پر لگا لیا،[1]

---

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۲۳۶، معالم الایمان ج ۲ ص ۱۵، ریاض النفوس دراماری ص ۱۸۴، نہایۃ الارب دراماری ص ۴۲۰،

صقلیہ کا پہلا میدان

پھر اسد نے اسلامی لشکر کی صف بندی کی، لوائے جنگ خود اپنے ہاتھ مین لیکر آگے بڑھے، مسلمان سپاہی رومیون کے ٹڈی دل فوج سے لرزہ براندام تھے، ایک طرف ڈیڑھ لاکھ فوج کا سیلاب امنڈ رہا تھا، دوسری طرف دس ہزار بے وطن سپاہی صف در صف کھڑے تھے، اسد کو اس کا اندازہ ہوا، تو وہ جوش وخروش سے سامنے آئے، بلند آواز سے سورۂ یٰسین تلاوت کی، اور پھر اپنے مجاہدین کو خطاب کیا، اور ایسا برمحل اور ہمت افزا خطاب کیا، کہ اسلامی فوج کی ہمت وشجاعت مین غیر معمولی اضافہ ہوگیا، اور انھین نظر آنے لگا کہ یہ وہی لوگ ہین جو افریقیہ سے چھپ چھپا کر بھاگ آئے، اور مجاہدین کی تشنہ تلوارین اپنی پیاس بجھانے کے لئے ادھر اودھر انھین تلاش کرتی رہین، جو آج اتفاق سے سب کے سب یکجا مل گئے ہین، اسلئے آج ان تلوارون کو اپنی خون آشامیون کا خوب موقع ملیگا، اسد کے وہ برمحل جملے یہ تھے:۔

„مجاہدو یہ ساحل کے وہی عجم ہین، جو روپوش ہو کے یہان جمع ہو گئے، یہ تو تمھارے بھاگے ہوئے غلام ہین، ان سے کہین خائف نہ ہو جانا،"

اسد اس فقرے کو تمام کرتے ہی گنگناتے ہوئے آگے بڑھے اور رجز خوانی کرتے رومیون پر ٹوٹ پڑے، مجاہدین نے بھی تلوارین سنبھالین، اور فوج کے اس جنگل مین گھس گئے، اور گھمسان کی لڑائی ہونے لگی، رومیون نے سارا زور اسد پر صرف کیا، اور انھین پر پے در پے حملے کرتے گئے، جس کا وہ بھی پامردی سے جواب دیتے رہے، اور گو زخمون سے چور چور ہو گئے، مگر لوائے جنگ ہاتھ سے نہ چھوٹا، یہان تک کہ جس ہاتھ مین جھنڈا تھا، وہ خون سے تر ہو گیا، مگر اسد نے اس کو سرنگون نہ ہونے دیا،

آخر رومیون کے پائے ثبات مین لغزش آئی، ٹڈی دل فوج درہم برہم ہونے لگی، اور خیمہ وخرگاہ چھوڑ کر بھاگنے لگے، اور صقلیہ کا یہ پہلا میدان مسلمانون کے ہاتھ آیا، رومی فوج کا ایک کثیر

حصہ کام آگیا، میدانِ کارزار مین بہت سے رومی پڑے دم توڑتے نظر آئے، بہت سے قیدی گرفتار ہوئے، بیشمار مالِ غنیمت جسمین مویشیون اور سامانِ رسد کا وافر حصہ تھا، اسلامی لشکر کے ہاتھ آیا، اور صقلیہ کی پہلی معرکہ آرائی مسلمانون کے لئے بطور فالِ نیک انجام کو پہنچی،

اس پہلی معرکہ آرائی مین سب سے نمایان کارنامہ خود امیرِ لشکر اسد کا تھا، میدانِ جنگ کا وہ مذکورۂ بالا نقشہ اتفاق سے اس جنگ کے ایک چشم دید راوی ابن ابی الفضل کی زبانی تاریخون مین مذکور ہے جو خود اس جنگ مین شریک تھے،[1]

زیادۃ اللہ نے اسد کے فتح وظفر کا مژدہ خلیفۂ وقت مامون کو بھیجا، اور اسکی شہرت تمام عالمِ اسلامی مین پھیل گئی،

رومیون کی فوجی طاقت مین ابتری

رومی اپنی ڈیڑھ لاکھ کی جمعیت لیکر آگے بڑھے تھے، اور انہین یقینِ کامل تھا، کہ مٹھی بھر اسلامی لشکر کو اپنے گھوڑون کی ٹاپ سی کچل دین گے، اور وہ اپنے اسی غرور و پندار مین پورے ساز و سامان اور مکمل فوجی طاقت سی پہلے ہی معرکہ آرائی مین میدانِ جنگ مین اتر پڑے تھے، اس لئے جب انہین اسمین شکست نصیب ہوئی، تو یہ کسی ایک معرکہ مین شکست نہین تھی، بلکہ رومیون کی پوری فوجی قوت کی تباہی و بربادی تھی، یہانتک کہ گورنرِ صقلیہ بلاطہ اسی جنگ سے دلبرداشتہ ہو کر سرزمین صقلیہ چھوڑ بیٹھا، اور قلوریہ جا کر پناہ گزین ہوا، اور سرقوسہ کی زمامِ حکومت یہان کے مذہبی پیشوا بطارقہ کے ہاتھ مین آگئی، اور صقلیہ کی حفاظت خود اہلِ صقلیہ کو کرنی پڑی،

اسلامی لشکر کی پیشقدمی

دوسری طرف اسلامی لشکر پیشقدمی کرتا ہوا مرج سے، کیلہ فیمی پہنچا، لیکن یہان کوئی جماعت مقابلہ کے لئے نہین نکلی، اس لئے اسلامی لشکر نے فتوحات کا دائرہ وسیع کرتے ہوئے کنیسہ مسلقین مین آکر ڈیرے ڈالے،

---

[1] معالم الایمان ابن ناجی ج ۲ ص ۱۵،

جزیہ کی ادائی پر صلح

یہین اہلِ صقلیہ کی ایک بہت بڑی جماعت جسکے سرخیل بطارقہ تھے، قلعہ کراث سے نکلکر اسد کی خدمت مین حاضر ہو کر طالبِ امان ہوئی، اسد نے جزیہ کی ایک رقم متعین کی، اوسکو اون لوگون نے برضا و رغبت قبول کیا، اور مامون ہو کر واپس چلے گئے،

اسد جن مقامات کو بزورِ شمشیر فتح کر چکے تھے انہین کے حدود مین ٹھہر گئے، کیونکہ کراث سرقوسہ کا حفاظتی قلعہ تھا، اور یہان کی نمایندہ جماعت حکومت سرقوسہ کی نمایندہ تھی، اسلئے اسلامی اصولِ جنگ کے مطابق اس جزیہ کی ادائی کے بعد اسلامی حملون کا سلسلہ موقوف ہو گیا، اہلِ سرقوسہ بھی اسلامی حکومتِ افریقیہ کے قریب ہونے کی وجہ سے اسلامی اصول و احکام سے واقف تھے، اب وہ پورے طور پر مطمئن تھے، کہ دنیا کی کوئی طاقت ان پر حملہ آور نہین ہو سکتی۔[1]

فیمی کی سازش اہلِ سرقوسہ سے

لیکن یہ صلح زیادہ دنون تک قائم نہ رہ سکی، کیونکہ ارمنی نژاد فیمی یہان اسلامی حکومت کے قیام و استحکام کے قطعی خلاف تھا، اسلئے اس کے خلاف خفیہ سازشون مین مصروف ہو گیا، باشندگانِ کراث کو خفیہ طور پر اسلامی حکومت کے خلاف برانگیختہ کر کے آمادۂ جنگ کرنے لگا،

شکستِ صلح

فیمی کو اہلِ صقلیہ مین اگرچہ اب کوئی رسوخ حاصل نہ تھا لیکن اسوقت اہلِ صقلیہ کا کوئی صحیح رہنما نہ تھا، اسلئے انھون نے فیمی کے مشورہ کو قبول کر لیا، اور جنگی تیاریون مین مصروف ہو گئے، قلعہ کو ہر چہار طرف سے مستحکم کیا، پھر قرب و جوار کے تمام گرجون کے زر و جواہر سمیٹ کر قلعہ مین محفوظ کر لئے اور قلعہ بند ہو کر مقابلہ کرنے کیلئے مضافاتِ شہر سے رسد کا کافی سامان بہم پہنچا لیا، اور اسطرح کراث کی وہ صلح محض چند روزہ ثابت ہوئی۔[2]

---

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۲۳۶، ابن خلدون ج ۴ ص ۱۹۹، نہایۃ الارب درامارى ص ۴۲۸

[2] نہایۃ الارب درامارى ص ۴۲۹، اس واقعہ کو متعدد مورخین نے لکھا ہے، اور سب کے بیان مین کسی قدر جزئی اختلاف بھی ہے، ابن خلدون

اسد، اہل جزیرہ کی عہد شکنی اور جنگی تیاریون سے غافل نہ تھا انکو دشمنون کی تمام نقل وحرکت کی اطلاع ملی، لیکن مصلحت کا خیال کرکے فیمی کو چھیڑنا مناسب نہ سمجھا، اور خود اپنی پیشقدمی شروع کر دی، اور سب سے پہلے فوج کے چھوٹے چھوٹے دستے ملک کے اطراف وجوانب مین بھیج دئے، اور خود بڑھ کر سرقوسہ کا محاصرہ کرلیا، لیکن اہل جزیرہ اپنی مکمل تیاریون کے بعد پہلے ہی قلعہ بند ہو چکے تھے، [1]

سرقوسہ کا محاصرہ

لشکر اسلام سرقوسہ کے قرب وجوار پر قبضہ کرتا ہوا، اسکے شہر پناہ کے نیچے پہنچا، سرقوسہ جغرافیانہ حیثیت سے گویا ایک مستحکم قلعہ تھا، تین طرف سے سمندر سے گھرا ہوا تھا، اور اسکا شمالی حصہ خشکی سے ملا ہوا تھا، اور صدر دروازہ اسی جانب تھا، اسد نے اسکی جغرافیانہ حیثیت ملحوظ رکھی، اور اسکو دونون طرف سے گھیر لیا، خود صدر دروازہ کی طرف ڈیرے ڈال دئے، اور فوج کا ایک حصہ سمندر کیطرف بھیجدیا، اور اسلامی بیڑے ہر طرف متعین کر دئے،

حسن اتفاق سے اسی اثنا مین افریقیہ سے امدادی فوج آگئی، اس کمک سے محاصرین کو بڑی تقویت حاصل ہوئی، لیکن دوسری طرف محصورین کی امدادی فوج بھی بلرم سے آپہنچی، اب نقشہ جنگ اس طرح قائم ہوا کہ اسد کو ایک طرف محصورین کو شکست دیکر شہر مین داخل ہونا تھا، یا یون کہا جائے کہ

(بقیہ حاشیہ ص ۱۳۷) صرف اسی قدر لکھتا ہے کہ اہل جزیرہ نے مکر وفریب سے صلح کی، پھر محاصرہ کی تیاریان کین، اور جزیہ دینے سے انکار کر دیا، اس بیان مین فیمی کا کوئی ذکر نہین ہے، ابن اثیر اس کو اس اسلوب مین لکھتا ہے کہ اہل جزیرہ نے مکر وفریب سے صلح کی، اسی اثنا مین فیمی نے ان کو ورغلایا (ج ۶ ص ۲۳۶) گویا اہل جزیرہ کو اس ارادہ مین فیمی کی حرکت سے مزید تقویت پہنچی، لیکن نہایۃ الارب نے اس واقعہ کو دوسرے اسلوب مین پیش کیا ہے، اور ہم نے اسی کو اختیار کیا ہے، کیونکہ ان روایتون مین کوئی ایسا اختلاف نہین پایا جاتا، مآل سب کا یہی ہے کہ فیمی نے مسلمانون سے بدعہدی کی لیکن باشندگان جزیرہ نے آیا پہلے سچائی سے صلح کی تھی کہ وہان ایسی ابتری پیدا ہوگئی تھی، جسکی وجہ سے وہ صلح پر مجبور تھے، اور پھر فیمی کی برانگیختگی سے جنگ پر آمادہ ہوئے اور یا وہ ایک عارضی صلح سے مہلت حاصل کرنا چاہتے تھے، اور اسد نے صلح کرنے مین غلطی کی، نویری اول الذکر صورت کو اختیار کرتا ہے، اور حالات کی جو رفتار رہی بظاہر اس سے اسی کی تائید ہوتی ہے، اسلئے یہان یہی صورت اختیار کیگئی،

[1] نہایۃ الارب درامازی ص ۴۲۸، ابن اثیر ج ۶ ص ۲۳۷، ابن خلدون ج ۴ ص ۱۹۹،

ایک طرف محصورین کی منجنیقون کی زد پڑتی، دوسری طرف بلرم کی رومی فوج اسد کو گھیرے ہوئے تھی، اسد نے موقعِ جنگ کا اندازہ کرکے اپنے گرداگرد ایک وسیع خندق کھدوائی، اور اس سے آگے بڑھکے ایک بہت بڑی کھائی تیار کرائی،

اسد کی اس حکمتِ عملی سے بلرم کی حملہ آور رومی فوج کا کامیابی سے راستہ رک گیا، اس نے کھائی اور خندق کے عبور کرنے کی متعدد ناکام کوششین کین، لیکن ہر مرتبہ ناکامی ہوئی، اور ان کوششون مین بہت سے رومی کھائی مین گرگر کے ضائع ہوتے گئے، اور بالآخر اسی طریقہ سے اس حملہ آور جماعت کی قوت ٹوٹ گئی،

جب رومیون کی حملہ آور جماعت کی قوت ٹوٹ چکی تو اسد نے محاصرہ مین اور زیادہ سختی برتی اور زچ ہوکر محصورین کو طالبِ امان ہونا پڑا، اسد اس استدعا کے قبول کر لینے پر مائل ہوچکے تھے، لیکن اسلامی لشکر کے دیگر اصحابِ حل وعقد نے اہل سرقوسہ کی پہلی غداری کو پیش نظر رکھا، اور اس قسم کی صلح کی سخت ممانعت کی اور سرقوسہ پر فاتحانہ قبضہ کرنے کو ترجیح دی، مجبوراً اسد نے مذاکرۂ صلح کو موقوف کر دیا، اور سلسلۂ محاصرہ بدستور جاری رہا،

لیکن جب محاصرہ طویل ہوا، تو محصورین کے ساتھ محاصرین بھی مشکلات مین گھر گئے، کیون کہ محاصرہ کے میدان کا جو نقشہ تھا، وہ بلرم کے رومی لشکر کے ضعیف ہوجانے کے باوجود بھی قائم تھا، رومی لشکر اب اگرچہ حملہ آوری کی قوت نہین رکھتا تھا، تاہم محاصرین کا محاصرہ اب بھی کر رہا تھا، اور نیز اسلامی لشکر اس وقت اپنے تمام مفتوحہ علاقہ سے الگ تھا، ان سے اس کو کوئی امداد حاصل نہین ہو رہی تھی، لشکر کے ساتھ جسقدر سامانِ رسد تھا، رفتہ رفتہ اس مین کمی ہوتی گئی، اور کھانے کے لئے گھوڑے ذبح کرنے کی نوبت آگئی،

اس صورتِ حال سے اسلامی لشکر مین بددلی پیدا ہوئی، اور ایک جماعت اس قدر دل برداشتہ ہوئی کہ اسدکو

افریقہ کی واپسی کا خیال پیدا ہو گیا چنانچہ ایک ممتاز اہلِ علم ابن قادم کو نمایندہ بنا کر اسد کے پاس بھیجا گیا، اور انھون نے پرزور طریقہ سے اپنا مطالبہ پیش کیا،

یہ موقع اسد کے لئے نہایت نازک تھا، اگر مطالبہ منظور نہ کیا جائے تو اسلامی لشکر مین فتنہ انگیزیان ہوتی ہین، اور اگر مطالبہ قبول کر لیا جاتا ہے تو جزیرہ مین مسلمانون کی تمام جانفشانیون کا خاتمہ ہو جاتا ہے علاوہ ازین محاصرہ اس قدر طول پکڑ گیا تھا، کہ محصورین بھی بڑی حد تک عاجز آ گئے تھے، اور اسی لئے انھون نے صلح کی خواہش بھی ظاہر کی تھی، اس لئے اس موقع پر محاصرہ کا اٹھا لینا دانشمندی کے سراسر خلاف تھا، اس بنا پر اسد نے اس جماعت کے فتنہ کو دبانا چاہا، اور ابن قادم کو جواب دیا:-

"مین مسلمانون کی جنگی خدمت کو نقصان نہین پہنچانا چاہتا، حالات ایسے نہین کہ واپسی کا قصد کیا جائے ابھی اسلامی لشکر مین بہت کچھ خیر و برکت باقی ہے"

اسد کا یہ خشک جواب ابن قادم کی جماعت کو مطمئن نہ کر سکا، اور وہ لوگ اپنے اصرار پر قائم رہے، جب اس جماعت کا اصرار زیادہ بڑھا، تو اسد نے جہازون کے جلا دینے کی دھمکی دی، اس پر سرخیل جماعت ابن قادم نے اسد سے گستاخانہ طرزِ خطاب اختیار کیا، اور کہا:-

"اس سے بہت چھوٹے معاملہ پر عثمانؓ بن عفان قتل کر دئیے گئے تھے"

ابن قادم کے یہ الفاظ اسلامی لشکر مین فتنۂ عظیم برپا کر دیتے، لیکن اسد نے اس کا فوری تدارک کیا، اور ابن قادم کو گرفتار کر کے پاداشِ جرم مین چند کوڑے لگوائے، یہ سزاے تازیانہ موثر ثابت ہوئی، شورش رفع ہوئی، اور ہر شخص اطاعت و انقیاد سے اپنا فرض انجام دینے لگا، اور محاصرہ بدستور جاری رہا[1]،

غرض سرقوسہ کا محاصرہ یونہی قائم رہا، محاصرین اپنے سامانِ رسد کی وجہ سے پریشانیون مین مبتلا تھے

---

[1] معالم الایمان ج ۲ ص ۱۵، و ریاض النفوس دو ماری ص ۱۸۵،

اور محصورین محاصرہ کی سختیان برداشت کرتے کرتے عاجز آچکے تھے، موقع موقع پر لڑائیون کا سلسلہ جاری تھا، چند تیر ادھر سے آجاتے، اور چند اودھر پھینک دئے جاتے، اور کبھی کبھی دست بدست لڑائی کی نوبت بھی آجاتی،

حالتِ محاصرہ مین اسد کی وفات،

محاصرہ کے یہی حالات قائم تھے، کہ اسلامی لشکر پر ایک ناگہانی افتاد آپڑی، لڑائیون کا جو سلسلہ قائم تھا، اسی مین اتفاق سے امیرِ لشکر اسد بھی زخمی ہوگئے، زخم اتنا کاری تھا، کہ اس سے جانبر نہ ہوسکے، اور انھی زخمون سے حالتِ محاصرہ ہی مین بماہ ربیع الآخر سنہ ۲۱۳ھ ۸۲۸ء مین انتقال ہوگیا، اور فاتحِ صقلیہ اسی سرزمین مین تہ خاک ہوا، جسکو وہ اپنے فتوی اور فتحمندی سے دار الاسلام قرار دیچکا تھا،

مسلمانون نے یادگار کے طور پر قبر پر ایک مسجد تعمیر کرادی،

اسد کی وفات سے افریقیہ مین بھی گھر گھر صفِ ماتم بچھ گئی تھی، خود زیادۃ اللہ کو اس کا نہایت غم ہوا، قیروان مین بطور یادگار ایک مسجد تعمیر کیگئی، اور وہ قدیم شکستہ حال نشانی آج تک کھڑی ہوئی ہے، اس پر "اسد بن فرات" کندہ ہے، اس کی تصویر میری نظر سے گذری ہے، مسجد کا طرز تعمیر نہایت سادہ ہے،[1]

---

[1] ریاض النفوس در اماری ص ۱۸۱ و معالم الایمان ج ۲ ص ۱۷، و مقالہ محمد بن ابی شنب در یادگاری مضامین ج ۲ ص ۴۹۲، اسد بن فرات کی وفات کے متعلق مورخین مین باہم شدید اختلاف ہے، ہم نے سبکو سامنے رکھکر ان دونون مذکورۂ بالا مورخین کے بیان کو قبول کرلیا ہے کیونکہ مجموعی طور پر دیگر ممتاز مورخین کے بیانات سے بھی انھی کی تائید ہوتی ہے، اسد کی وفات کے سلسلہ مین یہ اختلاف تین چیزون مین ہے، پہلا مہینہ کی تعیین مین، دوسرا مقام وفات مین، اور تیسرا اختلاف مرض الموت مین ہے، مہینہ کے اختلاف کے متعلق نقشہ یہ ہے،

نہایۃ الارب نویری ، ماہ شعبان

اسد کا زمانۂ ولایت

اسد کا زمانۂ ولایت اگرچہ صرف ایک سال اور چند دن رہا، لیکن واقعات ونتائج کے اعتبار سے نہایت اہم تھا، ان کے زمانۂ ولایت مین مازر کو دار الحکومت قرار دے کر اسلامی حکومت کی تشکیل کی گئی، حدودِ حکومت مین مازرا اور اس کے مضافات داخل تھے، علاوہ ازین مازر سے سرقوسہ تک کا جس قدر دیہی علاقہ تھا، اور اس مین جو جو ممتاز اور اہم قلعے تھے، وہ سب سراطاعت خم کر چکے تھے،

(بقیہ حاشیہ ص ۱۴۱) البیان المغرب ابن عذاری - رجب

تاریخ تونس، - ربیع الثانی

کتاب المونس، " "

چونکہ نویری اور ابن عذاری کا بیان اپنے اپنے طور پر منفرد تھا، اور موخر الذکر دونون روایتون سے ریاض النفوس اور معالم کی تائید ہوتی ہے، اسلئے اسی کو قبول کیا گیا،

اور مرض الموت کے بیان مین ایک طرف ابن اثیر ہے، اور دوسری طرف دیگر مورخین ہین، واقعہ یہ ہے کہ اسد کی وفات کے بعد ہی اسلامی لشکر مین وبا پھیل گئی، اور دونون کا زمانہ اسقدر قریب ہے کہ ابن اثیر کو یہ غلط فہمی ہوئی کہ اسد کا انتقال بھی اسی وبا مین ہوا، اور اس نے اونکی وفات کے متعلق یہ فقرہ لکھا،

هلك فيه امير العسكر" اسی وبا مین امیرِ لشکر کا انتقال ہوا،

لیکن ابن اثیر کے اس بیان کے خلاف ایک طرف ابن عذاری کی یہ تصریح ہے کہ اسلامی لشکر مین وبا اسد کی وفات کے بعد پھیلی ہے، ان دونون بیانون مین موخر الذکر اسلئے مستند ہے کہ ابن اثیر نے اپنی الکامل مین صقلیہ کے یہ واقعات ضمناً درج کئے ہین، اور ابن عذاری نے مخصوص مغرب کے حالات مین کتاب لکھی ہے، وہ خود افریقیہ کا رہنے والا ہے، اور اسکے ماخذ مین ایسی کتابین ہین جو مخصوص افریقیہ ہی کے متعلق لکھی گئین، اسلئے اس معاملہ مین بالعموم اسی کی روایت صحیح تر سمجھی جائیگی،

اور پھر اوس کی مزید تائید ریاض النفوس اور معالم الایمان سے ہوتی ہے، جو بہ تشریح و تعیین یہی کہتے

اسد بن فرات ہی کی شخصیت تھی، جس نے ابن قادم کے اٹھائے ہوئے فتنہ کو اپنے عزم و قوت سے دبادیا، ورنہ صقلیہ کی تاریخ کسی اور رنگ مین ہوتی،

اسد نے اسلامی حکومت کی تشکیل کے بعد فتوحات کے متعلق وہی روش اختیار کی، جو تمام ممالک مفتوحہ مین مسلمانون کی عام روش تھی، یعنی جزیرہ صقلیہ مین قیام حکومت کے بعد پورے جزیرہ کو زیر اطاعت لانا، جسکی دو شکلین تھین، جو مقامات صلح و آشتی سے مفتوح ہوتے وہ اسلامی حکومت کے

(بقیہ حاشیہ ص ۱۴۲) ہین کہ وہ زخمون سے جانبر نہ ہوسکے، اور اسی سے ان کی وفات ہوئی، ان کا بیان یہ ہے:-

وتوفی من جراحات اصابتہ شدیدۃ	ان سخت زخمون سے جو انھین محاصرۂ سرقوسہ
وھو محاصر لسرقوسہ،	مین لگے، انھون نے وفات پائی،

اس موقع پر یہ بھی فراموش نہ کرنا چاہئے کہ ابن اثیر کا موضوع بحث عام تاریخ ہے، جسمین کسی شخص کی وفات ضمنی طور پر درج ہوگی، اور موخر الذکر دونون کتابین مخصوص علمائے افریقیہ کے سوانح حیات مین لکھی گئی ہین، اس لئے اسد بن فرات قاضی القضاۃ افریقیہ کی وفات کا زیادہ مستند حال انھی مین ہوسکتا ہی،

تیسرا اختلاف مقام دفن یا مقام موت مین ہے، اس اختلاف مین ایک طرف ابن خلدون ہے، اور دوسری طرف تمام مورخین مثلاً ابن اثیر، نویری، ابن عذاری، ابن الابار قضاعی، ابن ابی دینار قیروانی، حسین بن محمد بن وادران اور ابو عبداللہ المالکی وغیرہ ہین،

ابن خلدون اسد کا مقام وفات یا مقام دفن شہر بلرم کو قرار دیتا ہے، اور یہ تمام مورخین نواحی سرقوسہ لکھتے ہین لیکن اس موقع پر ابن خلدون کو ایک دلچسپ غلط فہمی ہوئی، اور اسکی بنیاد اور بھی زیادہ پر لطف ہی،

ابن خلدون نے صقلیہ کے حالات زیادہ تر ابن اثیر سے لئے ہین، اور اسکی وجہ سے دونون کی عبارتین بھی اکثر جگہ ملتی جلتی ہین، اس موقع پر ابن خلدون کی غلط فہمی کی بنیاد صرف ابن اثیر کی ایک عبارت پر ہے، اور اس عبارت مین ایک لفظ کو غلطی سے دوسرے معنے مین پڑھ لینے کی وجہ سے غلطیون کی ایک عظیم الشان عمارت کھڑی ہوگئی، ابن اثیر سرقوسہ کے محاصرہ کے متعلق لکھتا ہی:-

زیر حمایت تھے، اور ان کے ساتھ وہی برتاؤ کیا جاتا تھا جو جزیہ ادا کرنے والی قومون کے ساتھ کیا جاتا ہے، لیکن جو مقامات جنگ پر اوتر آئین، اور انھین بزور شمشیر فتح کیا جائے، تو وہ اسلامی حکومت کے دائرۂ حکومت مین داخل ہون گے، اور بطور اسلامی حکومت کی رعایا کے ان کو حقوق عطا کئے جائین گے،

اسد خود فقہ کے مدون تھے، اور ایک مدت تک عہدۂ قضا پر فائز رہ چکے تھے، اسلئے فطرۃً

(بقیہ حاشیہ ص ۱۴۳) وحاصروا سرقوسہ براً وبحراً ولحقتہ الامداد من افریقیۃ فسار الیھم "والی" بلرم فی عساکر کثیرۃ فخندق المسلمون علیھم وحفروا خارج الخندق حفراً کثیرۃ فحمل الروم علیھم (ج ۶، ص ۱۲۷)

اس کا مقصد یہ ہے کہ مسلمانون نے سرقوسہ کا بری و بحری محاصرہ کر لیا، اسی اثنا مین انھین افریقیہ سے کمک پہونچی، اس کے بعد بلرم کا گورنر "والی" ایک کثیر فوج کے ساتھ مسلمانون کی طرف چلا، مسلمانون نے مدافعت کے لئے ایک خندق کھودی۔ اور پھر اس خندق کے آگے ایک کھائی تیار کی، اسکے بعد رومیون نے حملہ کیا،

لیکن ابن خلدون اس عبارت مین سے لفظ "والی" کو (جسکو ہم نے واوین مین دیدیا ہی، اور جس سے ابن اثیر کی مراد بلرم کا رومی گورنر ہے) "والی" کے معنی مین لینے کے بجائے والی کے حرف "واو" کو واو عاطفہ سمجھا، اور پھر والی کے دوسرے ٹکڑے "الی" کو حرف جار سمجھا، اور اس تجزیہ کے بعد افریقہ سے جو کمک آئی تھی، اسکو دو حصون مین منقسم کیا، ایک کو سرقوسہ بھیجا، اور "دوسرے کو بلرم" کی طرف" روانہ کر دیا، اور پھر ابن اثیر کے آخری فقرے فحمل الروم علیھم کی بنا پر رومیون کی کوئی دوسری جمعیت محاصرین سرقوسہ کے سر پر لا کر کھڑی کر دی، میرے ان قیاسات کی تائید ابن خلدون کے اون جملون سے ہوتی ہے، جنمین اوس نے ابن اثیر سے ان بنیادون پر واقعات اخذ کر کے ان کو اپنے پیرایۂ بیان مین ادا کیا ہے، چنانچہ لکھتا ہی:-

وحاصروا سرقوسہ براً وبحراً، ولحقتہ الامداد من افریقیہ وحاصروا بلرم وزحف الروم الی المسلمین وھم یحاصرون سرقوسہ

ہان یہ بھی ممکن ہی، کہ ابن خلدون کے اس بیان پر الگ سے اعتماد کیا جائے، اور بلرم کا محاصرہ اسد کے دورِ ولایت

صلح پسند طبیعت پائی تھی، اوران کی خواہش تھی کہ جزیرہ کے تمام مقامات صلح وآشتی سے زیر کئے جائین اورسب قبول جزیہ کی شرط منظور کرلین، اسی بناپر انھون نے اہل مرج کی پہلی صلح باسانی منظور کرلی، اورجب اہل سرقوسہ نے محاصرہ سے زچ ہونے کے بعد صلح کی دوبارہ درخواست کی، تواس کے قبول کرنے پر فوراً آمادہ ہوگئے، لیکن دیگر اصحاب حل وعقد کی مخالفت کی وجہ سے بازآنا پڑا،

اسد نے جزیرہ مین جس طریقہ پر صلح وجنگ کی بنیاد قائم کردی تھی، ایک زمانہ دراز تک وہی قائم رہی، چنانچہ ہمیشہ یہی ہوتا رہا، کہ جو مقامات جزیہ کی ادائی منظور کرلین، وہ آزاد اور اسلامی

(بقیہ حاشیہ ص ۱۴۴) مین تسلیم کرلیا جائے، لیکن یہ پھر بلا استثنا، تمام عرب ویورپین مورخین کے بیان کے مخالف ہوگا اوراس لئے اسکو قطعیً نظرانداز کرنا پڑے گا، تمام مورخین نے بلرم کا محاصرہ اسد کی وفات کے بعد لکھا ہی،

اس موقع پر ایک شبہہ کا ازالہ بھی ضروری ہی، وہ یہ کہ ابن خلدون کا یہ مصری مطبوعہ نسخہ نہایت ناقص ہی، اس مین اسد کی وفات کے متعلق یون مذکور ہی:-

"وماات اسد بن فرات امیرھم ودفن بمدینۃ قصریانہ"

اس سے یہ دھوکا نہ ہو کہ ابن خلدون نے اس کا مدفن قصریانہ بتایا ہے، بلکہ یہان پر طباعت کی غلطی ہی اور ایک مستقل عبارت درج ہونے سے رہ گئی ہی، ابن خلدون کے صحیح نسخہ مین "دفن بمدینۃ" کے بعد یون ہی،

"بلوم وولی علی المسلمین بعدہ محمد بن ابی الجواری ووصل اسطول الروم من القسطنطنیہ فاعتزم المسلمون علی الاقلاع الی افریقیہ فاعترضھم اسطول الروم فرجعوا واحرقوا المراکب واستماتوا وحاصروا مدینۃ الماذر (میناؤ؟) ثلثۃ ایام فملکوھا ثم حصن کوکنت کذلک ثم ساروا الی مدینہ "قصریانہ"

یہی "قصریانہ" ہے جو مطبوعہ نسخہ مین درمیان کی مذکورہ عبارت متروک ہوکر "دفن بمدینۃ" سے ملحق ہوگیا ہے، چنانچہ اس کے بعد ہی مطبوعہ نسخہ مین یہ عبارت ملیگی،

"ومعھم القائد الذی جاء یستنجد ھم فخادعہ اہل قصریانہ (ج ۴ ص ۱۹۹)

حکومت کے دائرہ سے باہر سمجھے جائین، اور جو مقامات بزور شمشیر فتح ہون، وہ اسلامی دائرہ حکومت مین داخل کرلئے جائین،

اگرچہ اسی نظام کی بدولت اسلامی حکومت صقلیہ کو ہمیشہ بغاوتون کا سامنا کرنا پڑا جس کی تفصیل آیندہ آئیگی، تاہم اس سے انکار نہین کیا جاسکتا کہ نوع انسانی کی فلاح وبہبود کیلئے یہی طریقہ مناسب تھا، اور اسی مین خونریزی کے امکانات کم تھے،

اسد کی جانشینی

اسد کی وفات کے بعد امیر محمد بن ابی الجواری کو اسلامی لشکر نے باتفاق اپنا امیر منتخب کرلیا اور اسی نے حکومت اور فوج سنبھال لی[1]

محمد بن ابی الجواری جانشین اسد

۲۱۳ھ - ۲۱۴ھ
۸۲۸ء - ۸۲۹ء

اسلامی لشکر مین ابتری

امیر محمد بن ابی الجواری کا انتخاب اصحاب حل وعقد اور عام اسلامی لشکر کے اتفاق سے عمل مین آیا تھا، ابن ابی الجواری نہایت خوش تدبیری سے محاصرہ کے کامیاب بنانے مین مصروف ہوگیا، اور ایسی ساعت آپہنچی کہ اہل سرقوسہ سخت پریشان حال ہوگئے اور محاصرہ کی سختیان ان کے لئے ناقابل برداشت ہوگئین، لیکن بخت و اتفاق کہ اسلامی لشکر مین خودبینی شروع ہوئی، اور ایسا اختلال وانتشار پھیلا کہ ابن ابی الجواری کیلئے اس کا مقابلہ نہایت دشوار ہوگیا[2] کیونکہ اسد کی وفات سے فوج مین ایسی ابتری پیدا ہوگئی تھی کہ اس کا سارا نظام درہم برہم ہوگیا تھا، اور وہ اپنے مشاغل سے ایسی غافل ہوگئی تھی، کہ مفتوحہ شہرون کے وہ تمام معززین وامرا وسپہ سالار جو اسلامی لشکر مین بطور یرغمال نظر بند تھے، موقع پاکر فرار ہوگئے[3] اور اسلامی لشکر کی بدنظمی وانتشار کا چرچا ملک کے گوشہ گوشہ مین پہنچ گیا،

---

[1] ریاض النفوس در اماری ص ۱۸۱ وغیرہ [2] نہایۃ الارب در اماری ص ۴۲۹ [3] البیان المغرب ترجمہ ص ۱۳۹،

اور اتنے دنون مین جو کچھ رعب داب اور اثر پیدا ہوا تھا، وہ بالکل زائل ہو گیا،

اسلامی لشکر مین وبا

اسی اثنار مین اسلامی لشکر ایک دوسری مصیبت مین مبتلا ہوا، اسد نے بلرم کی حملہ آور فوج کی بربادی کے لئے جو کھائی کھدوائی تھی، وہ رومیون کی لاشون سے پٹ گئی تھی، اور پھر ان کے سڑنے کی وجہ سے آب و ہوا خراب ہو گئی جس سے اسلامی لشکر مین سخت وبا پھیل گئی جس سے مجاہدین اور آزمودہ کار افسرون کی نہایت عزیز جانین تلف ہو گئین،

حکومت بیزنطی کی امدادی فوج

اسلامی لشکر ابھی اپنی انہی پریشانیون مین مبتلا تھا کہ ادسے یہ دحشت انگیز خبر پہنچی کہ حکومت بیزنطی قسطنطنیہ کا ایک نہایت عظیم الشان لشکر جو متعدد جنگی بیڑون اور آزمودہ کار بری فوجون پر مشتمل ہے، مسلمانون سے جزیرہ کو خالی کرانے کیلئے یہان آپہنچا ہے، اور وہ عنقریب اسلامی لشکر پر ٹوٹنے والا ہے، ان سب واقعات نے ملکر مسلمانون کو دل شکستہ کر دیا اور ان مین افریقہ کی واپسی کا پھر خیال پیدا ہو گیا، اور فیمی نے پھر اپنے ساز و باز انہین پورے طور پر افریقہ کی واپسی پر آمادہ کر لیا،

مجاہدین کی مایوسی اور افریقیہ کی روانگی کا قصد

ابن ابی الجواری اس نئے فتنے کا مقابلہ نہ کر سکا، اور خود اس کے پیش نظر بھی یہ سب خطرات موجود تھے، آخر وہ سرقوسہ کا محاصرہ اٹھا لینے پر مجبور ہو گیا، اور افریقیہ کے قصد سے ساحل کی طرف روانہ ہو گیا، جہان اسلامی جہاز انتظار مین کھڑے ہوئے تھے، یہان پہنچکر حسرت نصیب لشکر جہازون پر سوار ہوا، اور نہایت خاموشی سے بادبان کھول کے جہازون کا رخ افریقہ کی طرف پھیر دیا گیا،

مجاہدین کا اپنے جہازون کو جلا دینا اور مرنے مارنے پر تیار ہو جانا

لیکن ابھی لنگر اوٹھائے جا رہے تھے، کہ بیزنطی جہاز سامنے سے نمودار ہوئے اور مجاہدین کا راستہ روک کر کھڑے ہو گئے، اور اس صورت حال سے ان کے لئے بجز موت کے کوئی دوسرا راستہ باقی نہ رہا، اور یہ واقعہ ان کے لئے ایک تازیانہ عبرت ثابت

ہوا، اور ذلت و رسوائی کا ایسا احساس ہوا کہ یکایک ایک حیات تازہ پیدا ہوئی اور تمام مجاہدین جوش و خروش سے دیوانہ وار جہازون سے کود پڑے، اب انھین حیات و ممات کا مستقل فیصلہ کرنا تھا چنانچہ چند لمحہ توقف کے بعد نہایت گرمجوشی سے آگے بڑھے اور اپنے جہازون پر جھپٹ پڑے، اور اپنے ہی ہاتھون سے اپنے تمام جہازون مین آگ لگادی[1]،

یہ واقعہ اسلامی تاریخ صقلیہ کا یادگار واقعہ ہے، جہازون کے شعلہ زن تختے سمندر مین ادھر اودھر تیر رہے تھے، اور ساحل پر مجاہدین اور سطح سمندر پر رومی کھڑے ہوئے اس نظارہ کو دیکھ رہے تھے، مجاہدین صقلیہ نہایت خاموشی سے جہاز کے ایک ایک تختہ کی بربادی کا تماشہ دیکھتے جاتے اور افریقہ کی واپسی کی آخری سے آخری موہوم امید کو منقطع کرتے جاتے، یہانتک کہ ساحل کا ایک ایک اسلامی جہاز غرقاب ہوگیا، اور افریقہ کے مجاہدین مرنے مارنے پر تیار ہو کر صقلیہ کو مادر وطن سمجھ کر اوس کے آغوش مین بیٹھ گئے، اب یہ جزیرہ نہ رومی و بیزنطی تھا، اور نہ اصطلاحی طور پر دارالاسلام بلکہ حقیقی معنون مین ایک اسلامی جزیرہ تھا، اس کی حفاظت وطن کی حفاظت تھی، اسکی ترقی وطن کی ترقی تھی، اسکی فلاح وطن کی فلاح تھی، اور اوسکی بہبودی وطن کی بہبودی تھی، افریقہ کی مجلس مشاورت نے اس کو دارالاسلام بنانے کا فیصلہ کیا تھا، وہ اصحاب حل و عقد کا فیصلہ تھا، اور صقلیہ مین اگران جانفروشون نے وطن بنانے کا فیصلہ کیا، یہ بسنے والون کا اپنے گھر کے متعلق فیصلہ تھا، اب یہ چند نفوس مسلمانان عرب و افریقہ نہین بلکہ صقلیہ کے مسلمان تھے، اور حقیقی معنون مین آج کی تاریخ سے وہ صحیح طور پر مسلمانان صقلیہ کے نام سے موسوم کئے جائین گے،

میناؤ و جرجنت پر قبضہ

اس کے بعد مجاہدین نے فتوحات کا دائرہ وسیع کرنے کیلئے فوری پیشقدمی شروع کردی، اور ساحل سے اسی جوش و خروش مین شہر میناؤ (MINE UN کی طرف کوچ

---

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۲۳۷، ابن خلدون در اماری ص ۴۸۰ و نہایۃ الارب در اماری ص ۴۲۶ و تاریخ عرب موسیو سدیو ص ۲۴۴،

کیا، اور پہونچتے ہی تین دن کی معمولی لڑائی کے بعد قلعہ پر قبضہ کرلیا،

اس کے بعد فوج کا ایک بڑا دستہ جرجنت روانہ ہوا، یہان بھی معمولی لڑائی کے بعد تسلط ہوگیا، اور مسلمانون نے ان دونون شہرون مین سکونت اختیار کرلی، گویا اسوقت صقلیہ کے بڑے شہرون مین سے تین اہم شہر مازر، جرجنت اور مِناؤ مین اسلامی آبادیان قائم ہوگئین[1]،

قصریانہ کا محاصرہ

اسلامی لشکر ان شہرون پر تسلط حاصل کرکے آگے بڑھا، اور صقلیہ کے مشہور و مستحکم قلعہ نما شہر قصریانہ کی دیوار کے نیچے ڈیرے ڈال دئیے، قصریانہ کو فوجی نقطۂ نظر سے جو اہمیت حاصل تھی، اس کا تذکرہ جغرافی حالات مین گذر چکا ہے، اسلئے اسی بے سروسامانی مین قصریانہ کی تاخت مسلمانون کی عدیم النظیر اولوالعزمی کا پتہ دیتی ہے،

فیمی کا قتل اور اس کی تفصیلات

مجاہدین اسلام اپنے حملہ کی تیاریون مین مصروف تھے، کہ اسی مہم کے سلسلہ مین ایک اہم واقعہ پیش آگیا، اور وہ ارمنی نژاد فیمی کا قتل ہے،

فیمی کے قتل کی تفصیلات اسکی کردار و سیرت کی طرح کچھ کم عبرت انگیز نہین، وہ جہازون کے نذرِ آتش ہونے سے پیشتر تک اپنی اسی حکمت عملی پر گامزن اور مسلمانون کے خلاف خفیہ ریشہ دوانیون مین اوسی طرح مصروف تھا، کیونکہ اس کے اصل حریف بلاطہ کی شکست کے بعد اہل جزیرہ مین ایسا صاحب اقتدار شخص موجود نہ تھا، جو اس کا مدّمقابل ہوتا، اسکی کامیابی کی راہ مین صرف اسلامی لشکر حائل تھا، اس لئے اس کے خلاف اس نے اپنی خفیہ ریشہ دوانیان شروع کردی تھین، لیکن جب حکومت بیزنطی قسطنطنیہ سے عظیم الشان لشکر آپہنچا، تو اس کے تمام منصوبے پھر ایک مرتبہ خاک مین مل گئے، اس لئے اس جدید صورت حال سے متاثر ہوکر اوس نے اپنی روش بدل دی، اور اب اس کو اپنی فلاح اسی مین نظر آئی، کہ مسلمانون سے اشتراک عمل کرے، اور حکومت بیزنطی کے صقلیہ کی بازیافت کی کوششون

---

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۲۳۷ و نہایۃ الارب در اماری ص ۲۲۴،

کو کامیاب نہ ہونے دے کہ اگر مسلمانون کی کامیابی حاصل ہوئی تو ممکن ہے اسی وسیلہ سے اس کو صقلیہ کے کسی صوبہ کی گورنری مل جائے، اور دوسری طرف ابن ابی الجواری نے بھی اسلامی لشکر کے موجودہ حالات کا اندازہ لگا کر اس کو سابق والی صقلیہ کی حکمت عملی کے خلاف اپنی معیت مین لے لیا، چنانچہ قصریانہ کی اس مہم مین وہ بھی ساتھ ساتھ موجود تھا، اور اسکی اس روش سے صقلیہ کے عیسائی اسکے دشمن ہو گئے، چنانچہ جب وہ قصریانہ پہنچا تو اسکے خلاف اہلِ شہر نے ایک ایسی سازش تیار کی جس سے اسکی زندگی کا خاتمہ ہو گیا، وہ لوگ اس کے اصل جذبات سے آگاہ تھے، اسلئے اوس کو کیفر کردار تک پہنچانے کیلئے ایسا راستہ اختیار کیا، جس پر اسکو اعتماد ہو سکے چنانچہ وہ لوگ اس مقصد کیلئے نہایت پوشیدہ طریقہ پر اوس کے پاس آئے اور زمین بوس ہو کر آدابِ شاہی بجالائے اور پھر گفتگو و بحث کے بعد اس کو اپنی اطاعت و انقیاد کا یقین دلایا، اور پھر خفیہ معاہدہ ہوا کہ پہلے اس جزیرہ کو حکومت بزنطی سے آزاد کرایا جائے، پھر عربون سے آیندہ سمجھ لیا جائے گا، فیمی کو اس خفیہ معاہدہ سے پھر اپنی خود مختار حکومت کے سبز باغ نظر آنے لگے، اور تجویز کو پورے طور پر عملی جامہ پہنانے کیلئے مشاورت کا دوسرا دن مقرر ہوا، اور اس مرتبہ خود فیمی کو چند آدمیون کے ہمراہ شہر مین بلایا گیا، چنانچہ وہ حسب تجویز شہر مین پہنچا، باشندگان شہر بطور اظہارِ عقیدت پھر زمین بوس ہو گئے، وہ جوشِ مسرت سے آگے بڑھا، اس وقت بے نیام ننگی تلوارون نے یکبارگی چمک کر استقبال کیا، اور ایک ہی وار مین اس کا سر تن سے جدا ہو گیا،

فیمی کے قتل سے ایک طرف اہلِ شہر کا جوشِ انتقام ٹھنڈا ہوا، اور دوسری طرف اسلامی لشکر کو اپنے مارِ آستین سے نجات ملی، وہ جس قسم کی سازشون سے اسلامی لشکر مین رہ کر مسلمانون کو تباہ کرنا چاہتا تھا، خود انھی سازشون کا شکار ہو گیا،[1]

میدانِ قصریانہ مین ایک خونریز معرکہ آرائی

اسلامی لشکر قصریانہ کی پہاڑی کے دامن مین خیمہ زن تھا کہ قسطنطنیہ کا امدادی بزنطی لشکر اسکے تعاقب مین یہان آ پہنچا، یہ ایک عظیم الشان لشکر تھا، کیونکہ میکائل ثانی نے اہتمام سے اسکو تیار

---

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۲۳۷، نہایۃ الارب در اماری ص ۲۲۴، ابن خلدون ج ۴ ص ۱۹۹،

کیا تھا، اور اسمین رومیون کے علاوہ ارمینیون اور حکومت وینس کی امدادی فوجین بھی شامل تھین[1]، بیزنطی لشکر کی کمان ایک مشہور جنگ آزما بطریق تھیوڈوٹس (جسکو عرب تودطا لکھتے ہین) کے سپرد تھی، علاوہ ازین بہت سے مشہور بطریق وراہب اپنی اپنی تلوارین سنبھال کے میدان مین اوتر آئے تھے،

رومیون کی شکست فاش

تھیوڈوٹس قصریانہ کے سامنے آتے ہی صف آرا ہوگیا اور فوراً جنگ کا سلسلہ شروع ہوگیا، بیزنطی لشکر اگرچہ بڑے ساز وسامان اور دم خم سے بھیجا گیا تھا، لیکن قصریانہ کا یہ پہلا میدان مسلمانون کے ہاتھ رہا، مجاہدین جوش وخروش سے آگے بڑھے، اور چشم زدن مین رومی کشتون کے پشتے لگادئے، رومی اس مقابلہ کی تاب نہ لاسکے، اور میدانِ جنگ مین بہت سے لاشے تڑپتے چھوڑکر فرار ہوگئے، اور اسی عالمِ فرار مین مسلمانون کے ہاتھ بہت سے قیدی آئے جنہین نوے کی تعداد مین صرف بطارقہ تھے،

قصریانہ کا محاصرہ اور مضافاتِ شہر مین اسلامی حکومت کا قیام

اس شکست کے بعد بیزنطی لشکر کے باقی ماندہ حصہ نے قصریانہ کی چہار دیواری مین محصور ہوکر دروازے بند کرلئے، اور اسلامی لشکر نے اس کے جواب مین قصریانہ کی پہاڑی کے دامن مین پختہ مکانات بنالئے، اور مالِ غنیمت کے خمس سے خاندان اغلبیہ کے سکّے بنواکر رائج کردئے، مجاہدین دامنِ قصریانہ مین بود وباش اختیار کرکے ایک طرف اسکی فتح کے منصوبون مین لگے رہے، اور دوسری طرف اس شہر کو اس تمام علاقہ سے بے تعلق کرکے سب کو اسلامی اقتدار کے ماتحت لانے کیلئے فوج کے چھوٹے چھوٹے دستے مضافات مین بھیجتے رہے،[2]

امیر لشکر ابن ابی الجواری کی وفات

لیکن افسوس ہے کہ قصریانہ کی مہم ابھی یونہی ناتمام تھی، اور مجاہدین جو اسد بن فرات کی جدائی کو ابھی نہین بھولے تھے، کہ دستِ اجل نے ان کے قائم مقام محمد بن ابی الجواری کو بھی

---

[1] نہایۃ الارب درامارى ص ۴۳۰، ویادگاری مضامین مقالہ جان بری ج ۲ ص ۲۷، [2] ابن اثیر ج ۶ ص ۲۳۷، وابن خلدون ج ۴ ص ۱۹۹، ونہایۃ الارب درامارى ص ۴۳۳، واخبار الاندلس ج ۲ ص ۱۱۹

اوائل ۲۱۴ھ/۸۲۹ء مین ان سے چھین لیا، اور اسلامی لشکر نے اس کی وفات کے بعد زہیر بن غوث کو اپنا امیر مقرر کیا،

زہیر بن غوث جانشین ابن ابی الجواری،

۲۱۴ھ/۸۲۹ء تا ۲۱۷ھ/۸۳۲ء

مسلمانوں کا دور ابتلاء

زہیر بن غوث آزمودہ کار افسرون مین تھا، اوس نے عنان امارت سنبھال کر ابن ابی الجواری کے نقش قدم پر چلنا چاہا، لیکن امارت کے بدلتے ہی گرد ونواح کے حالات بھی بدل گئے تھے، بیزنطی سپہ سالار تھیوڈوٹس نے ابن ابی الجواری کی وفات سے پورا فائدہ اوٹھایا اور موقع پاکر قصریانہ سے نہایت خاموشی اور حکمت عملی سے نکل آیا، اور مجاہدین کے عقب مین ڈیرے ڈال دئے، زہیر اس واقعہ سے قطعاً نابلد تھا چنانچہ قدیم روش کے مطابق قصریانہ کے مضافات پر اقتدار جمانے اور سامان رسد فراہم کرنے کے لئے ایک چھوٹا سا دستہ روانہ کیا، یہ ابھی اثنائے راہ مین تھا کہ سامنے سے عظیم الشان بیزنطی لشکر نمودار ہوا، اور دونون مین اچانک مڈبھیڑ ہوگئی، اسلامی دستہ نے پامردی سے مقابلہ کیا، لیکن ایک مختصر دستہ پوری فوج کا کیا مقابلہ کرتا، نہایت فاش شکست کھائی، اور دوسرے دن بقیۃ السیف حصہ قصریانہ واپس آگیا، اس کے بعد جنگ کا نقشہ بدل گیا، تھیوڈوٹس اپنی فوج لئے آگے بڑھا، زہیر نے بھی اپنی فوج کو آگے بڑھایا، اور دونون فوجین آمنے سامنے صف آرا ہوگئین، تھوڑے ہی وقفہ مین گھمسان کی لڑائی شروع ہوگئی، اور مسلمانون کو اپنی شومئ قسمت سے شکست اوٹھانی پڑی، اور رومیون نے اپنی پچھلی شکست کا پورا پورا بدلہ لیلیا، اور تقریبًا ایک ہزار مجاہدین اس جنگ مین شہید ہوگئے،[۱۵]

مجاہدین کا محصور ہونا

شکست خوردہ اسلامی فوج قصریانہ کی چھاؤنی مین واپس آئی، رومیون نے موقع کو مغتنم سمجھا،

---

[۱۵] ابن اثیر ج ۶ ص ۲۳۷؛ نہایۃ الارب دراماری ص ۴۳۰؛ و ابن خلدون ج ۴ ص ۱۹؛

اور تعاقب کیا، اب زہیر کے سامنے دو صورتین تہین، یا تو قصریانہ کی چھاؤنی مین محصور ہو جائے، یا جرجنت وغیرہ مین سے ایسے مقام کی طرف کوچ کرے، جہان مسلمانون کی تازہ دم فوج کی امداد حاصل ہو سکے، لیکن دوسری صورت اختیار کرنے مین قصریانہ کے مضافات کی تمام فتوحات ہاتھ سے جاتی تہین اور اور محاذِ جنگ جرجنت وغیرہ بنجاتا تھا، اسلئے اس نے پہلی صورت کو ترجیح دیا، اور تن بہ تقدیر محصور ہو کے بیٹھ رہا، اس وقت اسلامی لشکر کا پڑاؤ کھلے میدان مین تھا، صرف سکونت کے لئے پختہ مکان تعمیر کرلئے گئے تھے، وہ قلعے نہ تھے کہ قلعہ بند ہونے کا امکان ہوتا، اسلئے زہیر نے اس پورے رقبہ کا احاطہ کرکے گرداگرد خندق کھودلی،

لیکن اس کا یہ طرزِ عمل کسی طرح دانشمندانہ نہین کہا جا سکتا، اس نے اس موقع پر اسد کے طرزِ عمل کی پیروی کی تھی، لیکن اسد اور زہیر کی فوج اور سامانِ رسد مین زمین و آسمان کا فرق تھا، اسد تازہ دم تھے، اور محاصرہ کی پوری تیاریون کے ساتھ محاصر تھے خصوصًا سامانِ رسد کا وافر حصہ ان کے پاس تھا، لیکن زہیر کا لشکر ایک زمانہ سے محاصرہ کئے ہوئے تھا، سامانِ رسد مضافات سے حاصل ہوتا تھا، محصور ہونے کے بعد یہ سلسلہ باقی نہین رہ سکا، پھر علاوہ ازین اسوقت رومیون کے حوصلے بڑھے ہوئے تھے، وہ دو لڑائیون مین اسلامی لشکر کو زیر کر چکے تھے اور اسد کا لشکر مظفر و منصور محاصر و محصور تھا، اور زہیر کو مفتوح و مغلوب ہو کر محصور ہونا پڑا،

چنانچہ رومیون نے ہر چہار طرف سے گھیر لیا، حالانکہ زہیر کے خیال مین جرجنت کی سمت محفوظ تھی، اور وہ وہین سے سامانِ رسد کی لو لگائے بیٹھا تھا، امید کی یہ آخری شعاع بھی جاتی رہی، اور چند ہی دن مین گھوڑے ذبح کرکر کے کھانے کی نوبت آگئی[1]،

پسپائی جب مجاہدین کے آلام و مصائب انتہا کو پہنچ گئے، تو ایک دن جان پر کھیل کر شبخون مارنے کا

---

[1] نہایۃ الارب درا ماری ص ۳۰۰، ابن اثیر ج ۶ ص ۲۳۸،

فیصلہ کیا، بخت و اتفاق کہ رومیون کو اسکی بھی پہلے سے خبر لگ گئی، اور وقت مقررہ سے پہلے اپنے تمام خیمہ و خرگاہ تنہا چھوڑ کے قرب وجوار مین جا چھپے، اسلامی لشکر وقت مقررہ پر پورے جوش سے خندق کے پار ہوا، اور مجاہدین تکبیر کا غلغلہ بلند کرتے ہوئے ایک ہی جست مین ان کے خیمون مین جا گھسے مگر وہان سب خالی پڑے تھے، مجاہدین اس واقعہ سے حیران و ششدر تھے کہ رومی کمین گاہون سے نکل کر ٹوٹ پڑے، اور دم کے دم مین سینکڑون لاشین گرا دین، اور لشکر کا بہت بڑا حصہ ضائع ہو گیا، جو کچھ بچے کھچے سپاہی تھے انھون نے بیناؤ کا راستہ پکڑا اور اسی قلعہ مین جا کر دم لیا[1]،

قصریانہ کی یہ شکست عام مسلمانان صقلیہ کے لئے نہایت دردانگیز تھی، کیونکہ مازر جرجنت اور بیناؤ وغیرہ مین جو اسلامی آبادیان تھین وہ اسی لشکر جرار کے دم سے قائم تھین، اس لئے اس شکست سے ان تمام مقامات پر عام تہلکہ مچ گیا،

چنانچہ بیزنطی لشکر نے ان مفرور سپاہیون کے نقش قدم پر کوچ کیا، اور بیناؤ پہنچ کے شہر کا نہایت سختی سے محاصرہ کر لیا، اب مسلمانان بیناؤ کو امداد کی جو کچھ توقع تھی، وہ مسلمانان جرجنت سے تھی، کہ وہی ان کے قریب تر تھے ورنہ خود ان کی مختصر جمعیت رومی محاصرین کا مقابلہ کرنے سے عاجز تھی لیکن مسلمانان جرجنت کیلئے بقول ابن خلدون اپنی امکانی کوششونکے باوجود قلعہ بیناؤ کے مسلمان محصورین تک پہنچنا دشوار تھا اسلئے ان لوگون نے ایک دوسری تدبیر اختیار کی، اور قصریانہ کے واقعات سنتے ہی جرجنت کے تمام فوجی استحکامات منہدم کر دئے، اور خود شہر چھوڑ کر مسلمانان مازر سے جا ملے، کہ مسلمانان صقلیہ کی جمعیت پریشان کسی قدر یکجا ہو جائے، کیونکہ جرجنت بہ نسبت دیگر مقامات کے بیناؤ سے قریب تھا، اور رومیون کے لئے بخوبی ممکن تھا، کہ بیناؤ کے محاصرہ کو مکمل کر کے جرجنت کو بھی گھیر لیتے، اور اس وقت جرجنت کی مختصر جمعیت بھی مقابلہ سے عاجز رہتی[2]،

---

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۲۳۸، [2] ابن اثیر ج ۶ ص ۲۳۸، و ابن خلدون ج ۴ ص ۱۹۹، ابن اثیر کے الفاظ یہ ہین،

ان حالات مین مسلمانان بِنٰاوُ سخت مشکلات مین گھر گئے، امداد کی جو کچھ توقع تھی، ہر طرف سے منقطع ہو گئی، خود انکی جمعیت ایسی نہ تھی، کہ کھل کے مقابلہ کر سکتے، پھر شہر کے عیسائیون سے الگ خطرات تھے،

رفتہ رفتہ سامان رسد مین کمی ہوتی گئی، پہلے شہر مین جو کچھ اندوختہ تھا، صرف کرتے رہے، پھر مویشیون کو ذبح کر کے کھاتے رہے، اور جب یہ سب کچھ ختم ہو گیا، تو شہر کے کتون کو پکڑ پکڑ کے کھانا شروع کیا، مگر پھر بھی فاقہ کشی سے نجات نہین ملی، اور اسی آزمایش مین بہت سے مجاہدین نے تڑپ تڑپ کے جان دیدی، ان تمام آلام و مصائب کے باوجود پائے ثبات مین لغزش نہ آئی اور اسلامی غیرت

(بقیہ حاشیہ ص ۱۵۴) وسار والی مازر ولم یقدموا علی نصرۃ اخوانھم (مازر چلے گئے، اور اپنے بھائیون کی مدد کے لئے نہین پہنچ سکے،) اور ابن خلدون لکھتا ہے، وتعذر علیھما الوصول الی اخوانھم (اپنے بھائیون تک پہنچنا، ان کے لئے ناممکن ہو گیا،) لیکن مسٹر اسکاٹ اس واقعہ کو دوسرے رنگ مین لکھتے ہین کہ "جو چھوٹے چھوٹے قلعے مسلمان جاتے وقت فتح کر کے اپنے قبضہ مین کر گئے تھے، وہان کے باشندون نے غدر کر کے ان دستون کو جو حفاظت کے لئے رکھے گئے تھے قتل کر ڈالا، یہ کیفیت تھی، کہ اگر کوئی عمامہ بند کہین نظر آجاتا، تو تمام علاقہ غیظ و غضب مین آجاتا تھا، اور لڑنے بھڑنے پر تیار ہو جاتے تھے" یہ صحیح ہے کہ سرزمین صقلیہ اس وقت مسلمانون کے لئے نہایت تنگ ہو رہی تھی، اور یہ بھی صحیح ہے کہ جرجنت مسلمانون کے ہاتھ سے نکل گیا، اور اس کے ساتھ اس کے قلعے بھی جاتے رہے، لیکن وہان کے باشندون نے "غدر" نہین کیا، اور نہ وہان اسلامی دستے تہ تیغ کئے گئے،

جرجنت کو مسلمانون نے حفظ ماتقدم کے طور پر خود خالی کر دیا تھا، اگر باشندگان جرجنت غدر کرتے، اور مسلمانون کی جان کے لالے پڑ جاتے، تو وہ سراسیمہ ہو کر فرار ہوتے، غدر و ہنگامہ مین یہ کیونکر ممکن ہے، کہ شکست خوردہ فریق شہر کے استحکام کو ویران و مسمار کر دے، اس کو تو پہلے اپنی جانین بچانے کی فکر ہو گی،

وجمیعت نے اجازت نہ دی، کہ سپر ڈال کر رومیون سے طالب امان ہون،

تائید غیبی

مسلمانان بیناؤ اسی دور ابتلا مین موت کا مردانہ وار مقابلہ کر رہے تھے، کہ دریای رحمت جوش مین آیا، اور دو مختلف سمتون سے مجاہدین کی دو جماعتین ساحل صقلیہ پر اوترین، اور مسلمانان صقلیہ کے لئے تائید غیبی ثابت ہوئین، ان دونون جماعتون مین سے ایک مجاہدین اندلس کی جمیعت تھی، جو سر فروشانہ جہاد کے لئے نکلی تھی، اور دوسری جماعت زیادۃ اللہ کی فرستادہ امدادی فوج پر مشتمل تھی،

اندلسی بیڑا صقلیہ مین

اندلس مین اسوقت اموی حکومت کا جاہ وجلال تھا، اور تخت حکومت پر عبدالرحمن ثانی جلوہ افروز تھا، اس کی بحری قوت نہایت مستحکم تھی، اور اس کے جہاز ہر سال خاص خاص موسمون مین بحر روم کا چکر لگاتے تھے، حسن اتفاق کہ انھی مین کا ایک بیڑا اصبغ بن وکیل المعروف بہ فرغلوش کی سرکردگی مین صقلیہ کے ساحل پر ٹھہر گیا، اس کے جہازون کی تعداد ابن عذاری کے بیان کے مطابق تقریباً ۳۰۰ تھی، اور اواخر ۲۱۴ھ/۸۲۹ء مین صقلیہ پہنچا تھا،

افریقیہ کی کمک

دوسری طرف انھی دنون امیر زیادۃ اللہ کو افریقیہ کی بغاوتون سے کلیۃً نجات مل گئی، اور اس کو بھی مسلمانان صقلیہ کی زبون حالت کی طرف توجہ کرنے کا موقع ملگیا، چنانچہ اس نے ایک کمک سلیمان بن عافیہ طرطوسی کی سرکردگی مین صقلیہ روانہ کی، یہ بیڑا جمادی الاخری ۲۱۵ھ/۸۳۰ء مین صقلیہ پہنچا، مسٹر اسکاٹ اس بیڑے کے متعلق لکھتے ہین:۔

"امیر زیادۃ اللہ...... نے تین سو جہازون کا ایک زبردست بیڑا، اور بیس ہزار آدمی اس طرف روانہ کئے، یہ بیڑا ۸۳۰ء مین افریقیہ کے بندر سے چلا تھا، ایسا بہت کم اتفاق ہوا ہوگا کہ اتنی بڑی فوج نے جسمین اتنے مختلف قبائل کے آدمی جمع ہون، ایک ہی سپہ سالار کے ماتحت کام کیا ہو (؟) دریائے نیل سے لیکر بحر اوقیانوس تک کے وحشی بربری، اپنی فطری وحشت وخونخواری کے ساتھ اس مین

موجود تھے، یمن کے جلاوطن، ایران کے پناہ گزین، یونان کے مفرورین اور ہر قبیلے کے اندلسی اس بیڑے مین اپنے جزیرہ نما کو خیرباد کہکر داخل ہوگئے تھے اور امیر زیادۃ اللہ نے اپنی غیر معمولی حکمت عملیون سے امیدون کے سبز باغ دکھاکر باشندگان ٹیونس کو بھی اس فوج مین داخل کرلیا تھا، حالانکہ یہ وہ لوگ تھے جو چند روز پیشتر ان کے مقابلہ مین شمشیر بکف تھے۔

اندلسی امیر البحر بطور اسلامی سپہ سالار صقلیہ

اس وقت مسلمانان صقلیہ کی سب سے اہم ضرورت محصورین میناؤ کی امداد کرکے ان کو مصیبتون سے نجات دلانا تھا، اندلسی جمعیت نے اس مین اس شرط پر شرکت منظور کی، کہ حملہ آور لشکر کی کمان اندلسی سپہ سالار فرغلوش کے ہاتھ مین دیجائے، مسلمانان افریقہ نے اسکو قبول کرلیا، اور افریقہ واندلس کی مشترکہ فوج فرغلوش کی سرداری مین میناؤ روانہ ہوگئی،

محصورین میناؤ کی امداد کے لئے فوج کی روانگی اور ملک مین غارتگری

اثناے راہ مین جس قدر قلعے اور فوجی چھاؤنیان ملتی گئین، مجاہدین سب پر چھاپے مارتے، اور لوٹ مار مچاتے میناؤ پہنچے، اور محاصرین سے مقابلہ شروع ہوگیا، رومیون کے لئے یہ ایک ناگہانی افتاد تھی، تھیوڈوٹس نے بڑھ کر مقابلہ کیا، اور خود جان سے مارا گیا، اور بچے کھچے بزنطی سپاہی ادھر ادھر منتشر ہوگئے، میناؤ کے رومی باشندون نے محصورین کو کافی اذیتین پہنچائی تھین، مجاہدین نے جوش انتقام مین شہر مین آگ لگادی، اور پورا قلعہ مسمار کردیا، اور جس طرح پچھلے دو سال مسلمانون کے لئے نہایت سخت گذرے، ویسے ہی یہ وقت رومیون کے لئے سخت دور ابتلا ہورہا تھا، اور اندلس اور افریقہ کے سپاہیون نے چند ہی دن مین ان تمام مظالم کا بدلہ لے لیا، جو رومی مسلمانون پر اب تک کرچکے تھے، اور علاوہ ازین اسوقت فوج کی کمان بھی فرغلوش کے ہاتھ مین تھی جس کا مقصد لوٹ مار، اور غارت گری کے علاوہ اور کچھ نہ تھا، اس لئے اس وقت مازر سے میناؤ تک کا علاقہ مجاہدین کا جولانگاہ تھا، اور چند ہی دنون مین سخت تباہی وبربادی پھیل گئی،

فتح غلولیہ

جب لوٹ مار سے کچھ فرصت ملی تو پیشقدمی کا سلسلہ شروع ہوا، اور مجاہدین میناؤ کو زیر کرکے

سب سے پہلے غلولیہ مین آکر خیمہ زن ہوئے، اور محاصرہ کے بعد بزور شمشیر اس پر قابض ہو گئے،

اسلامی لشکر مین وبا

لیکن غلولیہ پہنچ کر حوادث کا پھر ایک جھونکا آیا، اور پیش قدمی کا سلسلہ عارضی طور پر ملتوی ہو گیا، چنانچہ غلولیہ آئے ہوئے ابھی چند ہی دن گذرے تھے کہ اسلامی لشکر مین وبا پھوٹ پڑی، اور سالار فوج اصبغ بن وکیل و دیگر کار آزمودہ قائدین اس کے نذر ہو گئے،

ایک جماعت کی واپسی

اس واقعہ سے مسلمانون مین پھر بددلی پیدا ہو گئی، جو لوگ فوج مین محض مال غنیمت کے حرص مین شریک ہو گئے تھے، ان کی ہمتین پست ہو گئین، اور جان بچانے کیلئے فرار ہوئے، اسی سراسیمگی مین رومیون کا ایک دستہ عقب سے نکل آیا، اور ان مفرورین پر ٹوٹ پڑا، جس سے بہت سے سپاہی ضائع ہو گئے، اور بقیۃ السیف نے افریقیہ واندلس کی راہ لی،

محاصرۂ بلرم

جب فوج مین کچھ سکون پیدا ہوا، تو پیشقدمی کا سلسلہ پھر شروع ہو گیا، اس مرتبہ صقلیہ کے ایک اہم شہر بلرم کا رخ کیا گیا، جو صقلیہ کا مشرقی دار الحکومت تھا، لشکر اسلام غلولیہ سے اواخر جمادی الاخریٰ ۲۱۵ھ ۸۳۰ء مین روانہ ہوا، اور مشرقی دار الحکومت بلرم کا محاصرہ کر لیا، بلرم صقلیہ کا کوئی معمولی شہر نہ تھا، اس پر زمانہ قبل تاریخ سے دور حاضر تک مختلف دور گذر چکے تھے، اور ہر دور مین اس کو نمایان حیثیت حاصل رہی تھی، کبھی یہ صوبہ کا دار الحکومت رہا، اور کبھی مرکزی حکومت کا پایہ تخت بنایا گیا، اسلئے شہر کے تمام جنگی استحکامات مکمل تھے، اس لئے اوسی قدر اس کا محاصرہ دشوار تھا،

چنانچہ مجاہدین کو بھی اس کے محاصرہ مین دشواری پیش آئی، اور اسی حالت مین ایک طویل زمانہ گذر گیا، لیکن ان لوگون نے نہایت ہمت و استقلال سے محاصرہ کو قائم رکھا، اور عزم و استقلال کا ایسا نمایان جوہر دکھایا کہ محصورین روز بروز کمزور ہوتے گئے،

اگرچہ یہ بھی امر واقعہ تھا کہ اس وقت جزیرہ کی بزنطی حکومت بے دست و پا ہو رہی تھی، میکائل ثانی شہنشاہ قسطنطنیہ جو صقلیہ کی مہمون کی خبر رکھتا، اور حسب ضرورت امداد کرتا رہتا تھا، انتقال کر چکا تھا،

اور اس کا جانشین تھیوفلس (؁۸۲۹ء ؁۸۴۲ء) عیش و عشرت مین مصروف تھا، اور خود صقلیہ مین جو بزنطی فوج تھی، وہ برباد ہو چکی تھی، اس لئے گورنر بلرم کو کسی طرف سے کوئی امداد نہین ملی، لیکن اس کے باوجود شہر خود اس قدر مستحکم، اور وہان سامانِ رسد کی اس قدر فراوانی تھی، کہ گورنر نے کامل ایک سال تک جم کے مقابلہ کیا،

فتح بلرمُ لیکن جب محصورین کی تمام قوتین صرف ہو گئین، اور گرسنگی و فاقہ کشی سے صدہا جانین تلف ہو گئین، اور اس کے ساتھ مجاہدین کسی طرح محاصرہ سے دستبردار ہونے پر آمادہ نظر نہین آئے، تو ایک دن اچانک بلرم کا صدر دروازہ کھلا، اور گورنر دست التجا بڑھائے اسلامی سپہ سالار کی خدمت مین حاضر ہوا، اور شرائطِ صلح پیش کین، جو درحقیقت صلح کی درخواست کے بجائے محاصرین کی فتح و ظفر کا اعتراف اور محصورین کیلئے رحم و کرم کی درخواست تھی، چنانچہ گورنر کی درخواست کے بموجب حسب ذیل امور منظور کئے گئے،

(۱) گورنر اور اس کے اہل و عیال کی جان بخشی کی گئی،

(۲) گورنر کو اپنی دولت و ثروت یہان سے منتقل کرنے کی اجازت دیگئی،

(۳) فوج کے سپاہیون کو گرفتار کرنے کے بجائے یہان سے چلے جانے کی اجازت دی گئی،

ان شرائط کی تکمیل کے بعد مجاہدین فتح و ظفر کے شادیانے بجاتے بلرم مین داخل ہوئے،

بلرمُ کی بے رونقی لیکن جب مسلمان شہر مین پہنچے، تو شہر کی آبادی کا تقریباً خاتمہ ہو چکا تھا، چنانچہ جسوقت مسلمانون نے اس کا محاصرہ کیا تھا، اسکی آبادی ستر ہزار تھی، لیکن جب مسلمان شہر مین داخل ہوئے، تو تین ہزار آدمیون سے بھی کم تھے، عرب مورخین کا خیال تو یہ ہے کہ صرف ایک سال کے محاصرہ مین سب کی سب جانین ضائع ہو گئین، لیکن اس موقع پر مسٹر اسکاٹ کا یہ بیان زیادہ قابلِ قبول ہی کہ اکثر باشندے گورنر بلرم کے ساتھ قسطنطنیہ روانہ ہو گئے، مسٹر اسکاٹ بلرم کی فتح پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہین، :-

پلرمو کے قبضے مین آجانے سے چونکہ موقع جنگ اچھا مل گیا اس لئے مسلمانون کی حالت مین روزافزون ترقی ہونے لگی، اب اُن کو یہ ضرورت باقی نہ رہ گئی تھی، کہ وہ چھوٹے چھوٹے کمزور قلعون اور پوروون مین اپنا سر چھپاتے پھرتے، قطع نظر اس کے اب وہ بندر ان کے قبضہ مین تھا جس کو ہر فاتح قوم ترقی دیتی چلی آئی ہے، اس بندر پر قابض ہوجانے مین وہ فائدہ تھا، جو تمام فوائد پر فوقیت رکھتا تھا اسکی وجہ سے افریقیہ کے ساتھ رسل و رسائل مین آسانی اور سرعت پیدا ہوگئی، قسطنطنیہ سے اتنی جلد امداد نہین آسکتی تھی، جتنی کہ افریقیہ سے سامان رسد اور کمک پہنچ سکتی تھی،

اس نئی فتح سے ایسا بہتر علاقہ مسلمانون کے قبضہ مین آیا تھا کہ اگر نامکمل طریقہ زراعت بھی اختیار کیا جاتا، تو بہ ادنی محنت ایسی فصلین اٹھائی جاسکتی تھین، کہ اچھی خاصی فوج کیلئے کافی تھین، علاوہ اور فوائد کے جو فی نفسہ کچھ کم نہ تھے یہی اثر کیا کم تھا کہ پلرمو جیسا مقام مسلمانون کے قبضہ مین آیا تھا، سواحل بحر روم پر اس شہر سے زیادہ کوئی شہر مشہور نہ تھا، اہالی فونیشیا نے اس کی بنیاد رکھی تھی، زمانہ قدیم کا سب سے بڑا بازار یہی تھا اگر زمانہ قدیم و قرون وسطیٰ کے تمام تجارتی شہرون پر اوسکو فوقیت دیجاتی تو بالکل بجا تھا، اس کی جائے وقوع ایسی تھی، کہ جس قوم کے ہاتھ مین یہ مقام ہوتا، اس کے لئے تمام صقلیہ پر قبضہ کرلینا آسان تھا،

تشکیل حکومت کا خیال بلرم کی اسی جغرافی و تاریخی اہمیت سے اسکی فتح مسلمانون کے لئے نمایان نتائج پیدا کرنے کا ذریعہ بنی، کیونکہ اولاً اوسکے زیر اقتدار آجانے سے مازر وغیرہ کا علاقہ ملا کر مسلمانون کے حدود حکومت مین اس قدر رقبہ آگیا جو کسی زمانہ مین قرطاجنہ وغیرہ کی حکومت صقلیہ کے زیر اقتدار تھا، اور اس کی وجہ سے حکومت بزنطی کو بھی صقلیہ مین اسلامی حکومت کے قیام و وجود کو تسلیم کرنا پڑا، اور اسی کے بعد رومیون کی آیندہ جو کوششین ہوئین، وہ صقلیہ سے اسلامی حکومت کے استیصال کی نہین، بلکہ مزید فتوحات کے روکنے کیلئے، اور اسی کے ساتھ اب مسلمانون کے لئے بھی وہ وقت آپہنچا، کہ صقلیہ کی اسلامی حکومت

کی باضابطہ تشکیل کی جائے، اور فتوحات مین اضافہ کرنے کے علاوہ ملکی نظم و نسق کا سلسلہ بھی قائم کردیا جائے، چنانچہ فوج کے اصحاب حل و عقد اس مرحلہ کے طے کرنے مین مصروف ہوگئے،

افریقیون اور اندلسیون مین نزاع باہمی

جب تشکیل حکومت کا وقت آیا، اور وقتی طور پر گورنر کا انتخاب ہونے لگا، تو بدقسمتی سے خود اسلامی لشکر مین اختلاف رونما ہوگیا، یہ باہمی نزاع افریقیون اور اندلسیون کے درمیان پیدا ہوئی، کیونکہ فوج مین اوس اندلسی جماعت کی کافی تعداد ابھی تک موجود تھی، جو اصبغ بن وکیل کی سرکردگی مین آئی تھی، اور جس نے محصورین مینأو کی مصائب کے خاتمہ مین افریقیہ کی فوج کے دوش بدوش خدمات انجام دئے تھے، اور چونکہ مینأو اور غلولیہ کا معرکہ اصبغ بن وکیل کی سرکردگی مین سر ہوا تھا، اور اسکے بعد بلرم کی فتح ظہور پذیر ہوئی، اس لئے یہ جماعت یہ تمام کارنامے اپنی طرف منسوب کرتی تھی، اور صقلیہ کی اسلامی حکومت کو حکومت اموِیہ اندلس کا ایک جزو بنانا چاہتی تھی، اس لئے اس موقع پر اگر اغلبی تاجدار زیادۃ اللہ کے جان نثارون مین سخت برہمی پیدا ہوگئی تو یہ کچھ خلاف توقع نہ تھا، کیونکہ افریقیون کو جزیرہ مین نہ صرف غلبہ حاصل تھا، بلکہ اغلبی حکومت ہی نے فتوحات کی ابتدا کی تھی، ہزارون افریقی اسی راہ مین شہید ہوئے تھے، اغلبی سکہ یہان روان ہوچکا تھا، اور فتح بلرم مین بھی افریقیون کو غلبہ حاصل تھا،

اس لئے اندلسیون کے اون احسانات کے باوجود افریقی اس پر کسی طرح آمادہ نہ ہوسکتے تھے، کہ وہ صقلیہ کی حکومت سے دستبردار ہوجائین، لیکن حسن اتفاق کہ یہ باہمی نزاع صرف باتون تک محدود رہی، اور بالآخر رفتہ رفتہ اندلسیون کو اپنے دعویٰ سے دستکش ہونا پڑا،

اور اسکے بعد زیادۃ اللہ نے شاہی خانوادہ اغلبیہ کے ایک ممتاز رکن محمد بن عبداللہ بن الاغلب کو صقلیہ کے لئے نائب السلطان مقرر کیا، جس نے صقلیہ پہنچ کر زمام ولایت سنبھالی،[1]

---

[1] نہایۃ الارب عہد اماری، ص ۴۰۴، ابن اثیر ج ۶ ص ۲۳۸، ابن خلدون ج ۴ ص ۱۹۹، البیان المغرب (ترجمہ اردو)

محمد بن عبد اللہ بن الاغلب والیِ صقلیہ اوّل

سنہ ۲۱۷ھ ۸۳۲ء تا سنہ ۲۲۱ھ ۸۳۵ء

محمد بن عبد اللہ پہلا اغلبی شاہزادہ ہے، جو سنہ ۲۱۷ھ ۸۳۲ء کے اوائل مین صقلیہ پہنچا، یہ ابراہیم بانی دولت اغلبیہ کا پوتا اور زیادۃ اللہ موجودہ فرمانروائے وقت کا سگا بھتیجا تھا، افریقیہ مین خانوادۂ اغالبہ کی کامیابی کا اصل راز تمام افرادِ خاندان کا نظامِ حکومت سے وابستہ رہنا تھا، اگر اغلبیون کی ایک شاخ اورنگِ حکومت پر تھی تو کوئی دوسری عہدۂ سپہ سالاری پر، اور اسی طرح مختلف سلسلۂ خاندان مختلف اہم صوبون کی ولایت کے اہتمام پر مامور تھے، اور اسی سلسلہ مین محمد بن عبد اللہ کے ولایت صقلیہ پر مامور ہونے سے اغالبہ کی ایک شاخ کے سپرد صقلیہ کی ولایت بھی ہوگئی، چنانچہ اسی وجہ سے ابن الابار صاحب الحلۃ السیرا کا بیان ہے کہ اغالبہ مین سے بنو عبد اللہ صقلیہ کی ولایت پر مامور تھے[۱] چنانچہ عبد اللہ کے ساتھ ساتھ اس کا پورا خاندان صقلیہ مین آکر سکونت پذیر ہوگیا،

صقلیہ مین بنو عبد اللہ کے برسرِ اقتدار آجانے کے بعد ایک اہم تغیر یہ ہوا، کہ صقلیہ کا والی بہ نسبت پہلے کے خود مختار ہوگیا، اور اس کا تعلق افریقیہ سے گویا محض ایک رسمی طور پر باقی رہ گیا، ورنہ درحقیقت اب یہ سمجھا جانے لگا کہ جس طرح ابراہیم کے ایک لڑکے کو افریقیہ مین حقِ فرمانروائی حاصل ہے اسی طرح اس کے دوسرے لڑکون کو صقلیہ پر حقِ فرمانروائی عطا کیا گیا ہے،

اس لئے صقلیہ مین بنو عبد اللہ کے عہدِ حکومت کے آغاز سے صقلیہ کی تاریخ کا ایک نیا دور شروع ہوتا ہے، ابو عبد اللہ اسد بن فرات سے زہیر بن غوث تک اگرچہ تین والی گذر چکے تھے، لیکن

(بقیہ حاشیہ ص ۱۶۱) ص ۱۳۹، وتاریخ جزیرہ صقلیہ من حین دخلھا المسلمون دراماری ص ۱۲۶، اخبار الاندلس ج ۲ ص ۲۰ تا ۲۳ والحلۃ السیراء دراماری ص ۳۲۷

[۱] الحلۃ السیراء دراماری ص ۳۲۷،

یہان معنون ہین صقلیہ کا سب سے پہلا والی ہی کہ اسی کے عہدِ حکومت سے صقلیہ مین تشکیلِ حکومت کے بعد اسلامی حکومت کا نظم ونسق جاری ہوا، اور اسی لئے ہم نے اسکو والیِ صقلیہ اول کا خطاب دیا ہی،

صقلیہ مین اسلامی نظامِ حکومت کی تشکیل

بلرم کے مفتوح ہونے کے بعد زیادۃ اللہ نے کچھ دنون کے لئے فتوحات کا مزید سلسلہ روک دیا، اور عمالِ حکومت کی تمام قوتون کو حکومت کے نظم ونسق مین صرف کرنے کا حکم دیا، چنانچہ محمد بن عبداللہ کے عہدِ حکومت سے صقلیہ مین سب سے اہم تغیر جو پیش آیا، وہ یہ تھا کہ اب صقلیہ مین سول اور فوجی نظام کے دو جداگانہ صیغے قائم کردئے گئے، حکومت کا نظم ونسق والی کے سپرد ہوا، اور فوج کی نگرانی امیر لشکر کو دی گئی، جو والیِ صقلیہ کے ماتحت تھا،

اس کے دورِ حکومت کے آغاز کے ساتھ ہی بلرم اسلامی حکومت کا پایۂ تخت قرار پایا، اس لئے والیِ صقلیہ کا یہی مستقل مستقر بن گیا، بلرم کے ماتحت ایک نہایت زرخیز و وسیع علاقہ تھا، وہ سب اس وقت اسلامی حکومت کے ماتحت تھا، اسی طرح مازر اور اس کے مضافات پر بھی اسلامی اقتدار تھا، اب اسلامی حکومت کے قیام وبقا مین انہی دونون مقامات کے زرخیز علاقے معاون ثابت ہوئے، والیِ صقلیہ نے قدیم اصول کے ماتحت یہ پورا علاقہ مجاہدین اور قائدینِ فوج کو دے دیا، فوج کے قائد اور سپاہی اسکی زمینداریون اور کاشتکاریون کے مالک بن گئے، اور یہی ان کی فوجی خدمت کا صلہ قرار پایا، یعنی ان کی تنخواہین بصورتِ زر ادا کرنے کے بجائے بصورتِ زمین دی گئین اور جب فوجی خدمت کی ضرورت پیش آتی، قائدینِ لشکر اپنی حیثیت کے مطابق فوجین لئے ہوئے دار الحکومت مین حاضر ہوجاتے،

چنانچہ صقلیہ مین جب تک اسلامی حکومت قائم رہی، فوجی تنخواہون کی ادائی اور حسبِ ضرورت فوج جمع ہوجانے کا یہی طریقہ جاری رہا،

دار الحکومت کی تمدنی ترقی

والیِ صقلیہ کے پیشِ نظر اس فوجی نظم ونسق کے ماسوا اسلامی دار الحکومت کی

تمدنی ترقی بھی تھی، چنانچہ بلرم جب سے دار الحکومت قرار دیا گیا، اس کی آبادی مین بھی نمایان تغیر ہوتا گیا، بلرم اسلامی دورِ حکومت مین جس شان و شوکت کا عظیم الشان شہر تھا، اس کا نقشہ دوسری جلد مین تفصیل سے آئے گا، سر دست ہم یہان پر مسٹر اسکاٹ کے ایک بیان کو نقل کرتے ہین جسمین اختصار و جامعیت سے ان تبدیلیون کا خوش اسلوبی سے تذکرہ کیا گیا، وہ لکھتے ہین:۔

”مسلمانون نے اپنی رسم کے مطابق ہر ایک مذہب والون کے لئے الگ الگ محلے مخصوص کر دیئے اور مختلف قسم کی تجارت کے لئے بازار جدا جدا کر دئے، یہ معلوم ہوتا تھا، کہ بلرمو یورپ کا شہر نہین ایشیا کا ہی، اٹلی اور بیزنطی بے ڈھنگے بدصورت لباس کی جگہ ڈھیلے ڈھالے ہوا مین اڑتے ہوئے لباس اور اونچے اونچے عمامے نظر آنے لگے، حرم سراؤن کی برقعہ پوش خواتین پر تکلف لباس پہنے ہوئے خواجہ سراؤن کے ساتھ بازارون مین چلتی پھرتی دکھائی دیتی تھین، یا جھروکون مین سے نہایت شرمگین آنکھون سے جھانکتی نظر پڑ جاتی تھین، وہ بارکش جانور جو صرف ایشیا ہی مین نظر آتے تھے، قطار در قطار شہر مین گذرتے دکھائی دیتے تھے، اور صحرا کے قافلون کا نظارہ پیش کرتے تھے، یہ نظارے اب کچھ ایسے عام ہو گئے تھے کہ کوئی ان کی طرف اعتنا بھی نہ کرتا تھا، ہر جگہ نہرین، پل، فوارے پھیل گئے، کھجورون کے درخت اتنے بڑھ گئے، کہ بلرمو کے مضافات وادی نیل و فرات کی تصویر بن گئے، افسرانِ فوج کے مکانات اور دولتمند تاجرون کے محلات، اور پائین باغون کو دیکھ دمشق و اشبیلیہ یاد آجاتے تھے، عربی جوہر قابل کو اپنی تہذیب پھیلانے اور اپنی قابلیت دکھانیکے لئے بلرمو سے بہتر کوئی میدان نہین ملا تھا،

چند مہینون کے قبضے کے بعد یہ معلوم ہوتا تھا، کہ بلرمو ہمیشہ ہی سے مسلمانون کے قبضہ مین چلا آتا ہی، وقت و موقع کے لحاظ سے بلرمو ایک طاقتور اسلامی دار السلطنت بننے کے لئے نہایت موزون تھا، یہین ایسی سلطنت کی داغ بیل پڑی کہ جس سے زمانہ آئندہ مین دنیاے مسیحی کی سب سے بڑی سلطنتون کی تہذیب متاثر و مستفیض ہونے والی تھی، (ج ۲ ص ۲۴)

فوجی پیشقدمیون کا آغاز اور میدانِ قصریانہ کی معرکہ آرائیان

محمد بن عبد اللہ والیِ صقلیہ کامل دو سال تک تشکیلِ حکومت اور ملکی نظم و نسق مین مصروف رہا جب حکومت کی تمام چولین اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئین تو پھر فوجی پیشقدمیون کے سلسلہ کا آغاز ہوا،

مسلمانون کی پچھلی ہزیمت کا سلسلہ قصریانہ سے شروع ہوا تھا، اور شدید محاصرہ کے باوجود وہ مفتوح نہ ہو سکا تھا، علاوہ ازین اس وقت اسلامی حدودِ حکومت سے صقلیہ کے اہم شہرون مین سب سے قریب مرکزی شہر بھی تھا، اس لئے فوجی پیشقدمی کا آغاز بھی یہین سے کیا گیا، اور سنہ ۲۱۹ھ ۸۳۴ء مین اسلامی لشکر قصریانہ پہنچا، رومیون نے شہر سے نکل کر قصریانہ کے سامنے میدان مین صف آرائی کی، اس وقت دونون فوجین کامل دو سال تک آرام کرنے کے بعد میدان مین اتری تھین، اس لئے دل کھول کے لڑین، بالآخر نہایت سخت کشت و خون کے بعد رومیون کو پسپا ہونا پڑا، اور ہزیمت خوردہ فوج قلعہ مین پناہ گزین ہو گئی اور شہر کے دروازے بند ہو گئے،

مسلمانون نے شہر کا محاصرہ کر لیا، قصریانہ کے قدرتی فوجی استحکام ایسے نہ تھے کہ محاصرین انھین نقصان پہنچا کر شہر پر قبضہ کر سکتے، ایک زمانہ تک محاصرہ کئے ہوئے پڑے رہے، جب فصلِ بہار آئی تو رومیون نے خود پیشقدمی کی اور شہر سے نکل کر میدان مین صفین جمائین، دونون مین دوبارہ مقابلہ ہوا اور اس مین بھی مسلمان ہی فتحیاب ہوئے[1]

اس جنگ کے بعد غالباً اسلامی لشکر بلرم لوٹ آیا، اور اس کے بعد ہی دوسرے سال سنہ ۲۲۰ھ ۸۳۵ء مین پھر ایک عظیم الشان لشکر قصریانہ روانہ ہوا اس کی کمان خود والیِ صقلیہ محمد بن عبد اللہ کے ہاتھ مین تھی، رومی بھی اوسی حیثیت کے ساز و سامان کے ساتھ باہر نکلے، دونون فوجین صف آرا ہو گئین، اور ایک خونریز جنگ کے بعد رومیون کو اس مرتبہ بھی پسپا ہونا پڑا، اسی گھمسان کی جنگ مین مجاہدین رومیون

---

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۲۳۸،

کے لشکرگاہ تک پہنچ گئے، وہ بدحواس ہوکے قلعہ مین بھاگ گئے، لشکرگاہ کا سارا خیمہ و خرگاہ و ساز و سامان مجاہدین کے ہاتھ آیا، اور اتفاق سے اسی دار و گیر مین قصریانہ کے کسی معزز بطریق کی بیوی اپنے بچے سمیت مسلمانون کے ہاتھ اسیر ہوگئی، اور لشکر بلرم واپس چلا آیا[1]

اس عہد مین رومی صقلیہ کی حالت اور مسلمانون کے نقشۂ جنگ مین تبدیلی،

والی صقلیہ کو قصریانہ کی ان تاختون سے ایک اہم تجربہ حاصل ہوا، وہ یہ کہ اب صقلیہ کی اسلامی حکومت کو اسقدر استحکام حاصل ہوگیا تھا، کہ یہان کوئی دوسری ایسی منظم طاقت باقی نہین رہ سکتی، جو اپنا نظام قائم رکھ کر کسی چھوٹے سے علاقہ کو بھی حدودِ حکومت قرار دے سکے، اور کسی باضابطہ قانونی حکومت کا سکّہ روان رکھے، کیونکہ اب صورتِ حال یہ پیدا ہوگئی کہ صقلیہ کے ہر بڑے شہر مین ایک حکومت قائم تھی اور ہر شہر اپنی اپنی حفاظت کا واحد ذمہ دار تھا، صرف دارالحکومت سرقوسہ مین حکومت بیزنطی برائے نام قائم تھی اور رومی گورنر وہین قیام پذیر تھا، لیکن یہان کے ہر ایک شہر مین کچھ قدرتی حفاظت کے سامان اور کچھ مختلف فاتح قومون کے جنگی استحکامات ایسے تھے کہ رومی سالہا سال تک قلعہ بند رہ کر منظم سے منظم طاقت کا مقابلہ کر سکتے تھے، اسلئے اس صورتِ حال کے قائم ہوجانے کے باوجود شہرون کا مفتوح ہونا آسان نہ تھا، جب مسلمانون نے یہ حالت دیکھی تو اپنے نقشۂ جنگ مین تبدیلی پیدا کی، اور ایک جدید حکمتِ عملیہ اختیار کی، کہ وہ اپنی بے پناہ فوج کو پورے جزیرہ مین مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک جہان چاہتے بھیج دیتے، اور جس شہر کا محاصرہ کرنا چاہتے کر لیتے، جب جنگ کا یہ نقشہ قائم ہوا تو لشکرِ اسلام کے سامنے پورے جزیرہ مین بجز اتفاقی حوادث کے کوئی قوت سدِّ راہ نہین ہوتی، وہ جہان چاہتے چلے جاتے، اور جس علاقہ کو چاہتے زیر کرتے، لیکن جب کسی شہر کے محاصرہ کی نوبت آتی، تو وہان کے رومی باشندے قلعہ سے نکل کے جم کر مقابلہ کرتے،

---

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۲۳۸ و تاریخ مغرب ابن عذاری ترجمہ ص ۱۴۱،

چنانچہ محمد بن عبد اللہ والی صقلیہ اسی حکمت عملی پر گامزن ہو گیا، گویا بہ الفاظ دیگر صقلیہ کے تمام زرخیز علاقے اس کے دسترس مین تھے، تمام دیہی آبادیان اسکے زیر حکم تھین جن پر وہ اپنی معمولی تاختون کے بعد سالانہ خراج بھی آسانی سے وصول کرلیتا،

چنانچہ صقلیہ مین اس کے بعد یہی صورت حال قائم ہوگئی، کہ اسلامی حدود حکومت کے باہر جا بجا مختلف سمتون مین فوجی دستے روانہ کئے جاتے، اگر وہ جزیہ بطور خراج دینا منظور کرتے تو انھین امان ملتی، اور اگر مقابلہ کرتے، تو بزور شمشیر زیرنگین کئے جاتے، اسی کے ساتھ اگر کسی شہر کا محاصرہ کیا جاتا، اور شہر مفتوح ہو جاتا، لیکن اثنائے فتح مین زیادہ دشواریان پیش آتین تو حسب ضرورت شہر کے فوجی استحکامات کو منہدم کر دیا جاتا، اور باشندگان شہر کو پر امن شہری کی حیثیت سے زندگی بسر کرنے پر مجبور کیا جاتا،

چنانچہ محمد بن عبد اللہ کے عہد حکومت سے اسی قسم کا سلسلہ تقریباً ربع صدی تک جاری رہا، اور آیندہ صفحات مین اسی کی تفصیل نظر آئے گی،

نواح طبرمین پر فوج کشی، اسی حکمت عملی کے بموجب محمد بن عبد اللہ نے ۲۲۰ھ ۸۳۵ء مین قصریانہ سے مراجعت کے بعد بلرم سے دور افتادہ ایک اہم شہر طبرمین کے مضافات پر تاخت کرنے کیلئے ایک لشکر مرتب کیا، سپہ سالاری کے عہدہ پر محمد بن سالم سرفراز تھا، اور اسی کی کمان مین یہ لشکر طبرمین کے نواح مین روانہ کیا گیا، طبرمین کے متعلق بتایا جا چکا ہے، کہ یہ صقلیہ کے مشرقی ساحل پر لب سمندر آباد تھا، اس کے آس پاس کی سرزمین نہایت زرخیز تھی، اور نہایت اچھی زراعت ہوتی تھی، امیر محمد بن سالم کی تاخت اسی نواح مین جاری ہوئی، اور اسکو ان تمام مہمون مین نہایت اچھی کامیابی حاصل ہوئی، اور مال غنیمت کا وافر حصہ اسلامی لشکر مین جمع ہو گیا،

اسلامی سپہ سالار کا قتل لیکن امیر محمد بن سالم کی مہمین جاری تھین کہ اسلامی لشکر مین اختلاف برپا ہو گیا، اور ایک جماعت سپہ سالار کی مخالفت پر آمادہ ہو گئی، اور موقع پا کر اس کو قتل کر ڈالا، قاتلون

کی یہ ناسزاوار حرکت حد درجہ قابلِ گرفت تھی، پھر اس شوریدہ سر جماعت سے اس سے بھی زیادہ ننگِ اسلام حرکت یہ سرزد ہوئی کہ پاداشِ عمل کے خوف سے اسلامی لشکر کے خیمہ سے فرار ہو گئی، اور رومیون کے کیمپ مین پناہ لیلی[1]،

افریقیہ سے سپہ سالار کی آمد

جب محمد بن سالم کی شہادت کی خبر افریقیہ پہنچی۔ تو زیادۃ اللہ والیِ افریقیہ نے اس کے بجائے فضل بن یعقوب کو اس عہدہ پر سرفراز کر کے ایک لشکر کے ساتھ صقلیہ روانہ کیا[2]

نواحِ سرقوسہ پر متعدد فوج کشیان

فضل بن یعقوب کو آتے ہی نواحِ سرقوسہ کی مہم سپرد ہوئی، وہان پہنچ کے اس کے قرب و جوار مین مختلف مقامات پر چھاپے مارے، اور کثیر مالِ غنیمت لیکر بلرم واپس آگیا،

لشکر کی مراجعت کے بعد اسی سال ۲۲۳ھ ۸۳۵ء مین ایک دوسرا لشکر اسی نواح مین روانہ ہوا اس کی کمان خود والیِ صقلیہ محمد بن عبد اللہ کے ہاتھ مین تھی، چنانچہ یہ لشکر سرقوسہ کے نواح مین پہنچا، اور اس کے قرب و جوار کے متعدد قلعون پر چھاپے مارے، اور جو کچھ ملا مالِ غنیمت کے طور پر قبضہ کر لیا،

باشندگانِ سرقوسہ کا جوابی حملہ

نواحِ سرقوسہ مین مسلمانون کے ان دونون پے در پے حملون نے اس علاقہ مین عام تباہی

---

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۲۳۹، مسٹر اسکاٹ نے غلطی سے اس واقعۂ قتل کو محمد بن سالم کے بجائے ابو فہر محمد بن عبد اللہ کی طرف منسوب کر دیا ہو، یہ صحیح نہین ہے، ابن اثیر کے اصل الفاظ یہ ہین، ثم سیر محمد بن عبد اللہ عسکرا الی ناحیۃ طبرمین، علیہم محمد بن سالم۔

[2] ہم اس سے پیشتر سول و فوجی صیغون کے جداگانہ نظام قائم ہونے کا تذکرہ کر آئے ہین، کہ اب سپہ سالار کا تقرر بھی بالعموم افریقیہ ہی سے ہونے لگا، چنانچہ محمد بن سالم کی وفات کے بعد فضل بن یعقوب کا یہ تقرر اسی حیثیت سے عمل مین آیا، ابن اثیر کے اصل الفاظ یہ ہین، فقتلوہ ولحقوا بالروم فارسل زیادۃ اللہ من افریقیۃ فضل بن یعقوب عوضا منہ،

پھیل گئی اور سرقوسہ کی شہری فوج مجبور ہو کے میدان مین نکل آئی، چنانچہ جب مجاہدین مال غنیمت سے لدے پھندے بلرم واپس جارہے تھے، تو دوسری طرف سے رومی لشکر نمودار ہوا، اسکی کمان خود بطریق صقلیہ کے ہاتھ مین تھی، جو حکومت بزنطی کی طرف سے والیِ صقلیہ تھا،

مسلمانون کی ایک کامیاب جنگی حکمت عملی،

مسلمانون نے اس موقع پر ایک جنگی حکمت عملی اختیار کی، اتفاقِ وقت سے دونون فوجون کا آمنا سامنا ایسے مقام پر ہوا کہ مسلمانون کے سامنے ایک وسیع رقبہ مین گھنا جنگل لگا ہوا تھا، مسلمان اسی جنگل مین گھس کے روپوش ہو گئے، یہ جنگل اسقدر گنجان اور گھنا تھا کہ رومیون کے لئے یہ قطعًا ناممکن تھا کہ وہ اس مین گھس کے مسلمانون سے فردًا فردًا نبرد آزما ہوتے، اسلئے رومیون نے وہین پر انتظار مین ڈیرے ڈالدئے،

اسی انتظار مین شام کا وقت آپہنچا، آخر پوری فوج کی فوج کبتک مسلح رہ سکتی تھی، رومی گورنر نے سہپر کے وقت اپنی فوج کو کمر کھولنے کی اجازت دیدی، اور سب لوگ غیر مسلح ہو کے ادھر ادھر پڑ رہے،

ادھر مجاہدین رومیون کی نقل و حرکت کی پوری دیکھ بھال کر رہے تھے، یہ موقع تاک کے نہایت جوش و خروش سے یکبارگی جنگل سے ٹڈی دل کی طرح رومی لشکرگاہ پر ٹوٹ پڑے، ان کے لئے یہ ناگہانی مصیبت تھی، اتنا وقفہ نہ تھا کہ مسلح ہوتے، اسی سراسیمگی مین عام بھگدڑ پڑ گئی، تشنہ لب عربی تلوارون کی سیرابی کا موقع آیا، ہزارون سورما سپاہی قتل کئے گئے، اسی اثنا مین رومی گورنر فرار ہونے کیلئے اپنے گھوڑے پر سوار ہوتا دکھائی دیا، اور ابھی چند ہی قدم جانے پایا تھا کہ نیزہ باز مجاہدین نے آلیا، اور ایسا تاک کے نشانہ لگایا کہ زخم کھا کر گھوڑے سے نیچے گرا، مسلمان جھپٹنے ہی والے تھے کہ چند جانباز رومی پیشقدمی کر گئے، اور جانون پر کھیل کر گورنر کی جان بچالی، اور اسکو گھوڑے پر لاد کے فرار ہو گئے، اور جنگل کے سامنے فوج کا جو نیا جنگل آباد ہو گیا تھا، وہ دم کے دم مین صاف ہو گیا،

اسلامی لشکر مظفر و منصور بلرم واپس آیا، رومی لشکرگاہ کے تمام خیمہ و خرگاہ اور آلات جنگ مسلمانون کے ہاتھ آئے، عرب مورخین اس واقعہ کو نہایت اہمیت دیتے ہین، اور اسکو "واقعۂ عظیمہ" سے تعبیر کرتے ہین[1]

امیر محمد بن عبداللہ کی معزولی اور اس کی جانشینی

لیکن اسکے بعد ہی محمد بن عبداللہ والی صقلیہ کو اپنے عہدہ سے دستکش ہونا پڑا، مگر افسوس نے یہ جگہ کسی غیر کے لئے نہین خود اپنے حقیقی بھائی ابوالاغلب ابراہیم کے لئے خالی کی تھی، محمد کے معزول ہونے کا سبب عرب مورخین نہین بتاتے، لیکن غالباً مسٹر اسکاٹ کا یہ بیان صحیح ہوگا، کہ صقلیہ مین قبائل کی باہمی کشمکش شروع ہوگئی تھی[2]، خصوصاً امیر محمد بن سالم کا واقعۂ قتل اس کا کچھ کم ثبوت نہین ہے، اس لئے اس وقت صقلیہ مین کسی آزمودہ تجربہ کار شخصیت کی ضرورت تھی، اور اسوقت افریقیہ مین ابوالاغلب سے زیادہ موزون کوئی دوسری شخصیت موجود نہ تھی، اس لئے اسی کا انتخاب عمل مین آیا[3]

---

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۲۳۹، ابن خلدون ج ۴ ص ۱۹۹ [2] اخبار اندلس ج ۲ ص ۲۵ [3] مسٹر اسکاٹ نے ابوالاغلب کو فضل بن یعقوب کے بجائے بتایا ہے، کیونکہ ان کے خیال مین محمد بن سالم کے بجائے محمد بن عبداللہ والی صقلیہ قتل کیا گیا تھا، فضل اسی کی جگہ پر افریقیہ سے آیا تھا، مسٹر اسکاٹ کے اس بیان کی تغلیط ہم اس سے پیشتر کر چکے ہین، فضل ابوالاغلب کے عہد مین بھی سپہ سالاری کے عہدے پر بدستور سرفراز رہا چنانچہ متعدد مہمین اس عہد مین بھی اسکی سرکردگی مین انجام پائین، ہماری عرب مورخین کو محمد بن عبداللہ اور ابوالاغلب ابراہیم بن عبداللہ کی شخصیتون مین کافی التباس ہو گیا ہے، اور بجز چند کے ہر ایک سے کچھ نہ کچھ دلچسپ غلطی ہوگئی ہے،

ابن اثیر اور اس کے متبعین ابن خلدون اور ابوالفدا، وغیرہ نے اگرچہ ۲۲۰ھ مین ابوالاغلب کے عہدۂ ولایت پر مقرر ہونے کا تذکرہ کیا ہے، لیکن جب صقلیہ مین اس کی وفات ہوتی ہے اور اس کا زمانۂ ولایت ختم ہوتا ہے تو اس کے نام کے بجائے محمد بن عبداللہ سابق والی کا نام لیتے ہین، گویا اس بیان سے محمد بن عبداللہ ۲۱۶ھ یا ۲۱۷ھ سے ۲۳۶ھ یا ۲۳۳ھ تک والی رہا، ان کا یہ دونون متناقض بیان یہ ہے، ابن اثیر نے ۲۲۰ھ

ابوالاغلب ابراہیم بن عبداللہ بن الاغلب والیِ صقلیہ (۲)

۲۲۱ھ ۸۳۵ء - ۲۳۶ھ ۸۵۰ء

افریقیہ سے ابوالاغلب کی روانگی اور ایک رومی بیڑی کا اچانک حملہ،

ابوالاغلب ابراہیم سابق والیِ صقلیہ محمد کا حقیقی بھائی تھا، یہ رمضان ۲۲۱ھ ۸۳۵ء مین افریقیہ سے روانہ ہوا، ابھی اثنائے راہ مین تھا، کہ مشکلات سے اس کو دوچار ہونا پڑا، اولاً سمندر مین اتفاقاً ایک سخت طوفان آگیا، اور اس کے جہاز کے ٹکڑے ٹکڑے اڑ گئے، اور دوسرا جہاز بدلنا پڑا، اور پھر اس مصیبت سے پوری طرح نجات حاصل نہین ہوئی تھی، کہ دوسری ناگہانی افتاد آپڑی، اور اس کے بیڑے کو رومی قزاقون کے ایک بیڑے نے اچانک آکر گھیر لیا، اور

(بقیہ حاشیہ ص ۱۷۰) کے سلسلہ مین لکھتا ہے:-

ثم ساروا سنة عشرين ومأتين و امیرهم محمد بن عبد الله الی قصریانه	پھر ۲۲۰ھ مین یہ لشکر قصریانہ روانہ ہوا، اور اس کا امیر محمد بن عبداللہ تھا،

اس کے بعد لکھتا ہے،

وسیر زیادة الله عن افریقیه الی صقلیة ابا الاغلب براهیم بن عبد الله امیرا علیها (ج ۶ ص ۲۳۹)	اور زیادۃ اللہ نے افریقیہ سے ابراہیم بن عبداللہ کو صقلیہ کا امیر بنا کے بھیجا،

اور پھر والیِ صقلیہ کی وفات کے متعلق لکھتا ہے:-

وکان الامیر علی صقلیة للمسلمین محمد بن عبد الله بن الاغلب فتوفی فی رجب سنة ست وثلاثين ومأتين فکان مقیما بمدینة بلرم لم یخرج منها انما کان اخرج الجیوش والسرایا (ج ۷ ص ۴)	اور صقلیہ کی امارت پر محمد بن عبداللہ بن اغلب سرفراز تھا، اس نے رجب ۲۳۶ھ مین وفات پائی، یہ برابر شہر بلرم مین مقیم رہا، خود کبھی فوج کے ساتھ نہین نکلا، لشکر اور فوجی دستے برابر بھیجتا رہتا تھا،

اس کے چند جہاز جلا ڈالے، اس نے ان حملہ آورون کا مقابلہ کیا، اور اس کے ایک فوجی افسر محمد بن سندی نے رومی بیڑے کا تعاقب کیا، اور رومی قزاق جان بچا کر فرار ہو گئے، محمد بن سندی ان کے تعاقب مین دور تک چلا گیا، آخر جب شب کی سیاہ چادر درمیان مین حائل ہو گئی، تو یہ سلسلہ ختم ہوا، اور والیِ صقلیہ کا بیڑا بخیر و خوبی بلرم پہنچا،

ابوالاغلب کی خود مختاری

ابوالاغلب ابراہیم نہایت ہوشمند فرمانروا تھا، زیادۃ اللہ نے اس کو اس کے بھائی محمد سے بھی زیادہ خود مختار بنا کر صقلیہ بھیجا تھا، اور گویا اوسکو صقلیہ کی عنانِ حکومت ایک مطلق العنان خود مختار فرمانروا کی حیثیت سے تفویض ہوئی تھی، اور اسی حیثیت سے اس نے زمامِ

(بقیہ حاشیہ ص ۱۷۱) ابن اثیر کے یہ سب بیانات صحیح ہین، جو کچھ غلطی ہے وہ صرف یہ کہ تذکرہ وفات مین ابوالاغلب کا نام لکھنے کے بجائے محمد بن عبداللہ کا نام لکھ گیا ہے، ورنہ ابوالاغلب کے پورے دورِ حکومت کے حالات مین وہ برابر والیِ صقلیہ کی حیثیت سے ابوالاغلب ہی کا نام لکھتا رہا ہے، اور محمد بن عبداللہ کا کسی ایک جگہ بھی تذکرہ نہین آیا ہے،

ابن عذاری کی دلچسپ غلطی دوسری ہے، وہ پہلے سنہ ۲۱۶ھ کے حوادث مین محمد بن عبداللہ کے ولایتِ صقلیہ پر مقرر ہونے کا تذکرہ کرتا ہے، لیکن اسکی کنیت کے ساتھ یعنی،

"ابو فہر صقلیہ کا والی مقرر ہوا،،

اس کے بعد سنہ ۲۱۷ھ کے حوادث مین لکھتا ہے،:-

"سنہ ۲۱۷ھ مین ابو فہر محمد بن عبداللہ تمیمی صقلیہ گیا، اور عثمان بن قرہب وہان سے بھاگ گیا،،

یہین سے اس کی غلطی شروع ہو جاتی ہے، غالباً "ابو فہر کی کنیت یا محمد بن عبداللہ تمیمی" کے نام سے افریقیہ کا کوئی دوسرا قائد تھا اور وہ افریقیہ کی بغاوتون کے فرو کرنے پر مامور ہوا، اسی کو اس نے صقلیہ کی طرف منت کر دیا ہے، ورنہ ابھی تک صقلیہ مین "عثمان بن قرہب" نامی کوئی شخص روشناس نہین ہوا تھا، لیکن ابن عذاری نے ان دونون شخصیتون مین التباس پیدا کر دیا، اور محمد بن عبداللہ کو سنہ ۲۱۷ھ سے سنہ ۲۱۹ھ تک افریقیہ کی بغاوتون مین

حکومت سنبھالی،

بحری حملہ کا آغاز اور اس کے وجوہ

ابو الاغلب نے اثنائے سفر مین رومی قزاقون کی حملہ آوری سے متاثر ہو کر عنانِ حکومت سنبھالتے ہی سب سے پہلے بحری تیاری شروع کی، تاکہ اولاً صقلیہ کے ساحلی علاقہ پر جو رومی قزاقون کے بیڑے منڈلا رہے ہین، ان کا خاتمہ کرے، علاوہ ازین اس بحری حملہ سے اس نتیجہ تک پہنچا، کہ بحرِ روم کے اون تمام جزائر کو جو صقلیہ و افریقیہ کے درمیان واقع ہین، اسلامی حکومت کے زیر اقتدار رہنا چاہئے، تاکہ ان دونون ممالک مین رسل و رسائل اور آمد و رفت مین اس قسم

(بقیہ حاشیہ ص ۱۷۲) مشغول دکھایا ہے، حالانکہ افریقیہ کی بغاوتون مین سنہ ۲۱۷ھ سے سنہ ۲۱۹ھ تک جو شخص مشغول رہا ہے، وہ ابو فہر یا محمد بن عبد اللہ تمیمی ہے، ورنہ محمد بن عبد اللہ بن اغلب تو اس پورے دور مین افریقیہ کے بجائے صقلیہ مین موجود تھا،

اس کے بعد ابن عذاری سنہ ۲۲۰ھ کے حوادث مین لکھتا ہے، :-

"اسی سال صقلیہ کے امیر محمد بن عبد اللہ بن اغلب نے فوجکشی کی"

اور پھر ابو الاغلب کی ولایت کا تذکرہ اسی ذیل مین یون کرتا ہے، :-

"اسی سال ابن اغلب صقلیہ کا امیر ہو کر ماہ رمضان مین وہان کے صدر مقام بلرم پہنچا"

ابن عذاری کے یہ دونون بیانات اپنی اپنی جگہ صحیح ہین، لیکن تاریخ ابن عذاری کے اردو کے مترجم مولوی محمد جمیل الرحمن ایم اے نے سنہ ۲۱۷ سے سنہ ۲۱۶ تک کے حوادث افریقیہ اور ابن عذاری کے اسی تسامح کی وجہ سے اس عبارت مین "ابن اغلب" کے پہلے "محمد بن عبد اللہ" توسین مین بڑھا دیا ہے، یہ صحیح نہین ہے، اسکی بجائے (ابراہیم بن عبد اللہ) ابن اغلب ہونا چاہئے تھا، کیونکہ "ابن اغلب" سے ابن عذاری کی مراد ابو الاغلب ابراہیم بن عبد اللہ ہی ہے، چنانچہ اس کے بعد اسکے عہدِ حکومت تک والیِ صقلیہ کا جہان تذکرہ آیا ہے، اس نے "ابو الاغلب" ہی لکھا ہے، ملاحظہ ہو حوادث سنہ ۲۲۳ھ اور اسی طرح اس کی وفات کے متعلق حوادث سنہ ۲۳۶ھ مین لکھتا ہے :-

"ابو الاغلب ابراہیم بن عبد اللہ بن اغلب صاحب صقلیہ کی وفات پر اہل صقلیہ نے عباس بن فضل کو امیر بنا لیا"

کے مشکلات وموانع پیش نہ آئین،

سب سے پہلی بحری جنگ

چنانچہ اس نے سب سے پہلے ایک عظیم الشان بیڑا تیار کرکے اپنے اوسی حملہ آور بیڑے کے تعاقب مین روانہ کیا، اسلامی بیڑا کچھ دور نکلا تھا کہ وہ بیڑا نظر آ گیا، اور بحری جنگ شروع ہوگئی، یہ اسلامی بیڑا اوس عہد تک کے ترقی یافتہ ساز وسامان سے آراستہ تھا، چنانچہ ناریونانیہ سے جس سے دشمنون کے جہازون اور قلعون پر آگ برساتے تھے، آتش باری کی گئی، رومی بیڑا تاب مقاومت نہ لایا، اور مسلمانون کے ہاتھ گرفتار ہو گیا اور اسلامی بیڑا مظفر وفتحیاب صقلیہ واپس آیا، ابو الاغلب

(بقیہ حاشیہ ص ۱۷۳) اس لئے ابن عذاری کو اگرچہ محمد بن عبد اللہ اور ابراہیم بن عبد اللہ ان دونون بھائیون کے نام مین التباس نہین ہوا ہے اور اپنی اپنی جگہ اس نے ان دونون کا صحیح صحیح تذکرہ کیا ہے، تاہم محمد بن عبد اللہ کا نام افریقیہ کے دوسرے قائد کے نام سے ملتبس ہو گیا ہی،

ابن اثیر اور ابن عذاری کیطرح دوسرے عرب مورخین سے بھی کچھ نہ کچھ تھوڑی بہت غلطی ہو گئی ہی لیکن ہم طول بیان کیوجہ سے سب کو نظر انداز کرتے ہین، البتہ ان تمام عرب مورخین مین سب سے صحیح بیان کتاب الحلة السیراء کا ہی، اسمین خانوادہ اغالبہ کے تفصیلی شجرۂ نسب کی تحقیق کیگئی ہی، اسمین یہ دونون شخصیتین عبد اللہ کے دو لڑکون کی حیثیت سے جدا جدا ہین پہلے محمد کے سنہ ۲۱۷ھ مین صقلیہ کے والی ہونے کا ذکر ہی، پھر ابراہیم کی ولایت صقلیہ کا تذکرہ کیا گیا ہی، اور اسی کے طویل عہد حکومت کا خاص طور پر بتصریح ذکر ہے، اور یہی بیان مورخین کی تمام التباسات کی حقیقت کھول دیتا ہی، (الحلة السیراء در اماری ۳۳۱) ان سطور کو لکھنے کے بعد ایک جدید الشیوع "کتاب اعمال الاعلام فیمن بویع قبل الاحتلام" کا اقتباس نظر سے گذرا، اس بیان سے صاحب الحلة السیراء کے بیان کی پوری پوری تائید ہوتی ہے وہ لکھتا ہی،

ولی زیادة الله بن ابراهیم) ابن	امیر زیادة اللہ بن ابراہیم نے اپنے
اخیه لبا الاغلب ابن عبد الله بن	بھتیجے ابو الاغلب بن عبد اللہ کو صقلیہ
ابراهیم علی صقلیة .... فوصل الی صقلیه	کا والی بنایا .... وہ ماہ رمضان سنہ ۲۲۱ھ مین
فی شهر رمضان سنة احد وعشرین	صقلیہ پہنچا،
ومائتین (یادگاری مضامین اماری ج ۲ ص ۴۷۱)	

نے جوش انتقام مین تمام اسیر قزاقون کی گردنین اوڑا دین[1]،

جزائر پر حملے رومی بیڑے سے انتقام لینے کے بعد اوس نے اُن جزائر پر توجہ کی، جو افریقیہ اور صقلیہ کے درمیان واقع تھے، چنانچہ سب سے پہلی نظر انتخاب جزیرہ قوصرہ پر پڑی، یہ جزیرہ افریقیہ اور صقلیہ دونون کے وسط مین واقع تھا، یہ اس سے پہلے بھی مسلمانون کے قبضہ مین رہ چکا تھا، اور امیر معاویہ کے عہد سے خلیفہ عبدالملک بن مروان کے زمانہ تک اس پر اسلامی پرچم لہراتا رہا[2]، اب سنہ ۲۲۱ھ ۲۳۵ھ مین صقلیہ سے یہ بیڑا روانہ ہوا، اور ساحل قوصرہ سے کچھ دور ہی پر ایک رومی بیڑا نظر آیا، جو فوراً گرفتار کر لیا گیا، اس بیڑے مین بہت سے رومی سپاہی سوار تھے، انھی کے ساتھ افریقیہ کا ایک جانا پہچانا عیسائی بھی تھا، سب گرفتار کر کے صقلیہ لائے گئے، اور ان سب کی گردنین بھی اوڑا دی گئین

جزائر پر قبضہ اس کے بعد اسی سال ابوالاغلب نے جزیرہ کی ایک اندرونی مہم سے فارغ ہو کر ایک دوسرا جنگی بیڑا صقلیہ کے قرب و جوار کے تمام جزائر پر قبضہ کرنے کے لئے روانہ کیا، اس مہم مین بحر روم کے متعدد اہم جزیرے خاصی تعداد مین زیر اقتدار آئے اور اسلامی بیڑا مال غنیمت سے لدا پھندا بخیر و خوبی واپس آگیا،

بحر روم پر اقتدار اس کے بعد ایک ایسے وقت مین جب ایک اندرونی جنگ مین مسلمانون کو شکست نصیب ہو چکی تھی، ایک بحری جنگ مین نہایت اہم کامیابی حاصل ہوئی، اور مسلمانون نے رومیون کے ۹ عدد بڑے بڑے جنگی جہاز مع سپاہیون کے گرفتار کر لئے[3]، اور اسی بحری جنگ سے رومی جہازون سے سمندر کی سطح صاف ہو گئی، اور بحر روم مین رومیون کی بحری قوت کا گویا اس وقت تک کیلئے خاتمہ ہو گیا، جبتک کہ قسطنطنیہ سے نئے جنگی بیڑے نہ آجاتے،

---

[1] اعمال الاعلام دریادگاری مضامین ج ۲ ص ۱۷۴، البیان المغرب (ترجمہ) ص ۲۴۲ و ابن اثیر ج ۶ ص ۲۳۹ و ابن خلدون ج ۴ ص ۱۹۹، بعض مورخین اسکی آمد سنہ ۲۲۰ھ مین لکھتے ہین، [2] معجم البلدان ج ۷ ص ۱۰۲ [3] ابن اثیر ج ۶ ص ۲۴۰،

ان جزائر کے مفتوح ہونیکو بھی بعض یورپین مورخین عجب انداز مین بیان کرتے ہین کہ "قرب وجوار کے جزائر جو اب تک صقلیہ کی سی حالت کو نہین پہنچے تھے، جنگل و بیابان بنا دیئے گئے"

لیکن سسلی کی پوری قدیم تاریخ شاہد ہے کہ یہ جزائر بالعموم اسی طاقت کے زیر اثر رہے، جو صقلیہ مین فرمانروا رہی اور جب صقلیہ مین دو دو حکومتین قائم ہین۔ تو مشرقی ساحل کی حکومت بحر روم کے مشرقی جزائر پر قابض رہی، اور مغربی ساحل کی حکومت مغربی جزائر پر حکمرانی کرتی رہی، اسلئے جب صقلیہ مین اسلامی حکومت کو اقتدار حاصل ہوا تو ایک نہ ایک دن جزائر کو بھی تبعاً زیر نگین ہونا تھا، اور مسلمانون نے کوئی ایسا اقدام نہین کیا، جو اس سے پہلے نہین کیا جا چکا ہے، انھون نے اپنے پیشرو حکمران سلطنتون کے نقش قدم کی پوری پوری پیروی کی،

جزیرہ مین پیشقدمیان

ابو الاغلب نے اس بحری مہم کے ساتھ ساتھ اندرون صقلیہ کی طرف بھی توجہ کی، چنانچہ قوصرہ سے اسلامی بیڑے کی واپسی کے بعد اسی سال ۲۲۱ھ ۸۳۵ء مین کوہ آتش فشان اٹنا کے نواح مین ایک فوج روانہ کی، جس نے متعدد قلعون پر قبضہ کر لیا، اور پھر کثیر مال غنیمت کے ساتھ بلرم لوٹ آئی،

اسکے بعد پھر اسی نواح مین دوسری مرتبہ فوجکشی کی گئی، اور اسمین اس نواح کے کچھ اور قلعے زیر کئے گئے، اور اس مرتبہ بھی کثیر مال غنیمت ہاتھ آیا، اور فوج منظفر و منصور بلرم واپس آگئی،

یہ علاقہ ان پے درپے حملون مین بہت کچھ تباہ و برباد ہوا، کیونکہ قلعون اور دیہی آبادی کے رومیون نے اسلامی لشکر سے مقابلہ کیا، اور اسی پاداش مین ان کو سخت سے سخت سزائین بھگتنی پڑین، چنانچہ پہلے حملہ مین ایک وسیع علاقہ کی ہری بھری کھیتی برباد کر دی گئی تھی، اور پھر اس دوسری مہم مین ان کے مصائب اور زیادہ دردناک ہو گئے، مال و دولت کا ایک وافر حصہ انکے ہاتھ سے ضائع ہونے کے علاوہ مسلمانون نے اس نواح کے ہزارون باشندون کو گرفتار کر لیا، جو نہایت

سستے سستے دامون پر بلرم وغیرہ مین فروخت کیے گئے،

نواحِ کوہِ اٹنا کی بربادی کے بعد ایک غیر معروف مقام قسطلیاسہ کی طرف فوج کشی کی گئی، فوج کا یہ دستہ عبد السلام بن عبد الوہاب کی زیرِ سرکردگی تھا، حملہ آورون کو یہان نمایان کامیابی حاصل ہوئی، اور مالِ غنیمت اور بہت سے قیدی ہاتھ آئے، لیکن واپسی کے وقت کسی طرف سے کوئی رومی لشکر نکل آیا، اور معمولی آویزش کے بعد مسلمانون نے شکست کھائی، اور امیرِ لشکر رومیون کے ہاتھ گرفتار ہوگیا، جسکو بعد مین فدیہ دیکر رہا کرایا گیا،[1]

محاصرۂ قصریانہ

اس کے بعد ۲۲۲ھ ۸۳۶ء مین اسلامی لشکر پھر بلرم سے روانہ ہوا، اور قصریانہ کے دامن مین خیمہ زن ہوگیا، رومی شہر سے باہر نکلے، اور دونون فوجین صف آرا ہوئین، اور گھمسان کی لڑائی شروع ہوگئی، مگر یہ تجربہ بھی حوصلہ شکن ثابت ہوا، اور مسلمانون کو سخت ہزیمت اوٹھانی پڑی، اور مسلمان نبرد آزما بہادرون کی ایک جماعت کام آئی، لیکن اس شکست کے باوجود اسلامی لشکر محاصرہ سے دستبردار نہین ہوا، اور پراگندہ جمعیت یکجا کرکے محاصرہ جاری کردیا،

حوالی شہر پر قبضہ اور مصالحت

اسی حالتِ محاصرہ مین ایک طویل مدت گذر گئی، اور جاڑون کا موسم آگیا، اتفاقاً ایک دن اندھیری رات مین ایک مسلمان سپاہی نے ایک رومی کو شہر کی طرف جاتے دیکھا، مسلمان سپاہی خاموشی سے اس کے پیچھے پیچھے چلا گیا، اور فصیل کے قریب پہنچ کر اس کو ایک مخفی راستہ سے شہر مین داخل ہوتے دیکھا، اور واپس آکر اس واقعہ کی اطلاع اپنے امیرِ لشکر کو دی، جس نے اوسی وقت فوج کو تیاری کا حکم دیا، اور پوری فوج اسی مسلمان سپاہی کی رہبری مین روانہ ہوئی، اور اسی مخفی راستہ سے سب لوگ فصیل کے پار ہوگئے، اور پہنچتے ہی نعرۂ تکبیر مارا، اور ربض شہر پر قابض ہوگئے، جو اندرون شہر اور بیرونی فصیل کا درمیانی حصہ تھا، لیکن اس کی فتح قصریانہ کی فتح نہین تھی،

---

[1] ابن عذاری مین یہ واقعہ سنہ ۲۲۳ھ مین مذکور ہے،

رومی فوج شہر مین محصور ہوگئی، اس کی فصیل بھی کسی مستحکم قلعہ کی فصیل سے کم نہ تھی، لیکن جب ربض شہر مسلمانون کے قبضہ مین آچکا تھا، تو اندرون شہر مین کبتک قلعہ بند رہ سکتے تھے، اس لئے طالب امان ہوئے، اور امیرِ لشکر نے ان کو امان دی، اور اس کے معاوضہ مین بہت کچھ مال و دولت ہاتھ آیا، اور لشکرِ اسلام بلرم واپس چلا آیا،

جفلوذی کا محاصرہ اور بیزنطی بیڑے سے مقابلہ

مہمِ قصریانہ کے بعد اسلامی لشکر نے سنہ ۲۲۳ھ ۸۳۷ء مین ایک ساحلی شہر جفلوذی کا محاصرہ کیا، لیکن اسی اثنا مین حکومت بیزنطی کا ایک عظیم الشان بیڑا قسطنطنیہ سے آکر ساحل پر لنگر انداز ہوگیا، اسلامی لشکر جفلوذی کا محاصرہ اٹھا کر اس تازہ دم رومی لشکر کو روکنے کیلئے روانہ ہوگیا، اور دونون فوجون مین کشت و خون کا بازار گرم ہوگیا،

والیِ افریقیہ زیادۃ اللہ کا انتقال،

اسی اثنا مین مسلمانانِ صقلیہ پر ایک ناگہانی افتاد پڑی یعنی بروز سہ شنبہ ۱۴ رجب سنہ ۲۲۳ھ ۸۳۷ء کو افریقیہ و صقلیہ کا بیدار مغز فرمانروا زیادۃ اللہ بن ابراہیم کا دار الحکومت قیروان مین انتقال ہوگیا،

والیِ افریقیہ کے انتقال سے صقلیہ مین سراسیمگی

اس حادثہ کی خبر سے مسلمانانِ صقلیہ پر ایک بجلی گر پڑی، اور حالتِ اضطراب مین فوجکشی چھوڑ کر بلرم مین سراسیمہ ہوکر بیٹھ رہے، یہ وقت مسلمانانِ صقلیہ کے لئے نہایت نازک تھا، سنہ ۲۲۱ھ ۸۳۵ء کے بعد سے مسلمانون کو افریقیہ سے کوئی کمک نہین پہنچی تھی، اور اس وقت سے اس وقت تک متعدد معرکۃ الآرا لڑائیان ہوچکی تھین، اور فوراً رومیون کا زبردست تازہ دم لشکر قسطنطنیہ سے آیا تھا، اس لئے ایسے نازک موقع پر ایک ایسے فرمانروا کا سانحۂ ارتحال، جو خود حملۂ صقلیہ کا بانی تھا، نہایت اندوہگین ثابت ہوا، کہ معلوم نہین افریقیہ کا نیا فرمانروا بھی ان بحری مہمون سے ویسی ہی دلچسپی لیتا ہے، جیسی کہ زیادۃ اللہ کو تھی، یا جدید والی کوئی نئی حکمتِ عملی اختیار کرتا ہے،

زیادۃ اللہ کا زمانہ اور جانشینی

زیادۃ اللہ نے ۲۱ سال ۷ مہینہ حکومت کی، اور خلیفہ معتصم عباسی کے عہد مین ۵۱ سال ۹ ماہ اور ۸ دن کی عمر مین انتقال کیا، اور اس کے بجائے اس کا بھائی ابو عقال اغلب بن ابراہیم بن اغلب افریقیہ کی ولایت پر سرفراز ہوا،[1]

ابو عقال اغلب بن ابراہیم بن اغلب والی افریقیہ،

۲۲۳ھ؁ ۸۳۷ء – ۲۲۶ھ؁ ۸۴۰ء

صقلیہ مین عام بغاوت

ابو عقال والی افریقیہ عنان حکومت سنبھالتے ہی افریقیہ کے نظم و نسق مین ایسا مشغول ہوا، کہ صقلیہ کی طرف کوئی توجہ نہ کر سکا، اور زیادۃ اللہ کی وفات کا صقلیہ پر جو گہرا اثر پڑا تھا، ابو عقال کی عدم توجہی سے اوس کو مزید تقویت پہنچ گئی،

اور اس لئے مسلمانان صقلیہ مین زیادۃ اللہ کی وفات سے عام سراسیمگی پھیلنے، اور ابو عقال کی غفلت سے بزنطی بیڑے کے مقابلہ مین افریقیہ سے کسی کمک کے نہ آنے سے اولاً تو مسلمانان صقلیہ کی پیشقدمیان ملتوی ہوگئین، دوسرے ان حالات سے صقلیہ کے رومیون نے فائدہ اوٹھایا، اور اسلامی حکومت سے سرکشی کرکے اکثر جگہ علم بغاوت بلند کر دیا،

افریقیہ سے کمک اور صقلیہ مین امن و امان

لیکن یہ حالت کچھ زیادہ دنون تک قائم نہین رہی، ابو عقال نے افریقیہ کے معاملات سے فرصت پاتے ہی صقلیہ کی طرف توجہ کی، اور ۲۲۴ھ؁ ۸۳۸ء مین ایک عظیم الشان کمک روانہ کی، اس لشکر کے ساحل پر قدم رکھتے ہی حالات بدلنے لگے، اور اس کمک کی خبر جزیرہ مین جیسے ہی پھیلی، اس کا فوری اثر یہ ظاہر ہوا، کہ وہ تمام قلعہ نما شہر جو موقع پاکر سرکش ہوگئے تھے، طالب امان ہوئے، اور ۲۲۵ھ؁ ۸۳۹ء مین ان سب پر پھر سے اسلامی پرچم لہرانے لگا، ان مین سے

---

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۵۰، ابن خلدون ج ۴ ص ۲۰۰، ابن عذاری (ترجمہ اردو) ص ۱۴۲، ۱۴۳۔

قلعہ بلوط، ابلاطنو، قرلیون، اور مرو وغیرہ کے نام تاریخون مین مذکور ہین۔

جنوبی اٹلی یہ قلعے زیر نگین ہو رہے تھے کہ اسی سال ۲۲۵ھ / ۸۳۹ء مین اتفاقاً ابو الاغلب کو بیرون جزیرہ کی سیاسیات مین الجھ جانا پڑا، صقلیہ کے شمال مین آبنائے مسینا کے اس پار جنوبی اٹلی کی جو جغرافیانہ حیثیت ہے، وہ اس سے پہلے گذر چکی ہے، اس وقت یون تو یہان چھوٹی چھوٹی متعدد خود مختار حکومتین قائم تھین، لیکن اگر ان کو عمومی حیثیت سے تقسیم کیا جائے تو شاہزادگان لمبارڈیں سے بینیونٹم (BENEVENTUM) زیادہ تر اٹلی کے جنوبی حصہ پر حکمران تھے، اور پھر نیپلیس، گے اٹیا، سارینٹو، اور املیفی کی چھوٹی چھوٹی خود مختار ریاستین الگ الگ قائم تھین، نیز حکومت بیز نطی قسطنطنیہ کے قبضہ مین بھی ملک کا ایک حصہ تھا، مسٹر الیور تھیچر پی ایچ ڈی نے ایک سلسلۂ بیان مین اس عہد کے اٹلی کی سیاسی حالت کا اجمالی تذکرہ کیا ہے، یہی حالات اس وقت سے جب کہ مسلمانون کا اٹلی سے تعلق پیدا ہوا، اور اُس وقت تک جب یہ سلسلہ منقطع ہو گیا، یہان قائم رہے، اس لئے اس کو ذیل مین نقل کیا جاتا ہے، جس سے یہان کی سیاسی حالت کا ایک عام خاکہ سامنے آجاتا ہے، وہ لکھتے ہین :-

" نوین صدی کے وسط مین اہل اسلام سسلی پر قابض ہو گئے تھے، اور اصلی اٹلی کے بعض مقامات بھی ان کے تصرف مین آگئے تھے، (جس کا تفصیلی تذکرہ آیندہ صفحات مین آتا ہے) جنوبی اٹلی کا اہم حصہ اب تک شہنشاہ قسطنطنیہ کے زیر نگین تھا، اور اسی کے عمال اس پر حکمران تھے، مشرقی ساحل پر اس کے یہ علاقے شمالاً کوہ گارگنو تک پھیلے ہوئے تھے، اور مغرب مین سلرنو تک اس علاقہ کے شمال مین بعض خود مختار یا نیم خود مختار ریاستین قائم تھین، مثلاً سلرنو، اما لفی، نیپلس، کیپوا، بینیونٹم، اور اسپولیٹو وغیرہ جن پر اب تک (یعنی عہد اسلامی کے آخر تک) نہ شہنشاہ جرمنی کا قبضہ ہونے پایا تھا، نہ شہنشاہ یونان کا، ان ریاستون کے والی یا تو باہم جنگ آزمائی

ابن اثیر ج ۶ ص ۳۵۰ و ابن خلدون ج ۴ ص ۲۰۰ وغیرہ

کرتے رہتے تھے، اور یہ اپنے ہمسایہ یونانیون اور مسلمانون سے معروف پیکار رہتے تھے، ان کے قلمرو مین سخت ابتری و بدنظمی پھیلی رہتی تھی، اور ان کا کوئی سیاسی وجود قائم نہین تھا،

حکومت نیپلس اور اسلامی حکومت صقلیہ مین رشتۂ اتحاد

یہان کے ان حکمرانون مین سے بینیونٹم مقامی حکومتون مین سب سے زیادہ طاقتور تھے، اور وہ اپنی دوسری ہمسایہ ریاستون پر دندان آز تیز کرتے رہتے تھے،

اس کا یہ قدرتی نتیجہ ہوا کہ ان ریاستون کی توجہ صقلیہ کی نوخیز اسلامی حکومت کی طرف ہوئی اور ان مین سے حکومت نیپلس نے اسلامی حکومت صقلیہ کے سامنے دست مصالحت بڑھایا، اور دونون مین رشتۂ اتحاد قائم ہوگیا، اور ضرورت کے وقت ایک دوسرے کی امداد و اعانت کا معاہدہ طے پایا،

جب اٹلی مین اس معاہدہ کی خبر پھیلی، تو مسیحی طاقتون نے اس کے فسخ کرنے پر زور دیا، اور خصوصًا کلیسائے رومانے اس کے خلاف اپنی تمام کوششیں صرف کردین، لیکن نیپلس اپنے معاہدہ پر قائم رہا، جس سے ایک طرف حکومت نیپلس کی بنیادین استوار ہوئین، اور دوسری طرف مسلمانون کو صقلیہ کے شمالی ساحل خصوصًا آبنائے میسنا پر قبضہ کرلینے مین آسانیان پیدا ہوگئین،

حکومت نیپلس کی مدد

چنانچہ جب حکومت لمبارڈ کے فرمانروا سیکارڈس نے اسی سال ۲۲۵ھ / ۸۳۹ء مین نیپلس کا محاصرہ کیا، تو ابوالاغلب نے نیپلس کی امداد کیلئے صقلیہ سے ایک جنگی بیڑا روانہ کیا، جس نے وہان نمایان خدمت انجام دی، اور سیکارڈس کو محاصرہ سے دستبردار ہونا پڑا، اور مجبور ہوکر اس شرط پر صلح کی کہ نیپلس کے تمام قیدی بغیر زر فدیہ ادا کئے رہا کردئے جائین گے،

جنوبی اٹلی کے مقبوضات

اسلامی بیڑا نیپلس کی جنگ کے بعد حکومت بیزنطی کے مقبوضات جنوبی اٹلی

کی طرف روانہ ہوا، جنوبی اٹلی کا مشہور صوبہ قلوریہ (کلبریہ) اس وقت حکومت بیزنطی کے ماتحت تھا، چنانچہ اسلامی بیڑے نے یہان تاختین کین، اور اس مین نمایان کامیابی حاصل ہوئی، اسی اثنا، مین حکومت بیزنطی کا بیڑا، اس کی مدافعت کے لئے قسطنطنیہ سے آپہنچا، دونون مین سخت بحری جنگ ہوئی، اور بیزنطی بیڑا نقصان اوٹھا کر قسطنطنیہ واپس گیا،

بیزنطی اور اسلامی بیڑون کی یہ معرکہ آرائی اٹلی کے مشرقی ساحل پر بحر ایونین (IONIAN SEA) مین ہوئی تھی، اور اس فتحمندی کا اہم نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ جنوبی اٹلی کے شمالی ساحل کا مشہور شہر برنڈیزی (BRINDISI) پر عربی پرچم لہرانے لگا، پھر آگے بڑھکر مسلمان بندرگاہ باری (BARI) پر بھی قابض ہوگئے،

اس کے بعد اسلامی بیڑا صوبہ اپولیا مین داخل ہوا، اور بحر اڈریاٹک (ADRIATIC SEA) کی ایک اہم بندرگاہ پر قابض ہوگیا، عربون کا یہ قبضہ جغرافی جائے وقوع کے لحاظ سے نہایت اہم تھا، اب ایک طرف بائین ہاتھ پر اون کے سامنے اٹلی کا مشرقی صوبہ تھا، اور دوسری طرف یونانی جزائر اور ڈلماشیا کے سواحل ان کا انتظار کر رہے تھے،

چنانچہ ان کامیابیون کے بعد اٹلی کے مشرقی صوبے پورے طور پر اون کے مطیع ہوگئے، پھر انھون نے آگے قدم بڑھایا، اور ڈلماشیا (ساحل اسٹریا) پہنچے، اور یہان تاخت وتاراج کیا،

دوسری طرف جزائر یونان سیلینسی وغیرہ سے حکومت بیزنطی نے اپنی توجہ ہٹالی تھی اس لئے یہ بھی ان کے تاخت وتاراج کے میدان بنے،

اور پھر کپوا (CAPUA) مین پہنچے، اور اس کو غارت کیا، اور اس کے بعد گیرگلی آنو (GARIGLIANO) پر ایک نئی آبادی قائم کی تاکہ ان مقبوضات کی حفاظت ہوسکے، اور اٹلی کی

ریاستون پر اسلامی طاقت کا سکہ جما رہے،

اور انہی فتحمندیون پر ۲۲۵ھ؍۸۳۹ء مین اس مہم کا خاتمہ ہوا، ابن اثیر اس کو "فتح عظیم" سے تعبیر کرتا ہے،[1]

اندرون جزیرہ مین فتوحات

ابو الاغلب بیرونی مہمون سے فرصت پا کے پھر اندرون جزیرہ کی طرف متوجہ ہوا ۲۲۳ھ؍۸۳۷ء کے دور اختلال مین قصریانہ نے اپنی پچھلی مصالحت کا خاتمہ کر دیا تھا، اس لئے اسلامی مہمون کا پھر یہیں سے آغاز ہوا، اور اسلامی لشکر نے ۲۲۶ھ مین قصریانہ کا رُخ کیا، اور شہر کا محاصرہ کر لیا لیکن رومی شہر کے باہر نہین نکلے، اس لئے مسلمان چند دن انتظار کے بعد مقابلہ سے مایوس ہوگئے، اور محاصرہ اٹھا کر تاخت و تاراج کیلئے آگے نکل گئے،

قصریانہ سے کوچ کر کے کوہ اٹنا کے دامن مین پہنچے، اور یہان کے بہت سے مقامات پر قبضہ کر لیا، منجملہ انکے ایک مقام مناج تھا، جو کوہ اٹنا کے جانب شمال ۵ میل پر آباد تھا، اور دوسرا علاقہ غیران تھا، جو چالیس غارون پر مشتمل تھا، اس فوجکشی مین یہ پورا علاقہ عربون کے زیر نگین آگیا، اور اسطرح عرب تقریبًا جزیرہ کے تہائی حصہ پر قابض ہوگئے،

اس کے بعد ابو الاغلب نے تھوڑے سے وقفہ کیلئے جنگ کا سلسلہ روک دیا، اور اسی اثنا مین مختلف ممالک سے تجارتی تعلقات قائم کئے گئے، جن سے صقلیہ مین تجارت، صنعت اور حرفت کو روز افزون ترقی حاصل ہوئی مسٹر اسکاٹ اس عہد پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہین:-

"۲۲۶ھ کے آخر مین جزیرہ صقلیہ کے تہائی حصہ پر عرب قابض ہوگئے، اور اس کی وہ حالت نہین

---

[1] اخبار الاندلس ج ۲ ص ۲۶، ۲۹، تاریخ یورپ لیو رتھیچر فرڈیننڈ حصہ اول (شائع کردہ جامعہ عثمانیہ) ص ۱۴۹، ۱ تاریخ عرب موسیو سدیو ص ۲۴۵، ابن اثیر ج ۶ ص ۳۵۱، و ابن خلدون ج ۴ ص ۲۰۰، عرب مورخین حملۂ قلوریہ کو ۲۲۵ھ مین لکھتے ہین، اور یورپین مورخین ۸۳۹ء مین یہ دونون سنہ ایک دوسرے کے مطابق ہین،

رہی، کہ گویا یہ لوگ صرف قتل و غارت ہی کے لئے آئے تھے، بلکہ نظر آنے لگا، کہ ان کا قبضہ و تصرف مستقل ہے، چند روز تک لڑائی ملتوی رکھنے کا معاہدہ ہوگیا، یہ تو نہین کہا جاسکتا کہ یہ معاہدہ بیزنطی حکومت سے خائف ہوکر کیا گیا تھا، بہرحال اس سے طرفین کو گونہ اطمینان ہوگیا، خاص کر رعایا کو، کیونکہ وہ کم از کم عارضی طور سے آئے دن کی مصیبت سے بچ گئی، ادھر مصر و افریقیہ اور اندلس سے جو تجارت بڑھی تو یہ معلوم ہونے لگا کہ کم سے کم تجارت کے لحاظ سے تو اس جزیرے کے دن پھرنے والے ہین، اور اس قلیل عرصہ مین حکومت صقلیہ کی طاقت و رعب داب مین بھی اتنا اضافہ ہوگیا کہ اوس کے قدیم اور قدرتی دشمن والیان آنزد و آبنائے مسینا نے بڑی خوشامد سے ان کے حلیف بننے کی خواہش کی[1]،،

والی افریقیہ کی وفات اسلامی فوج میناج کی مہم سر کر چکی تھی کہ افریقیہ سے ابو عقال اغلب والی افریقیہ کی وفات کی خبر پہنچی، اس نے یوم پنجشنبہ ۲۲ ربیع الآخر ۲۲۶ھ/۸۴۰ء کو وفات پائی، مدت ولایت صرف ۲ سال ۷ مہینہ اور ۷ دن ہے، اگرچہ اس کا زمانۂ ولایت بہت ہی کم رہا لیکن اس نے اس قلیل عرصہ مین اپنی اوس کمک سے جو ۲۲۴ھ/۸۳۸ء مین صقلیہ بھیجی تھی، صقلیہ کو اسقدر اہم فوائد پہنچائے کہ اسلامی حکومت صقلیہ کی بنیاد استوار کرنے مین اس کا حصہ بہت نمایان ہوگیا، اور اس نے اپنے اسی قلیل زمانۂ حکومت مین صقلیہ کی مہمون کی کامیابی اور ان کے نتائج بھی اپنی آنکھون سے دیکھ لئے،

جانشین اسکی وفات کے بعد اس کا لڑکا ابو العباس محمد بن اغلب سریر آرائے حکومت ہوا[2]،

---

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۲۵۱، و ابن خلدون ج ۴ ص ۲۰۰، و اخبار الاندلس ج ۲ ص ۲۶،

[2] ابن اثیر ج ۶ ص ۲۶۹،

ابوالعباس محمد بن اغلب والی افریقیہ

سنہ ۲۲۶ھ ۸۴۰ء تا سنہ ۲۴۲ھ ۸۵۶ء

ابوالاغلب ابراہیم کی ولایت صقلیہ پر برقراری

جدید والی افریقیہ ابوالعباس محمد بن اغلب، والی صقلیہ ابوالاغلب ابراہیم کا چچا زاد بھائی تھا، اس نے ابوالاغلب کو صقلیہ کی ولایت پر بدستور برقرار رکھا،

فتح مسینا

اور جب معاہدہ کی وہ عارضی مدت پوری ہوگئی، تو سنہ ۲۲۸ھ ۸۴۲ء مین صقلیہ کی فتوحات کے لئے ایک لشکر فضل بن جعفر ہمدانی کی سرکردگی مین افریقیہ سے روانہ کیا، اور فضل اپنے لشکر کو براہ راست مسینا لایا،

مسینا مشرقی ساحل کے شمالی زاویہ مین ساحل پر واقع تھا، اور مغرب کی طرف پہاڑیون کا سلسلہ قائم تھا جس سے اس کی قدرتی حدبندی ہوگئی، آبنائے مسینا کو عبور کرکے اس کے بالمقابل دوسری طرف جنوبی اٹلی کا مشہور شہر ریو اپنی فلک بوس عمارتون کے ساتھ کھڑا تھا، گذشتہ زمانہ مین ساحل مسینا یورپ و افریقیہ کے تاجرون کا نقطۂ اتصال تھا، ایک طرف یورپ کے جہاز کھڑے ہوتے تھے، اور دوسری طرف افریقیہ کے جہاز لنگر انداز دکھائی دیتے تھے، ساحل نہایت گہرا تھا اور جہاز اس قدر قریب آکر ٹھہرتے تھے، کہ جہاز سے ہاتھ بڑھا کر ساحل کی چیزین آسانی سے لیجا سکتے تھے، اس لئے جو رومی جہاز یہان کھڑے رہتے تھے، وہ اس شہر کی پوری حفاظت کرتے تھے، اور خشکی کی طرف پہاڑون کی حدبندی اور ساحل پر رومی جہازون کے حصار سے اس پر کسی دشمن کا حملہ آور ہونا نہایت دشوار تھا، اگر حملہ کی کوئی ممکن صورت تھی تو صرف یہی کہ بحری جنگ سے رومی بیڑون کو راستہ سے ہٹایا جائے، اسی لئے فضل بن جعفر ہمدانی افریقیہ سے بلرم جانے کے بجائے اپنے بیڑے سیدھے اسی طرف لے آیا،

اسلامی بیڑا بندرگاہ مسینی پر لنگر انداز ہوا، تو خلاف توقع رومی جہازون نے ساحل پر کوئی مزاحمت نہین کی، اور رومیون نے قلعہ بند ہو کر مقابلہ کرنا چاہا چنانچہ فصیل کے تمام دروازے بند کر دئے گئے،

فضل نے سب سے پہلے محاصرہ کی تیاریان شروع کین، اور سامان رسد کی فراہمی کیلئے مضافات مسینی مین فوج کے چھوٹے چھوٹے دستے بنا کے روانہ کر دئے، جو اطراف و جوانب مین پھیل گئے، ان دستون نے اولاً ان مقامات اور نیز شہر کے ہر چہار طرف کے فوجی استحکام پر نظر غائر ڈالی، علاوہ ازین نہایت کثیر مقدار مین مال غنیمت ساتھ لائے جو بہت دنون تک فوجی ضروریات کیلئے کافی تھا،

فضل بن جعفر ہمدانی نے محاصرہ کی مکمل تیاری اور شہر کی جغرافی حیثیت کا معائنہ کرنے کے علاوہ جنوبی اٹلی کی حلیف عیسائی سلطنت نیپلس سے بھی نامہ و پیام کا سلسلہ جاری کیا، اور حکومت نیپلس کی فوج اسلامی لشکر سے اشتراک عمل کیلئے مسینی آگئی،

حکومت نیپلس کے شریک جنگ ہو جانے کی وجہ سے اسلامی لشکر کو جنوبی اٹلی سے کسی اچانک حملہ کا جو اندیشہ تھا، وہ دور ہو گیا، کیونکہ خطرہ تھا کہ اسلامی لشکر پر جنوبی اٹلی کی کوئی حکومت ایسے وقت مین عقب سے حملہ آور نہ ہو جائے، جب وہ اہل مسینی سے مصروف جنگ ہون، ایسی صورت مین اسلامی لشکر دو طرف سے گھر جاتا،

فضل نے ان ابتدائی انتظامات سے فارغ ہو کر جنگ کا سلسلہ شروع کیا، اہل مسینی شہر کی تمام سمتون سے مطمئن ہو کے لب ساحل مورچہ جمائے ہوئے تھے، مسلمانون نے بھی اپنا مورچہ جما لیا، اور جنگ کا سلسلہ شروع ہو گیا، مسلمان جوش و خروش سے حملہ کرتے، اور رومی بھی ترکی بہ ترکی جواب دیتے، روزانہ اسی طرح مسلمانون کے حملے ہوتے، اور رومی اسی جوش و خروش سے مدافعت کرتے، اس اثنا مین متعدد خونریز معرکہ آرائیان ہوئین، لیکن مسلمانون کے داخلہ کے لئے شہر کا کوئی دروازہ نہ کھل سکا،

جب جنگ کا یہ سلسلہ اس طرح بڑھ گیا، تو اسلامی امیر لشکر نے ایک جدید جنگی حکمت عملی اختیار کی، وہ خود اپنے لشکر جرار کے ساتھ اسی طرح رومیون سے لب ساحل مصروف پیکار رہا، اور فوج کے ایک مختصر دستہ کو شہر کے بالا بالا پہاڑیون کے دامن سے گذارتے ہوئے شہر کی پشت پر پہونچا دیا، کہ وہ مردانہ وار پہاڑیون پر چڑھ کے شہر مین داخل ہو جائے،

چنانچہ اس اسلامی دستہ نے سالار فوج کے حکم کے مطابق مسینی کی پہاڑیون کی بلند و بالا چوٹی کو سرفروشانہ عبور کر لیا، اور شہر مین عین اس وقت پہنچا جب رومیون اور مسلمانون مین لب ساحل نہایت گھمسان کی جنگ ہو رہی تھی، اہل شہر پہاڑی جیسے قدرتی محافظ پر بھروسہ کر کے ادھر سمت سے بالکل بے خبر تھے، کہ اچانک اسلامی دستہ کے نعرہ تکبیر سے مسینا کی تمام پہاڑیان گونج اٹھین اور ساری شہر مین ایک بھگدڑ مچ گئی، اسی شور محشر سے محاذ جنگ کے رومی ایسے بدحواس اور سراسیمہ ہو کے لوٹے کہ بجز ہتھیار رکھنے کے کوئی دوسری صورت باقی نہین رہ گئی، اور فضل اپنے لشکر کو لئے شہر مین فاتحانہ داخل ہو گیا، اور شہر پر اسلامی پرچم لہرانے لگا،

مسینی پر اسلامی قبضہ ہو جانے سے صقلیہ کی اسلامی حکومت مین ایک نئی جان آگئی، مسینی صقلیہ کا نہایت جنگی و مرکزی شہر تھا، بلکہ یون کہنا چاہئے کہ شمالی صقلیہ کا یہ صدر مقام تھا، اس کے زیر ہو جانے سے شمالی صقلیہ مین اسلامی حکومت کی فوجی پیشقدمیون کا سلسلہ نہایت آسان ہو گیا، فضل بن جعفر ہمدانی صوبہ مسینی کے والی کی حیثیت سے یہان مقیم ہو گیا،

اور فتح مسینی کے بعد اب بیک وقت دو علاقون مین اسلامی حکومت کی فوجی پیشقدمیان جاری ہو گئین، ایک فضل بن جعفر کی سرکردگی مین انتہائی شمالی زاویہ مین اور دوسری ابوالاغلب کی مرکزی حکومت کے زیر اہتمام، انتہائی جنوبی حصہ مین،

جزیرہ کے جنوبی حصہ مین فتوحات،

چنانچہ فتح مسینی کے بعد ہی اسی سال ابوالاغلب والی صقلیہ نے فضل بن

یعقوب سابق سپہ سالار صقلیہ کے لڑکے عباس کی سرکردگی میں صقلیہ کے جنوبی علاقہ میں ایک لشکر روانہ کیا، عباس بن فضل سب سے پہلے شہر محکان پہنچا، یہ جرجنت کے علاقہ میں اس سے کچھ دور پر واقع تھا، عباس نے اس پر بآسانی قبضہ کرلیا،

اس کے بعد ابوالاغلب نے اسی علاقہ کے بعض دوسرے اہم مقامات پر قبضہ کرنے کیلئے فوجیں روانہ کیں، اس سلسلہ میں سب سے پہلے ۲۲۹ھ/۸۴۴ء میں عباس کی سرکردگی میں ایک لشکر شہر شیرہ کی طرف روانہ کیا[1]، جو جنوب میں بنیاذہ اور رغوص کے درمیان ساحل سمندر سے سات میل پر واقع تھا، اور رومیوں کا مستحکم قلعہ سمجھا جاتا تھا جب اسلامی لشکر شیرہ پہنچا، تو رومی سپہ سالار نے قلعہ کی تمام فوج لاکر سامنے کھڑی کردی، مسلمان فتحمندی کے نشہ سے سرمست تھے، بڑھ کے ایسا سخت حملہ کیا، کہ رومیوں کو جوابی حملہ کا موقع بھی نہ مل سکا، اور تھوڑے وقفہ میں دس ہزار سے زیادہ رومی کھیت ہوگئے، اور اسلامی لشکر شہر میں داخل ہوگیا، مسلمانوں میں سے صرف تین مجاہد کسی طرح تلوار کے جھٹکے میں پڑ کے شہید ہوئے، طرفین کے مقتولین کی تعداد بظاہر تعجب انگیز ہے، لیکن ابن اثیر کہتا ہے، صقلیہ میں ایسی جنگ اس سے پیشتر کبھی نہیں دیکھی گئی[2]

جنوبی اٹلی کی مہمیں، ادھر مرکزی حکومت بلرم کی سرکردگی میں صقلیہ کے جنوبی ساحل پر فتوحات ہو رہے تھے، اسی زمانہ میں ادھر جنوبی اٹلی میں مسلمانوں کی جنگی کارروائیاں جاری تھیں کیونکہ ۲۲۵ھ/۸۳۹ء میں عربوں نے وہاں جو ملک فتح کئے تھے، وہ ان کے قبضے سے چند ہی سال میں ایک ایک کرکے نکل گئے، اور عربوں نے اون پر نئے سرے سے تاخت شروع کی، چنانچہ ۲۳۲ھ/۸۴۶ء سے پیشتر ایک اسلامی بیڑا حیات مولی اغلب کی سرکردگی میں افریقیہ سے روانہ ہوا، اور باری پر حملہ آور ہوا، لیکن کامیاب نہ ہو سکا[3]

---

[1] ابن اثیر کے مطبوعہ نسخہ میں محکان کا نام "مسکان" اور شیرہ کا نام "شرہ" اور "سرو" چھپ گیا ہے،

[2] ابن اثیر ج ۷ ص ۳۰ و ۳۱ و اخبار الاندلس ج ۲ ص ۲۷ و نزہتہ المشتاق (ذکر مسینا)

[3] ابن اثیر ج ۷ ص ۳۷،

مگراب فتح مسینی کے بعد جنوبی اٹلی کی مہم مسلمانون کے لئے نہایت آسان ہوگئی تھی، اب تک وہ بحر تیرینین اور آئی اونین کو عبور کرکے اٹلی پہنچتے تھے، لیکن اب وہ صرف آبنائے مسینا کو عبور کرکے جدھر چاہتے برّی راستہ سے رخ کرسکتے تھے، چنانچہ انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا کا مقالہ نگار لکھتا ہے:-

"۸۴۳ء مین عربون نے مسینا فتح کرلیا، جس سے وہ ایطالیہ وصقلیہ کے درمیانی راستہ پر کھڑے ہوگئے"[1]

جنوبی اٹلی مین فتوحات

چنانچہ فضل بن جعفر مسینا کے نظم ونسق کے بعد اٹلی کی طرف متوجہ ہوا، اور ۸۴۴ء یعنی ۲۳۰ھ مین ایک اسلامی بیڑا اٹلی روانہ ہوا، اور یہان کے ایک مشہور شہر طارنت (TARANTO) پر حملہ آور ہوکر اس کو فتح کرلیا، اور اس کے بعد اسلامی لشکر اندرون ملک مین داخل ہوا، ڈیوک بونی فاٹو نے مقابلہ کی ناکام کوشش کی، اور نقصانات اوٹھائے، اور عربون کو کثیر دولت ہاتھ آئی، اور اسی سلسلہ مین ایک مشہور گرجے دیرکوہ قسیس کا قیمتی ساز وسامان بھی ہاتھ آیا، اور ان فتوحات کی تکمیل کے بعد اسلامی لشکر مسینا لوٹ آیا،

طارنت مین اسلامی نوآبادی

اس مہم مین کثیر مال ودولت کے علاوہ طارنت پر مستقل اسلامی قبضہ ہوگیا، اور مسلمانون نے جنوبی اٹلی مین اپنے قدم ٹیکنے کے لئے یہان اسلامی نوآبادی قائم کرلی، ابن اثیر کے بیان کے مطابق یہ اسلامی نوآبادی ۲۳۲ھ (۸۴۶ء) مین سب سے پہلی مرتبہ قائم ہوئی،[2]

اٹلی مین ایک اسلامی حکومت کی تشکیل

اس کے بعد اسی زمانہ مین مسلمانون کی ایک دوسری حملہ آور جماعت افریقہ سے اٹلی آئی، اس جماعت کو نہ حکومت افریقیہ سے تعلق تھا، اور نہ حکومت صقلیہ سے، یہ مجاہدین کی ایک خودرو جماعت تھی، جو خلفون بربری کی سرکردگی مین جو قبیلہ ربیعہ کے موالی مین سے تھا، ملک گیری کے خیال سے افریقیہ سے نکلی، اور اٹلی آئی، اور شہر باری پر حملہ آور ہوکر قابض ہوگئی،

---

[1] انسائیکلوپیڈیا ج ۵ ص ۲۲، [2] ابن اثیر ج ۷ ص ۴۸، [3] تاریخ عرب موسیو سدیو، ص ۲۴۵،

اس کے بعد اسی زمانہ مین اسی قسم کے مجاہدین کا ایک دوسرا گروہ مفرج بن سالم کی سرکردگی مین اٹلی پہنچا، اس نے بھی یہان حیرت انگیز کامیابی حاصل کی، اور فتوحات حاصل کرتے کرتے ۲۴ قلعون پر قابض ہوگیا،

اسکے بعد یہ دونون جماعتین باہم مل گئین، مفرج سردار تسلیم کیا گیا، اور باری کو صدر مقام بنا کر ایک چھوٹی سی اسلامی حکومت قائم کرلی،

لیکن چونکہ مفرج افریقہ سے ایک "بحری مجاہد" کی حیثیت سے اوٹھا تھا، اور اسکو حکومت اغلبیہ سے کوئی باضابطہ تعلق نہ تھا، اس لئے اسلامی اصطلاح کے رو سے وہ اٹلی مین ایک "متغلب" کی حیثیت رکھتا تھا، جس کی وجہ سے اس کو اقامتِ جمعہ کا کوئی اختیار حاصل نہ تھا، اس لئے اوس نے تشکیل حکومت کے بعد اوس کو "جائز حکومت" تسلیم کرانے کیلئے بارگاہِ خلافت بغداد سے سندِ حکومت کے حصول کیلئے والیِ مصر سے سلسلہ جنبانی شروع کی، چنانچہ ابن اثیر لکھتا ہے:-

فکتب الی والی مصر یعلمہ خبرہ وانہ لا یری لنفسہ ومن معہ من المسلمین صلاۃ الا بان یعقد لہ الامام علیٰ ناحیتہ و یولّیہ ایاھا لیخرج من حد المتغلبین:-

فتوحات کے بعد اس نے والیِ مصر سے خط و کتابت شروع کی اور اسکو اپنے تمام کارنامون سے آگاہ کیا، اور پھر اپنی اس حیثیت کو واضح کیا کہ جب تک اسکے لئے کسی امام کا باضابطہ تقرر نہ ہو، اور جب تک کہ اس حکومت کا وہ باضابطہ والی نہ مقرر کردیا جائے، وہ نماز جمعہ بھی قائم نہین کرسکتا، اس لئے اس کو یہ حقوق عطا کرکے متغلبین کی حیثیت سے نکال لیا جائے،

چنانچہ اس کے بعد اس کی حکومت کو ایک جائز حکومت تسلیم کرلیا گیا، اور اسی نے اٹلی مین

سب سے پہلی جامع مسجد تعمیر کی،

اس کے بعد اس اسلامی حکومت نے اپنی فتوحات کا دائرہ وسیع کرنا شروع کیا اور اٹلی کے شہرون اور دیہاتون پر تاختین شروع کر دین جسمین اوسکو وقتاً فوقتاً صقلیہ اور افریقیہ کے اسلامی بیڑون سے امداد ملتی رہی، اس کی تاختین مختلف مقامات پر ہوتین، اور اس سلسلہ مین اوسی زمانہ مین غیطہ (GAETA) اور ملفی (MALFI) وغیرہ پر حملہ آور ہوئی، پھر دریائے جاریلیون پر ایک قلعہ بنایا، اور دریائے ٹائبر کے ذریعہ اندرون ملک مین داخل ہونا چاہا، لیکن اسمین مزاحمت ہوئی، اور پوپ کے حکم سے شہر استیہ کے حصار زیادہ بلند کر دیے گئے تو مجاہدین شہر رومہ پر ٹوٹ پڑے، اور یہان سینٹ پیٹر اور سینٹ پال کے دو مشہور گرجون کو لوٹ لیا اور اسی طرح چند اور شہر بھی برباد کیے[1]،

مسٹر اسکاٹ اٹلی مین اسلامی پیشقدمیون کا تذکرہ ایک دلچسپ انداز بیان مین کرتے ہین، اگرچہ اس مین مبالغہ آمیزی بھی شامل ہے، وہ لکھتے ہین:۔

"جن سپاہیون نے افریقیہ اور اندلس کی خانہ جنگیون مین اپنے بے رحم پیشے کی وجہ سے نام پیدا کیا تھا، ان کی آزاد بستیان جزیرہ نمائے اٹلی کے جنوب مین قائم ہوگئین، اون کو وہی شہرت حاصل ہوگئی جو یورپ کے ازمنۂ مظلمہ مین بڑی بڑی سلطنتون کو حاصل تھی نیپلس کی کشتیان بحر اڈریاٹک کے سواحل پر ان کے بحری قزاقون کو لیے پھرتی تھین،

والیِ افریقیہ کے بیڑے نے کئی مرتبہ وینس والون کو بحری جنگ مین شکستین دین، انھون نے اپنی فوجون کو دریائے پو کے دہانہ پر اُتارا، اور یہان سے حدودِ اسٹریا تک پہنچ گئے، اور جمہوریۂ اٹلی کی تجارت کا رُخ دریا سے خشکی کی طرف پھیر دیا، پھر شہر روم کے دروازے تک پہنچ گئے، سینٹ پیٹر اور سینٹ پال کے گرجون کو جو فصیل شہر کے باہر تھے جا کر ویران و برباد کیا، پاپائے مقدس کی سخت توہین و بے ادبی کی، مسیحی اولیاء کے

---

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۲۷۰، ۲۷۱، [2] تاریخ عرب موسیو سدیو ص ۲۴۵،

تبرکات کے ساتھ وہ گستاخیان کین، کہ ناقابل بیان ہین، راہبون کو سخت بیرحمی کے ساتھ ذبح کرڈالا، یا صقلیہ کے دلدلون مین کام کرانے کیلئے جوق درجوق لیگئے، اچھوتی راہبات کو پلرمو اور قیروان کے بازارون مین بیچنے کیلئے پکڑ کرلے گئے،

اگر شہر روم اتنا مضبوط نہ ہوتا کہ اس کا محاصرہ کامیابی کے ساتھ وہ فوج نہ کرسکتی کہ جس کے پاس ایسے شہر کو فتح کرنے کیلئے کلین نہین تھین، تو وہ مقام جو آج مذہب مسیحی کا مرکز بنا ہوا ہے، موذنون کی اذانون سے گونجا ہوتا، وہان کے گرجاؤن مین عشاء ربانی کے بجائے مسلمانون کی نماز ہوتی، یہ پہلا موقع تھا کہ پوپ کے تقدس کی اس طرح سخت توہین ہوئی تھی،

ان اسلامی فتوحات کے روکنے کے لئے اس زمانہ مین شہنشاہ جرمنی سے بھی مدد لیگئی، مگر کوئی فائدہ نہ پہنچا، اس نے جو کچھ تدبیرین سوچی تھین، وہ اس کے حلیفون کی باہمی مخالفت و معاندت سے پیش نہ گیئن، اور جو فوجین شہنشاہ جرمنی نے اٹلی کے لئے بھیجی تھین، وہ چھوٹے چھوٹے بادشاہون اور سلطنت بیزنطی کے باہمی مناقشون مین مشغول رہین، حالانکہ مسلمان جیسے چالاک اور بہادر دشمنون کے مقابلہ کیلئے ان سب کا متفق ہونا سب سے زیادہ ضروری تھا[1]،

اٹلی کی اسلامی حکومت کی ایک قدیم مسیحی تصدیق

اتفاق سے اسی زمانہ مین ایک مسیحی راہب برنارڈ ۲۵۳ھ مطابق ۸۶۶ء مین اٹلی کی اسلامی حکومت مین آیا، اور یہان کے مسلمان والی تک رسائی حاصل کی، اس نے اپنے سفر کے حالات بھی قلمبند کیے ہین، جو چشم دید واقعات پر مبنی ہین، اس سے اس عہد مین اٹلی کی اسلامی حکومت کے حالات پر روشنی پڑتی ہے، مولانا عبدالحلیم شرر مرحوم نے برنارڈ کا یہ بیان اپنے رسالہ مین نقل کیا ہے، وہ اپنے سفرنامہ مین لکھتا ہے:۔

”مین کوہ گرگانون سے سفر کرکے اور ۱۵۰ میل کی مسافت طے کرکے باری نام ایک شہر مین پہنچا، جو مسلمانون

---

[1] اخبار الاندلس ج ۲ ص ۳۶، ۳۷.

کے قبضہ مین ہے، یہ اس سے پہلے علاقہ بنی ونٹم مین شامل تھا، یہ شہر سمندر کے کنارے ہے، جنوب کی جانب یکے بعد دیگرے دو بہت ہی چوڑے آثار (؟) کی فصیلون سے اس کی قلعہ بندی کی گئی ہے، مگر شمال کی جانب سمندر سے آنے والون کے سامنے کھلا ہوا ہے، یہان کے حاکم نے جو سلطان کہلاتا ہے، (؟) ہمارے سفر کے ضروری انتظامات کر دیئے،

ہم باری سے شہر طارنٹم (طارنت) کی بندرگاہ مین پہنچے، جو وہان سے ۹۰ میل کی مسافت پر ہے، یہان ہمین چھ جہاز ملے، جنمین علاقہ بنی ونٹم کے ۹ ہزار مسیحی اسیر بھرے ہوئے تھے، ان مین سے دو جہازون مین جنھون نے پہلے روانہ ہو کر افریقیہ کی راہ لی، تین ہزار قیدی تھے، اس کے بعد جو دو جہاز لنگر اٹھا کر ٹیونس کو گئے، ان مین بھی اتنے ہی مسیحی اسیر بھرے ہوئے تھے، باقی ماندہ دو جہاز جو سب کے بعد روانہ ہوئے ان مین بھی اتنے ہی گرفتاران ایطالیہ (؟) تھے، ان دونون نے اسکندریہ کی راہ لی، انھی جہازون پر ہم نے بھی سفر کیا، اور ۲۰ دن سفر کر کے وہان پہنچ گئے"[1]

میسنا کے مضافات مین پیشقدمی اور فتح لنیتنی،

فضل بن جعفر نے اٹلی سے واپسی کے بعد اسی سال ۲۳۲ھ مین میسنا کے مضافات مین پیشقدمی کی اور سب سے پہلے ایک اہم شہر لنیتنی پر حملہ آور ہوا، لنیتنی مختلف حیثیات سے ایک مرکزی شہر اور مختلف شہرون کا مرکزی قلعہ تھا، کیونکہ یہ اگرچہ صقلیہ کے شمال مشرق ساحل کے کنارے پر آباد تھا، لیکن اہم شہرون کے وسط میں پڑتا تھا، مثلاً ایک طرف سرقوسہ اس سے ۲۵ میل کے فاصلہ پر آباد تھا، دوسری طرف قطانیہ بھی ۲۵ ہی میل پر تھا، پھر منیاؤ ۴۵ میل سے زیادہ نہ تھا، انہی وجوہ سے رومیون نے بھی نہایت مضبوط مورچہ بندی کر رکھی تھی، اور پورا شہر ایک قلعہ کی حیثیت مین تھا،

فضل بن جعفر نے یہان پہنچکر شہر کا محاصرہ کیا، لیکن یہ محاصرہ بے سود ثابت ہوا فصیل کے باہر

---

[1] سفرنامہ برنارڈ در رسالہ "صقلیہ میں اسلام" ص ۴۲، ۴۳، ۴۴،

اسلامی لشکر مورچہ قائم کئے ہوئے کھڑا تھا، اور اہل شہر مطمئن طریقہ سے فصیل کے اندر اپنے کاروبار مین مصروف تھے، اور اسلامی لشکر کے محاصرہ کو لائق التفات ہی نہین سمجھتے تھے،

اہل شہر کا یہ طرز عمل فضل بن جعفر کے لئے حیرت انگیز تھا، آخر جاسوسون نے اصل حقیقت کا سراغ لگایا، کہ اہل شہر کے بیرونی تعلقات محاصرہ کے باوجود قائم ہین، اور سالہا سال تک اگر اسی طرح محاصرہ جاری رہے، تو بھی اونکو کوئی گزند نہین پہنچ سکتا، اس لئے فضل خفیہ کوششون مین مصروف ہوگیا، چنانچہ اسی سلسلہ مین اوسکو اہل شہر اور رومی گورنر صقلیہ کے درمیان نامہ و پیام جاری ہونے کی اطلاع ملی، اس کی رازدارانہ طور پر نگرانی کرتا رہا، جس سے رومیون کے تمام آیندہ طرز عمل اور طریق کار کا پتہ چلتا گیا، چنانچہ ان مین باہم یہ خفیہ سازش ہوئی کہ رومی گورنر ایک لشکر لیکر ایک معین دن لینتینی آئے گا، لیکن سردست رومی لشکر کی روانگی کا حال نہایت پوشیدہ رکھا جائے گا، جب یہ لشکر مسلمان محاصرین پر حملہ آور ہو اوسی وقت لینتینی کی محافظ فوج شہر سے نکل کر مسلمانون پر ٹوٹ پڑے، اور اس دوطرفہ حملہ سے اسلامی لشکر کو برباد کردیا جائے، اس خفیہ نامہ و پیام مین شاہی لشکر کے حملہ کا دن اس طریقہ سے مقرر کیا گیا، کہ جس دن وہ لینتینی پہنچے گا، اوس سے تین دن پیشتر سے فلان پہاڑی پر جسکی چوٹی لینتینی مین نظر آتی ہے، شب کے وقت متواتر آگ جلائی جائے گی، اس کے بعد چوتھا دن شاہی فوج کی آمد کا ہوگا، اور اسی صبح کو شہر کی محافظ فوج سامان جنگ سے مسلّح رہے، اور جس وقت طبل جنگ سنائی دے شہر کے دروازے کھول کے باہر نکل آئے،

فضل نے جاسوسون کی ان اطلاعون سے حسب موقع فائدہ اوٹھایا، اور سب سے پہلے اوسی موعودہ پہاڑی پر اسی ترتیب سے متواتر تین دن آگ جلائی گئی، اور اسی کے ساتھ محاصرین جس مقام پر پڑے تھے، اوس سے کسی قدر پیچھے ہٹ کر ایک کمین گاہ تیار کرائی، ان انتظامات کے بعد چوتھے دن ادھر اہل شہر جوش و خروش سے جنگ کی تیاری مین مصروف ہوگئے، اور ادھر فضل نے ایک مضبوط دستہ

کو کمین گاہ مین چھپا دیا، اور فوج کو ہدایت کر دی کہ جب رومی شہر سے باہر آکر حملہ آور ہون تو آہستہ آہستہ پسپا ہوتی جائے،

وقت موعودہ پر رومی شہر سے باہر نکل پڑے، مسلمان امیر لشکر کی ہدایت کے بموجب پسپا ہونا شروع ہوئے، یہان تک کہ دونون فوجین اس کمینگاہ سے آگے بڑھ آئین جسمین اسلامی دستہ چھپا ہوا تھا چنانچہ معًا اسلامی دستہ کمینگاہ سے نکل کے رومیون پر اچانک ٹوٹ پڑا، اور ادھر پسپا ہونے والی فوج بھی قدم جما کے پلٹ پڑی اور اس زور کا دوطرفہ حملہ ہوا کہ سینکڑون لاشین زمین پر گر پڑین، رومی فوج کا بڑا حصہ تہ تیغ ہو گیا جب ایک مختصر جمعیت باقی رہ گئی، تو انھین ہوش آیا، اور ہتھیار رکھ کر جان و مال کی سلامتی چاہی، فضل نے سب کی جان بخشی کی، معاہدہ مرتب ہوا، اور مسلمان بزور شمشیر فتحیاب ہونے کے باوجود شہر کے مال و دولت سے دستکش رہے، رومیون نے شہر حوالہ کر دیا، مسلمان مظفر و منصور شہر مین داخل ہوئے، اور شہر اسلامی حکومت کے قبضہ و اقتدار مین داخل کر لیا گیا،

صقلیہ مین ایک رومی بیڑے کی آمد اور بربادی

حکومت بیزنطی نے مسلمانون کو صقلیہ کے مشرقی حصہ اور جنوبی اٹلی وغیرہ مین مشغول پا کر سنہ ۲۳۳ھ / ۸۴۷ء مین دس ۱۰ بڑے جہازون کا ایک بیڑا صقلیہ روانہ کیا، جو یہان کے بندرگاہ طین (پورٹ فونگو) مین بلرم سے ۷ میل کے فاصلے پر آکر لنگر انداز ہوا، رومی یہان سے پیشقدمی کے لئے روانہ ہوئے مگر یہ ایک غیر معروف بندر تھا، انھین یہان کوئی ایسا راستہ نہین ملسکا، جو مسلمانون کی قیامگاہ یا کسی اسلامی شہر تک انھین پہنچا دیتا، اس لئے واپسی کے قصد سے قسطنطنیہ روانہ ہو گئے، لیکن ابھی راستہ ہی مین تھے کہ سمندر مین سخت طوفان آیا، اور سات جہاز غرقاب ہو گئے، اور باقی تین جہاز خستہ حال قسطنطنیہ پہنچے،

فتح رغوس

شمال مشرقی علاقہ مین لنتنی کے زیر ہونے کے بعد حکومت بلرم نے جنوب مشرقی علاقہ مین پھر پیشقدمی کی اور بثیرہ اور شکلہ کے ہمسایہ درمیانی شہر رغوس مین اسلامی لشکر جمع ہوا، رغوس شہر بھی ساحل سمندر سے سات میل اور شہر بثیرہ سے ۴۵ میل پر آباد تھا، چنانچہ سنہ ۲۳۴ھ / ۸۴۸ء مین اس کا محاصرہ کیا گیا اہل شہر

مین تابِ مقاومت نہ تھی، اس لئے مقابلہ کی جرأت نہین کی، اور شہر کو مع تمام مال و متاع مسلمانون کے حوالہ کردینے اور یہان سے ہجرت کر جانے پر آمادہ ہوئے، امیرِ لشکر نے ان کی یہ شرط منظور کرلی، اور شہر پر قبضہ کرلیا، شہر مین جو کچھ دولت و ثروت تھی معاہدہ کے مطابق مسلمانون کے ہاتھ آئی، اور اس کے بعد شہر کے استحکامات منہدم کرکے یہان کی جو جو چیزین منتقل کیجاسکتی تھین، منتقل کرلی گئین، اور بسا بسایا شہر چند لمحون مین ویران کھنڈر بنگیا،

رومی پایۂ تخت قصریانہ مین

سنہ ۲۲۸ھ سے سنہ ۲۳۴ھ تک رومی مقبوضاتِ صقلیہ مین اہم تغیرات ہوگئے، ان کے ممتاز مرکزی شہر اسلامی اقتدار مین آگئے، اور اب ایک طرف پورا جنوبی علاقہ اسلامی حکومت کے قبضہ مین آگیا، اور دوسری طرف ولایت مسینیؔ پر مکمل اقتدار حاصل ہوگیا، اس جدید تغیر سے رومیون کا پایۂ تخت سرقوسہ اسلامی مقبوضات سے گھر گیا، شمالی علاقہ مین طبرمین اور قطانیہ اگرچہ رومی مقبوضات مین موجود تھے، لیکن لنیتنی پر اسلامی اقتدار کے باعث سرقوسہ سے ان مقامات کا راستہ مسلمانون کے قبضہ مین آگیا تھا، اسلئے رومی گورنرِ صقلیہ نے حکومت بیزنطی صقلیہ کا پایۂ تخت سرقوسہ سے قصریانہ منتقل کردیا[1]، قصریانہ کے پایۂ تخت ہوجانے سے حکومت اسلامی صقلیہ اور حکومت بیزنطی صقلیہ کے دارالحکومت بلرم اور قصریانہ دونون باہم متصل ہوگئے،

قصریانہ پر تاخت

اسکے بعد سنہ ۲۳۵ھ ۸۴۹ء مین بلرم سے ایک اسلامی لشکر قصریانہ بھیجا گیا، لیکن رومی گورنر شہر پناہ سے باہر نہین نکلا، لشکر نے قرب و جوار کو تاخت و تاراج کیا جو لوگ مزاحم ہوئے، انھین آبِ شمشیر کا مزہ چکھایا گیا، اور اسی سلسلہ مین قتل و غارتگری اور آتش زدگی کے واقعات پیش آئے، جو کچھ مالِ غنیمت ملسکا، اسکو لئے ہوئے اسلامی لشکر بلرم واپس چلا آیا،

والیِ صقلیہ کی وفات

قصریانہ سے اسلامی لشکر کی واپسی کے بعد صقلیہ مین ایک اہم بالشان واقعہ پیش آیا یعنی والیِ صقلیہ ابوالاغلب ابراہیم بن عبداللہ نے ۲۰ رجب سنہ ۲۳۶ھ ۸۵۰ء کو وفات پائی،

---

[1] ابن اثیر ج ۷ ص ۱۳۴، نزہۃ المشتاق ادریسی، (ذکر شہر لنیتنی اور رغوص وغیرہ) تاریخ تونس حسین بن محمد حوادث سنہ ۲۲۶ھ،

ابوالاغلب کا عہدِ حکومت

اس نے تقریباً ۱۶ سال حکومت کی، اور مختلف حیثیات سے اس کا عہدِ حکومت صقلیہ کے زرّین عہد مین شمار کیا جاتا ہی، ابن الآبار صاحب الحلۃ السیرا لکھتا ہی:-

"ابوالاغلب صقلیہ مین ۲۲۱ھ سے والی تھا، اوس کا نظم ونسق قائم کیا، اور عمر بھر یہ نظم ونسق صحیح حالت مین قائم رہا،"

صقلیہ کی مہمین اس کے زیرِ حکومت نہایت تیزی سے جاری رہین، اس کے علاوہ قرب وجوار کے جزیرون کو مطیع کیا، جنوبی اٹلی پر فوجکشی کی، اور فتوحات حاصل کئے، اس کے عہد مین اقتصادی حیثیت سے بھی جزیرہ مین نمایان ترقیان ہوئین، اور اس نے مختلف ممالک سے صقلیہ کے تجارتی تعلقات قائم کئے، جب تک صقلیہ مین رہا، خود دار الحکومت مین مقیم رہا، حالانکہ اس کے عہد مین بہ کثرت فوجکشیان ہوئین، اور ہر سال متعدد فوجین مختلف سمتون مین روانہ ہوئین، اور بہت سے اہم مقامات مفتوح ہوئے لیکن لشکر کی کمان خود بہت کم ہاتھ مین لی، اور مدبرانہ شان وشوکت سے زمامِ حکومت سنبھالے ہوئے فتوحات کے دائرہ کو وسیع کرنے کے ساتھ ملک کی عام ترقی وفلاح وبہبودی مین برابر مشغول رہا، ابن اثیر لکھتا ہی:-

"شہر بلرم مین برابر مقیم رہا، یہان سے کبھی نہین نکلا، اطرافِ ملک مین لشکر اور فوجی دستے بھیجتا رہا، فتوحات اور مالِ غنیمت حاصل ہوتے رہے"[1]

اس کے اس شاہی رعب وداب کا اصل باعث جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے یہ تھا کہ وہ والیِ افریقیہ زیادۃ اللہ بن ابراہیم کا حقیقی بھتیجا تھا، جو اس کو دل سے عزیز رکھتا تھا، زیادۃ اللہ اسی کے باپ عبداللہ بن ابراہیم کی وفات کے بعد تختِ حکومت پر بیٹھا تھا، اگر افریقیہ کی ولایت خاندان کے سن رسیدہ رکن مین منتقل ہونے کے بجائے نسلاً

---

[1] ابن اثیر ج ۷، ص ۴۸، الحلۃ السیرا، در اماری ص ۱۳۳، البیان المغرب ابن عذاری، ترجمہ ۱۴۹، ابن اثیر نے مذکورۂ بالا اقتباس اگرچہ محمد بن عبداللہ کے نام سے لکھے ہین، لیکن جیسا کہ اس سے پہلے واضح ہو چکا ہے، اسکو ابوالاغلب ہی کی ذات سے متعلق سمجھنا چاہئے،

بعد نسل چلتی تو یہی اپنے باپ کی وفات کے بعد افریقیہ کا جائز وارث قرار پاتا، پھر زیادۃ اللہ کی وفات کے بعد اس کا دوسرا چچا ابو عقال فرمانروائے افریقیہ ہوا، اور پھر اس کا چچا زاد بھائی ابو العباس محمد بن اغلب سریر آرائے حکومت ہوا، انھی تین فرمانروایان افریقیہ کے عہد مین یہ صقلیہ کا مستقل والی رہا، اور اگر یہ ولایت صقلیہ پر سرفراز نہ ہوتا، تو بہت ممکن تھا کہ زیادۃ اللہ کی وفات کے بعد اسی کے ہاتھ مین افریقیہ کی عنان حکومت آتی، ورنہ اپنے دوسرے چچا ابو عقال کی وفات کے بعد تو ہر حیثیت سے یہی جائز فرمانروا تھا، اور اس وقت تاریخ کے صفحون مین اس کا نام صقلیہ کے ایک ماتحت گورنر کے بجائے افریقیہ کے ایک خود مختار فرمانروا کی حیثیت سے نظر آتا، کیونکہ ابو العباس، بانی دولت اغلبیہ ابراہیم کا پرپوتا، اور یہ پوتا تھا، یا یون کہا جائے کہ بانی دولت اغلبیہ ابراہیم کے تمام لڑکون مین سے بڑے لڑکے کا یہ لڑکا تھا، اور یہی اسوقت خاندان مین سب سے سن رسیدہ تھا، اس کے ہوتے ہوئے ابو العباس ولایت افریقیہ کا حقدار نہین ہو سکتا تھا،

یہی اسباب تھے کہ اسکے عہد حکومت مین صقلیہ اور افریقیہ کی حکومتون کے باہمی تعلقات تمام پچھلے اور آیندہ دورون سے بالکل مختلف رہے گو اصولاً حکومت صقلیہ حکومت افریقیہ کی ماتحت تھی، اور ان دونون کی یہ حیثیت اس زمانہ مین بھی یہی قائم رہی لیکن پھر بھی عملاً اس کے عہد مین حکومت صقلیہ قطعاً آزاد و خود مختار تھی، اور گویا بانی دولت اغلبیہ ابراہیم کے لڑکون مین ممالک محروسہ کو تقسیم کر دیا گیا، افریقیہ دوسرے اور تیسرے لڑکے کے لئے اور صقلیہ بڑے لڑکے عبد اللہ کے لڑکون محمد اور ابراہیم کے لئے وقف کر دیا گیا تھا، چنانچہ مورخین بتصریح لکھتے ہین کہ جب یہ افریقیہ سے ولایت صقلیہ کے لئے روانہ ہوا تو زیادۃ اللہ نے اسکو ایک مطلق العنان فرمانروا کی حیثیت سے عنان حکومت تفویض کی تھی، صاحب کتاب اعمال الاعلام کا بیان ہے:

> پس زیادۃ اللہ بن ابراہیم نے اپنے بھتیجے ابو الاغلب بن عبد اللہ بن ابراہیم کو صقلیہ کا قطعی طور پر خود مختار فرمانروا بنا دیا، چنانچہ اس کی وفات تک وہان کا تمام جزو کل سب اوسی کے ہاتھ مین تھا“

ابوالاغلب کی پرورش گہوارۂ شاہی مین ہوئی تھی، اسلئے صفاتِ شاہانہ بھی اوس مین پائے جاتے تھے، خصوصًا جود وسخا اسکے نمایان اوصاف تھے، جب یہ افریقہ سے چلنے لگا، تو اس کے جود وکرم اور سخاوت و فیاضی کے شہرے سے مختلف نواحیِ افریقیہ کی ایک خلقت اسکی ہمرکابی کے لئے تیار ہوگئی، اور اسی لئے جیسا کہ معلوم ہوچکا ہے، متعدد جہاز اس کے جہاز کے ساتھ صقلیہ پہنچے تھے، صاحب اعمال الاعلام لکھتا ہے:-

مؤرخ کہتا ہے، اور جب یہ صقلیہ کیلئے روانہ ہونے لگا، تو سوسہ سے بہت سے جہاز دن کی معیت مین سوار ہوا، کیونکہ مختلف نواحیِ افریقیہ سے سوار وپیدل سپاہ اسکے ساتھ ہوگئی تھی، کیونکہ لوگ اوس کے جود وکرم سے بخوبی آگاہ تھے، یہ اپنے عطایا مین اسراف کی حد تک فیاض تھا"

صقلیہ مین بھی یہ اپنے تمام دورِ حکومت مین اسی قسم کی فیاضیان کرتا رہا، ایک معمولی واقعہ اسکی فیاضی کا یون نقل کیا جاتا ہے، کہ یہ ایک مرتبہ صقلیہ مین اپنے دارالامارۃ کے جھروکہ سے جھانک رہا تھا، سامنے ایک مکان مین ایک عورت کھانا پکاتی ہوئی دکھائی دی، اوس دن اتفاق سے اس نے دو چوزے ذبح کرکے پکائے، اور دیگچی چولھے سے اوتار کر نیچے رکھ دی، ابوالاغلب یہ سب دیکھ رہا تھا جب وہ عورت کسی طرف چلی گئی، تو ابوالاغلب نے اپنے ملازم کو بلا کر عورت کا مکان دکھایا، اور چپکے سے دیگچی اٹھوالی، جب خوب سیر ہو کر کھا چکا تو دینار کی تھیلی منگوائی اور دیگچی اشرفیون سے بھر کر اوس کے مکان پر پہنچوا دی، اور جب عورت سالن نکالنے بیٹھی، تو وہ اشرفیون سے لبالب تھی[1]،

جانشین ابوالاغلب ابراہیم کی وفات کے بعد مسلمانانِ صقلیہ نے مجلس شوری منعقد کی، عباس بن فضل امیرِ لشکر کو عارضی طور پر اپنا والی منتخب کر لیا، ابوالاغلب کی وفات اور اس جدید عارضی انتخاب کی اطلاع فرمانروائے افریقیہ ابوالعباس محمد بن اغلب کو بھیج دی، اور اسکے ساتھ اس عارضی والی کو اس عہدہ پر مستقل کر دینے کی درخواست بھی پیش کی[2]،

---

[1] کتاب اعمال الاعلام فیمن بویع قبل الاحتلام من ملوک الاسلام و یادگاری مضامین ج ۲ ص ۱۴۷ و ۲۷۸، [2] ابن اثیر ج ۷، ص ۴۰

عباس بن فضل والی صقلیہ (۳)

۲۳۷ھ ۔ ۲۴۷ھ
۸۵۱ء ۔ ۸۶۱ء

عباس بھی شاہی خانوادۂ اغالبہ کا ایک رکن تھا، صاحب اعمال الاعلام نے اس کو "ابن بربر" لکھا ہے[1] اگر اس سے مراد اس کا نسلاً بربری ہونا ہے، تو یہ صحیح نہین، یہ خانوادۂ اغالبہ کی مشہور شاخ بنو یعقوب کا چشم وچراغ تھا، اس کا سلسلۂ نسب یہ ہے، عباس بن فضل بن یعقوب بن المضا بن سوادہ بن سفیان الخ بنو یعقوب ولاۃ اغالبہ کے جان نثارون مین تھے، ابوالعباس موجودہ فرمانروائے افریقیہ عباس کے دادا یعقوب کی کوششون سے سریرآرائے حکومت ہوا تھا[2] اور جیسا کہ معلوم ہے ۲۲۲ھ مین اس کا باپ فضل بن یعقوب محمد بن سالم کے بجائے امیرِ لشکر ہوکر صقلیہ آیا، پھر باپ کی جگہ بیٹے نے امارتِ لشکر ہاتھ مین لی، اور عباس تقریباً دس

(بقیہ حاشیہ ص ۱۹۹) موجودہ زمانہ کے بعض مورخین اس واقعہ کو مسلمانان صقلیہ کی غداری اور خودرائی سے تعبیر کرتے ہین، حالانکہ اس عہد مین یہی عام طریقہ رائج تھا کہ اگر کسی عہدہ دار کی کوئی جگہ اچانک خالی ہوجاتی، تو فوراً وہ کسی عارضی انتخاب سے پر کردیجاتی، صقلیہ افریقیہ کے ماتحت تھا، ۱۰۹ھ مین بشر بن صفوان والی افریقیہ نے وفات پائی، تو فوراً ایک عارضی والی منتخب کیا گیا، جس نے وقتی طور پر زمام حکومت سنبھال لی، اسوقت صقلیہ مین بھی یہی پیش آیا تھا، بلکہ آج کل بھی جب سلسلۂ رسل ورسائل مین اسقدر آسانیان حاصل ہین ایسے موقعون پر بھی یہی رویہ اختیار کیا جاتا ہی، لیکن اس زمانہ مین مرکزی حکومت کو بروقت اطلاع نہین پہنچ سکتی تھی، اسلئے مجلس شوری نے یہ عارضی انتخاب کیا، اگرچہ دربار قیروان سے اس کے مستقل کردینے کی استدعا کی گئی تھی، لیکن اس کے باوجود جب تک قیروان سے فرمان تقرر نہین آیا، عباس نے بھی اپنے کو عارضی والی تصور کیا، ابن اثیر یہ تصریح لکھتا ہی:۔

فکان العباس الی ان وصل عہدہ یغیرو	عباس کو جب تک فرمان تقرر نہین ملا انتظم ونسق کرتا رہا، اور
یرسل السرایا ویاتیہ الغنائم فلما قدم الیہ عہدہ	فوجی دستے ادھر ادھر بھیجتا رہا، اور اسکے پاس مال غنیمت آتا رہا اور
بو لایتہ خرج بنفسہ"	جب فرمان تقرر آپہنچا، تو خود بنفس نفیس لڑائیون مین نکلنے لگا،

---

[1] اعمال الاعلام دریادگاری مضامین ج ۲ ص ۴۷۲، [2] الحلۃ السیراء درامار ی ص ۳۲۸،

برس تک صقلیہ مین اپنی فوجی خدمات انجام دیتا رہا، مسلمانانِ صقلیہ نے اسی صلہ مین ولایت صقلیہ کے عہدہ پر اسکو پسند کیا،

افریقیہ سے جب تک سندِ ولایت نہین پہنچی یہ عارضی طور پر زمامِ حکومت سنبھالے رہا، البتہ سلسلۂ پیشقدمی کو جاری رکھنے کے لئے برابر ادھر اودھر فوجین بھیجتا رہا، لیکن خود بلرم سے باہر نہین نکلا، کیونکہ اگرچہ مسلمانانِ صقلیہ نے اسکو اتفاقِ عام سے اپنا عارضی امیر منتخب کرلیا تھا، لیکن حیلہ جو طبائع ہر جگہ موجود ہوتے ہین، ممکن تھا کہ افریقیہ سے تصدیق نہ ہونے کا حیلہ بنا کر لوگ فتنہ وفساد پر آمادہ ہوجاتے،

فرمانِ ولایت

یہان تک کہ سنہ ۲۳۶ھ ۸۵۱ع مین افریقیہ سے فرمانِ ولایت آپہنچا، جسمین فرمانروائے افریقیہ ابوالعباس محمد بن اغلب نے مسلمانانِ صقلیہ کے انتخابِ ولایت کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا تھا، اور اس کے نام سندِ ولایت لکھکر بھیج دی تھی،

فوجکشی اور فتوحات قلعہ ابی ثور وغیرہ

چنانچہ اس فرمان کے پہنچتے ہی اوس نے فوجی نظم ونسق کی طرف توجہ کی، فوج کو دو بری وبحری حصون مین تقسیم کیا، بری فوج کی سپہ سالاری اپنے چچا رباح بن یعقوب کے سپرد کی، جو ایک آزمودہ کار افسر تھا، اور بحری فوج کیلئے اپنے بھائی علی بن فضل کو منتخب کیا،

پھر صقلیہ کے رومی مقبوضات مین عام تاخت وتاراج کے لئے فوجی دستے مرتب کئے، سب سے پہلے مقدمۃ الجیش کے طور پر ایک دستہ رباح کی سالاری مین روانہ کیا، پھر ایک عظیم الشان لشکر خود اپنی کمان مین لیکر بلرم سے روانہ ہوگیا، اور ایک جگہ خیمہ زن ہوکر فوج کو مختلف حصون مین تقسیم کیا، اور رومی مقبوضات کے مختلف اطراف وجوانب مین چھوٹے چھوٹے دستے روانہ کردئے، چنانچہ اسی سلسلہ مین ایک دستہ قلعہ ابی ثور پہنچا، جو اندرونِ صقلیہ مین ایک مستحکم اور پایدار قلعہ تھا، قلعہ بآسانی قبضہ مین آگیا، اور کثیر مالِ غنیمت ہاتھ آیا، اور فوج واپس آگئی،

اس کے بعد عباس نے رومی مقبوضات کے صدر مقام قصریانہ کی طرف پیشقدمی کی، مگر کوئی

مقابلہ کے لئے نہین نکلا، آخر اس کے مضافات سے بہت سا مال غنیمت اور قیدیون کو لیکر واپس چلا آیا،

یہ واقعات اسی سال ۲۳۷ھ ۸۵۱ء مین پیش آئے، پھر ۲۳۸ھ ۸۵۲ء مین ایک لشکر کے ساتھ پھر فوجکشی کی، اور قصریانہ آکر ڈیرے ڈال دئے، لیکن اس مرتبہ بھی رومی مقابلہ کے لئے نہین نکلے، تو فوج کو لیکر دوسرے رومی مقبوضات کی طرف نکل گیا، جابجا معرکہ آرائیان ہوئین، اور سینکڑون رومی تہ تیغ کئے گئے، جن کے سر تشہیر عام کے لئے بلرم بھیج دے گئے، نیز رومی مقبوضات کی زراعت نہایت بیدردی سے برباد کیگئی، جو رومی ملگیا، وہ گرفتار ہوا اس طرح عام تاخت وتاراج کے بعد لشکر بلرم واپس آیا،

اسکے بعد ۲۳۹ھ ۸۵۳ء کے موسم گرما مین عبّاس نے پھر ایک فوجکشی کی، اور رومی مقبوضات کے مشہور شہرون مین پہلے قطانیہ کا رخ کیا، پھر سرقوسہ پہنچا، اس کے بعد نوطس اور پھر وہان سے اپنے مفتوحہ شہر رغوس مین داخل ہوگیا، اس یورش مین بھی ان تمام مقامات اور ان کے مضافات کو بیدردی سے غارت کیا،

اسی اثنار مین اس کو اطلاع ملی کہ باشندگان بثیرہ نے جو ۲۲۹ھ ۸۴۴ء مین مطیع ہوئے تھے، علم بغاوت بلند کردیا ہے، عبّاس نے فوراً بثیرہ کی طرف رُخ کیا، اہل بثیرہ اسلامی لشکر دیکھ کر قلعہ بند ہوگئے، عبّاس نے فصیل کے نیچے ڈیرے ڈال دئے، اہل بثیرہ نے بھی پامردی سے مقابلہ کیا، اور مسلسل پانچ مہینون تک محاصرہ کی سختیان جھیلتے رہے، لیکن بالآخر مقابلہ سے عاجز آگئے، اور حلف اطاعت لیکر شہر حوالہ کرنے پر تیار ہوگئے، عبّاس نے اہل بثیرہ سے بروایت ابن اثیر ۵ ہزار اور بروایت ابن عذاری ۶ ہزار آدمی بطور تاوان جنگ طلب کئے، باشندون نے شرط قبول کرلی، اور شہر اسلامی مقبوضات مین داخل ہوگیا، اس کے بعد ایک دوسرے غیر معروف مقام سہرینہ پہنچا، اور وہ بھی مفتوح ہوا،

پھر ۲۴۰ھ ۸۵۴ء مین اس نے دوسری پیشقدمی کی، اور مختلف اطراف مین فوج کے چھوٹے چھوٹے دستے روانہ کردئے، جنھون نے رومی مقبوضات کو تہ وبالا کیا، اور کثیر مال غنیمت کے ساتھ فوج واپس آئی،

پھر دوسرے سال ۲۴۱ھ ۸۵۵ء مین دوبارہ اوٹھا، اور کھیتون کو پامال کیا، فوجی دستون نے اندرون ملک مین غارت گری کی، اور خود عباس کسی دشوار گذار پہاڑی مین مقیم رہ کر روزانہ قصریانہ کے گرد حملہ آور ہوتا، اور آبادی کو تباہ وبرباد کرتا،

علاوہ ازین انہی دنون صقلیہ کا اسلامی بیڑا علی بن فضل کی قیادت مین بحری جنگ مین مصروف رہا، یہ بیڑا بھی اپنے مقصد مین کامیاب رہا، اور بکثرت مال غنیمت اور قیدی ہاتھ آئے[1]،

والی افریقہ ابو العباس کی وفات

فوجکشیون اور فتوحات کا یہ سلسلہ جاری تھا، کہ والیِ افریقہ ابو العباس محمد بن اغلب نے یوم دوشنبہ ۱۰ محرم الحرام ۲۴۲ھ ۸۵۶ء کو وفات پائی، اس نے افریقہ پر ۱۵ پندرہ سال آٹھ مہینے دس دن حکومت کی، یہ جنگی قوتون کا دلدادہ تھا[2]، جس کی وجہ سے صقلیہ مین بھی اس کے عہد مین فوجی پیشقدمیان بہ کثرت جاری رہین،

ابو العباس محمد بن اغلب کے بعد اس کا لڑکا ابو ابراہیم احمد اس کا جانشین ہوا،

ابو ابراہیم احمد بن محمد والیِ افریقہ

۲۴۲ھ ۸۵۶ء - ۲۴۹ھ ۸۶۳ء

عباس بن فضل کی عہدۂ ولایت پر برقراری

ابو ابراہیم احمد ۲۰ سال کی عمر مین تخت حکومت پر بیٹھا، اس نے صقلیہ کی ولایت پر عباس بن فضل کو بدستور برقرار رکھا، اور عباس نے اپنی پیشقدمی کا سلسلہ جاری رکھا،

فوجکشی اور قصر جدید و حصن شفلودی وغیرہ کی فتوحات

چنانچہ ۲۴۲ھ ۸۵۶ء مین بلرم سے ایک فوج لیکر رومی مقبوضات کی طرف روانہ ہوا، اور لوٹ مار کرتا ہوا بہت سے قلعون پر پہنچا، جن مین سے اکثر مفتوح ہو گئے، اور

---

[1] ابن اثیر ج ۷ ص ۴۰ والبیان المغرب (ترجمہ اردو) ص ۱۵۰، [2] ابن اثیر ج ۷ ص ۳۷۰ والبیان المغرب (ترجمہ اردو) ص ۱۵۱،

بعض نے مختلف شرائط پر صلح کرلی، اس کے بعد بلرم لوٹ آیا،

پھر ۲۴۲ھ مین اسی طرح قصریانہ پہنچا، اس مرتبہ رومی گورنر خلاف معمول شہر سے باہر نکل کر صف آرا ہوا، جنگ شروع ہوئی، بہت سے رومی کام آئے، اور پسپا ہو کر شہر مین داخل ہوگئے،

عباس قصریانہ مین رومیون کے قلعہ بند ہوجانے کے بعد حسب معمول رومی مقبوضات مین نکل گیا اوراس سلسلہ مین سرقوسہ اور طبرمین کے نواح مین تاخت کی، فصلین تیار تھین جسقدر لوٹ سکا لوٹ لیا، اور جو کھیت باقی رہ گئے، اون مین آگ لگادی،

اسکے بعد ایک مقام قصر جدید پہنچا، یہان رومیون کی بہت بڑی آبادی موجود تھی، جو عباس کے پہنچتے ہی قلعہ بند ہوگئی، عباس نے محاصرہ کرلیا، اہل قلعہ دو مہینے مین عاجز آگئے، اور ۱۵ ہزار دینار دیکر صلح کرنی چاہی، لیکن عباس نے اسکو مسترد کردیا، پھر کچھ دنون محاصرہ کا سلسلہ جاری رہا، اہل قلعہ بھی جرأت سے محاصرہ کی سختیان برداشت کرتے رہے، آخر تاب مقاومت باقی نہین رہی، اور رومیون کو اندیشہ ہوا کہ اگر قلعہ مین اسلامی لشکر اپنے زور بازو سے داخل ہوا تو ایک سپاہی بھی زندہ نہ چھوڑا جائیگا، اسلئے انھون نے صلح کی دوبارہ درخواست پیش کی کہ محصورین مین سے دو سو آدمیون کی جان بخشی کیجائے، ان کے علاوہ پورا قلعہ اپنے تمام محافظ سپاہیون کے ساتھ پیش ہے،

عباس نے یہ شرط منظور کرلی، اور اسلامی لشکر قلعہ مین داخل ہوگیا، اور دو سو منتخب رومیون کو مستثنیٰ کرکے قلعہ مع محافظ فوج کے مسلمانون کے قبضہ مین آگیا، اسکے بعد عباس نے قلعہ کو مسمار کردیا، اور قیدیون کو بلرم لے آیا، اور یہین وہ فروخت کئے گئے[1]،

اس کے بعد حصن شفلودی پہنچا، یہان اہل قلعہ سے اس شرط پر صلح ہوئی، کہ تمام باشندے قلعہ سے نکل جائین گے، اور وہ قلعہ منہدم کردیا جائے گا، چنانچہ عباس نے قلعہ کے خالی ہونے کے بعد

---

[1] ابن اثیر ج ۷ ص ۱۴۱، والبیان المغرب (ترجمہ اردو) ص ۱۵۱

اس کو بھی مسمار کردیا،

پھر اس کے دوسرے سال ۲۴۴ھ ۸۵۸ء مین عباس نے حسب معمول نئی فوجکشی کی، اور قصریانہ اور سرقوسہ کے نواح مین غارت گری کی، اسی کے ساتھ اسکو بحر روم مین ایک رومی بیڑے کے منڈلانے کی اطلاع ملی، چنانچہ علی بن فضل امیر البحر کی سرگردگی مین ایک بحری مہم بھی انجام پائی، اسلامی بیڑے نے رومی بیڑے کا تعاقب کیا، رومیون کا یہ بیڑا چالیس[۴۰] جہازون پر مشتمل تھا، اور اس کا امیر البحر جزیرہ اقریطس کا کوئی رومی سردار تھا، دونون مین گھمسان کی جنگ ہوئی، اسلامی بیڑا فتحیاب ہوا، اور رومیون کے دس جہاز مع رومی سوارون کے گرفتار کرلئے گئے،[1]

فتح قصریانہ عام فوجکشی کا یہی سلسلہ جاری تھا، کہ اسی سال ۲۴۴ھ ۸۵۹ء کے موسم سرما مین ایک اسلامی دستہ قصریانہ گیا، اور ایک اتفاقی واقعہ سے قصریانہ کی ناقابلِ تسخیر مہم سرانجام پائی،

یہ دستہ قصریانہ کے مضافات مین لوٹ مار کر واپس آرہا تھا کہ راستہ مین چند رومی مل گئے، اور انھین گرفتار کرلیا، اور ان کے قتل کرنے کا فیصلہ کیا، چنانچہ یہ قیدی مقتل مین باری باری لائے جاتے، اور قتل کئے جاتے، ان گرفتاران بلا مین قصریانہ کا ایک معزز باشندہ بھی تھا، جب اوس کے قتل کی باری آئی، اور سرِ مقتل لایا گیا، تو اوس نے چلا کر کہا "مجھے قتل نہ کرو، مین تم لوگون کو ایک مفید مشورہ دون گا" سپاہیون نے اس راز کو معلوم کرنا چاہا، لیکن ناکام رہے، آخر اسکو عباس کے پاس لے آئے،

---

[1] ابن اثیر ج ۷، ص ۱۴۰، ونہایۃ الارب نویری دراماری ص ۴۲۱، وابن خلدون ج ۴ ص ۲۰۰، ابن عذاری نے اس بحری حملہ کو دوسرے رنگ مین لکھا ہے، اسکے بیان کے مطابق علی بن فضل جزیرۂ اقریطس پر حملہ آور ہوا، اور ناکام ہو کر ۲۰ جہاز ضائع کردئیے، ہوسکتا تھا کہ یہ کوئی جداگانہ واقعہ اسی سال پیش آیا ہو، لیکن اقریطس سنہ ۲۱۱ سے سنہ ۳۵۰ تک دولت عباسیہ کا ایک مقبوضہ جزیرہ رہا ہے، رومیون نے سنہ ۳۵۰ مین ۹ مہینے کے محاصرہ کے بعد اسکو زیر کیا ہے (دیکھو معجم البلدان ج ۱ ص ۳۱۱ طبری ج ۱۱ ص ۱۰۹۲ وابن اثیر ج ۶ ص ۲۸۲) اسلئے اس عہد مین وہ ممالک محروسہ اسلامیہ مین داخل تھا، اس پر حملہ آوری کے کیا معنی ہوسکتے ہین،

عباس سے اوس نے کہا "اگر جان و مال اور اہل و عیال کی جان بخشی ہو تو ایک مفید مشورہ پیش کرون"، پوچھا گیا وہ کیا؟ کہنے لگا "مین قصریانہ پر قبضہ کرا دونگا، آج کل موسم سرما ہے، برف باری شدت سے ہو رہی ہے، اسوقت یہان کے لوگ اسلامی حملہ کے خطرہ سے مطمئن ہو کر بالکل غیر مسلح ہین، اگر تھوڑی سی فوج میرے ہمراہ کر دیجائے، تو اس کو شہر مین پہنچا دون"

قصریانہ کے قدرتی جغرافی حدود اور اس کی ناقابل تسخیر فصیل سد سکندری سے کم نہ تھی، عباس نے اس معزز رومی کا بیان سنتے ہی اس کی جان بخشی کی، اور اس کو ایک محافظ دستہ کے سپرد کیا، اور خود فوجکشی کی تیاری مین مصروف ہو گیا، اور مجاہدین مین سے دو ہزار سپاہی اور ایک دوسری روایت کے رو سے ایک ہزار سات سو سپاہی منتخب کئے، جنمین ایک ہزار سوار اور سات سو پیدل تھے، اور ہر دس سپاہی پر ایک افسر مقرر کیا، اور اسی ترتیب سے اس لشکر کو اپنی سرکردگی مین لیکر روانہ ہو گیا، لیکن فوج کے کسی سپاہی کو اس کی خبر نہین کہ یہ سفر کس قصد سے ہے، اور اس کوچ کی آخری منزل کہان ہی، اور خصوصاً فوج کو زیادہ حیرت اس لئے تھی کہ اس وقت موسلا دھار پانی برس رہا تھا، اور اور نہایت شدت سے پالا بھی پڑ رہا تھا، لیکن منتخب لشکر نہایت تیزی سے کوچ کرتا رہا، آخر سفر کی ایک منزل پہنچی، عباس نے یہان پہنچکر قیام کیا، یہان رات اچھی طرح سے آچکی تھی، یہان پہنچکر اس نے ان بہادرون مین سے بھی چند نہایت کارآزمودہ شجاع منتخب کئے، اور ان کو صقلیہ کے سپہ سالار رباح بن یعقوب کے زیر علم دیا، اور رباح اسی رومی کو دلیل راہ بناکے اصل مہم پر روانہ ہو گیا،

رباح نے سب سے پہلے اس رومی کی نگرانی کا مکمل انتظام کیا، پھر اسی کی رہنمائی مین آگے بڑھا، قصریانہ جیسے جیسے قریب آتا گیا، یہ مختصر دستہ بھی آہستہ آہستہ بالکل ہلکے ہلکے قدم اوٹھاتے ہوئے قصریانہ کی پہاڑی کے دامن مین پہنچ گیا،

اب رومی سردار کی رہبری کا وقت آیا، اس نے پہاڑی کے ایک حصہ کی طرف اشارہ کرکے اس پر چڑھنے کی ہدایت کی، پہاڑی کا وہ حصہ نہایت دشوار گذار تھا، چٹانین بالکل سیدھی سپاٹ اور کھڑی تھین، رباح نے سیڑھیون کا انتظام کیا اور پوری جمعیت اوپر پہنچ گئی، اوپر کچھ ناہموار چٹانین تھین، وہ راستہ آسانی سے طے ہوا، اور پھر اوسی طریقہ سے سیڑھیون کے ذریعہ سے پہاڑی کے دوسری جانب اوتر پڑے، اور تقریبًا صبح کاذب کے وقت داخلی شہر پناہ کے نیچے پہنچ گئے، یہ دشوار گذار راستہ اس قدر سکون سے طے ہوا، کہ شہر پناہ کی محافظ فوج کی خوشگوار نیند مین کوئی خلل نہین پڑا، اور مجاہدین ان کو اسی حال مین چھوڑ کر آگے گذر گئے،

اس کے بعد داخلی شہر پناہ کے مرحلہ کو طے کرنا تھا، رومی سردار نے ایک نالہ دکھایا جس سی شہر بھر کی غلاظت بہ کر باہر نکلتی تھی، مجاہدین کے لئے یہ نہایت کٹھن منزل تھی، رباح جرات سی خود آگے بڑھا، اور دفعتًہ پو پھٹتے ہی پوری اسلامی جمعیت صبح صادق کے وقت شہر کے اندر پہنچ گئی، سارا شہر غافل سو رہا تھا، مسلمانون نے پہنچتے ہی نعرہ تکبیر مارا، اور تلوارین علم کرلین، اور بڑھ کر شہر کے دروازون کے محافظ سپاہیون کو موت کے گھاٹ اوتارا، اور دروازے کھول دئے، اودھر عباس سارے لشکر کے ساتھ باہر کھڑا انتظار مین تھا، دروازہ کھلتے ہی سب اندر گھس پڑے، اور کشت و خون کا بازار گرم ہوگیا، اور اس کے ختم ہونے کے بعد قصریانہ کی کنجی عباس کے ہاتھ مین آگئی، یہ واقعہ یوم پنجشنبہ ۱۵ شوال سنہ ۲۴۴ھ ۸۵۹ء مین پیش آیا، جس وقت لڑائی ختم ہوئی، صبح کی نماز دوگانہ کا وقت باقی تھا، جوش و خروش سے اذان پکاری گئی، اور مجاہدین عجز و نیاز سے بارگاہ ایزدی مین حاضر ہوکر اسی نماز دوگانہ کیساتھ سجدۂ شکر بجا لائے، جو سرزمین قصریانہ پر خدائے واحد کا سب سے پہلا سجدہ تھا،

مقتولین اور اسیران جنگ

قصریانہ حکومت بیزنطی کا پایۂ تخت تھا، اور اسی پایۂ تخت مین صقلیہ کے چیدہ معززین، بطارقہ، امراء، رؤسا، اور بیزنطی شہزادے موجود تھے، جو قصریانہ کی اس آخری معرکہ آرائی

مین سرفروشانہ میدان مین آئے، اور مسلمانون کے آب شمشیر سے سیراب ہوئے،

ان مقتولین کے علاوہ بہت سے معززین روم گرفتار کئے گئے، جنمین ایسے نوعمر شہزادے و شاہزادیان بھی تھین، جنھین سلطنت روما کے شاہی خاندان نسلی تعلق تھا، اور جنھون نے روما کی بہترین گہوارۂ تہذیب مین ناز و نعم سے پرورش پائی تھی، جس وقت وہ اسلامی لشکر مین گرفتار ہو کر آئی ہین، نہایت پر تکلف لباس اور قیمتی زیورون سے آراستہ تھین،

مال غنیمت اسی کے ساتھ پورے جزیرۂ صقلیہ مین قصریانہ ایک ناقابل تسخیر شہر شمار کیا جاتا تھا، اسلئے یہ رومیون کا ایک محفوظ خزانہ بھی تھا، تمام رومی و بیزنطی عمائدین، بطارقہ، رؤسا، اور امرا، اسی محفوظ قلعہ مین اپنے تمام زر و جواہر کے انبار کے ساتھ قلعہ بند تھے، اور چونکہ مسلمانون کی آمد بالکل ناگہانی تھی، اس لئے یہ لوگ اپنی دولت و ثروت کہین منتقل نہ کر سکے تھے، اور یہ تمام انبار مسلمانون کے ہاتھ آیا، جس کے متعلق عرب مورخین کا یہ آخری فقرہ ہے کہ "اسکی فراوانی کی کوئی حد و نہایت ہی نہین تھی"، اور اسی پر مسٹر اسکاٹ بادیدۂ پرنم لکھتے ہین:-

> "شہر کی فصیل کو محفوظ دیکھ کر تمام مسیحی عمائد و رؤسا جزیرۂ صقلیہ کی باقی دولت لے کر جمع ہو گئے تھے، پادریون کا وہ جمع جتھا، جو صدیون سے اونھون نے اپنے معتقدون کو ڈرا دھمکا کر وصول کیا تھا، یا خود معتقدین سے نذرین لیکر جوڑا تھا، اس شہر کو محفوظ سمجھکر یہان لا کر رکھا تھا، تمام و کمال فاتحین کے ہاتھ آگیا، مال غنیمت کی قیمت کا کوئی اندازہ نہین لگ سکتا، صقلیہ بھر مین کوئی نجیب و شریف خاندان ایسا باقی نہ تھا جو اپنے کسی عزیز دوست کی گرفتاری یا موت سے سوگوار نہ ہوا ہو، ان امرا کے بچے جن کا سلسلۂ نسب اراکین سلطنت روم تک پہنچتا تھا، نہایت بیرحمی سے یا تو قیدخانون مین پہنچا دئے گئے تھے، یا کسی مسلمان فوجی افسر کے حرم سرا مین بطور غلام رکھکر داخل کر لئے گئے، قصریانہ کا ہاتھ سے نکل جانا وہ مصیبت تھی کہ جب سے شرقیین (مسلمانون) نے جزیرۂ صقلیہ مین قدم

رکھا تھا، اتنی بڑی مصیبت کبھی نہین پڑی تھی،،

اس وافر مال غنیمت اور ان بیشمار اسیران جنگ مین سے حسب اصول پانچوان حصہ حکومت اغلبیہ افریقیہ کو بھیجا گیا، اور باقی تمام مال غنیمت اور اسیران جنگ حکومت صقلیہ کے قبضہ مین آئے، حکومت صقلیہ نے اوس کو کچھ مجاہدین مین تقسیم کیا، اور کچھ حصہ صقلیہ کے خزانۂ عامرہ مین داخل ہوا، اور کچھ تحائف بطور نذر عقیدت خلیفہ عباسی المتوکل باللہ کے پاس دار الخلافت بغداد بھیجے گئے، جن مین ایسی نوجوان شاہزادیان بھی تھین، جن کے شاہانہ اعزاز واکرام عزت وتمکنت اور نسلی وخاندانی امتیازات اسی کے شایان شان تھے کہ وہ بارگاہ خلافت مین شرفیاب کیجائین[1]،

تعمیر جامع مسجد

فتح قصریانہ کے بعد عباس نے یہان ایک جامع مسجد کی بنیاد ڈالی، کہا جاتا ہے، کہ مسلمانون نے قصریانہ کے گرجے کو مسجد بنا لیا، لیکن ہمارے عرب مورخین اس معاملے مین خاموش ہین، یون اگر کوئی گرجا مسجد بنایا جاتا، تو سب سے پہلے وہان کے سب سے بڑے گرجے کو جامع مسجد مین منتقل کیا جاتا، لیکن عباس نے تیمناً وتبرکاً جامع مسجد کی بنیاد اس میدان مین ڈالی، جہان یوم

---

[1] اگرچہ صقلیہ کی ان فتوحات کو خلافت عباسیہ سے براہ راست کوئی خاص تعلق نہین لیکن حکومت اغلبیہ افریقیہ خلفائے عباسیہ کی باجگذار تھی، اور صقلیہ کے یہ فتوحات اسی کی سرکردگی مین انجام پاتے تھے، علاوہ ازین خلفائے عباسیہ کو تمام عالم اسلامی مین مذہبی تفوق حاصل تھا، اس لئے ان مناسبتون سے صقلیہ کو بھی خلافت عباسی سے ایک لگاؤ قائم تھا، اس لئے حکومت صقلیہ نے یہان کے دو اہم موقعون پر جو فتح صقلیہ کے یادگار مواقع ہین، فتوحات کے ہدیے دار الخلافت بغداد بھی بھیجے، جن مین پہلا ہدیہ مامون کی خدمت مین اس وقت پیش ہوا، جب اسد بن فرات نے یہان پہلی کامیابی حاصل کی اور یہ دوسرا ہدیہ اس وقت بھیجا جا رہا ہے، جب حکومت بیزنطی صقلیہ کا پایہ تخت مفتوح ہوا ہے، ورنہ صقلیہ کی ان مہمون مین عملاً خلفائے عباسیہ کو کوئی دخل نہیں تھا، صرف حکومت اغلبیہ افریقیہ خود مختارانہ طریقہ سے یہان کی سیاسیات کی نگران تھی، اور وہی یہان کے منافع حکومت اور مال خمس کی بھی حقدار تھی، خلفائے عباسیہ اپنے خراج کی رقم براہ راست حکومت اغلبیہ سے وصول کرتے تھے،

فتح مین صبح کی نماز ادا کی گئی تھی، مسلمان وہان پنجشنبہ کو پہنچے تھے، اس کے دوسرے ہی دن ۱۶ شوال یوم جمعہ تھا، چنانچہ اسی میدان مین مصلائے امام کے نزدیک منبر بنا کر خطیب نے خطبہ دیا، اور پھر اسی مصلے پر کھڑے ہو کر نماز جمعہ ادا کی گئی، اور اسی مقام پر اس وقت تک جامع مسجد قائم رہی جبتک کہ قصریانہ پر اسلامی پرچم لہراتا رہا[1]،

حکومت بزنطی کا انتقامی حملہ اور ناکامی

حکومت بزنطی قسطنطنیہ اگرچہ ابتک صقلیہ مین اسلام کی روزافزون طاقت کا اپنی بساط کے مطابق مقابلہ کر رہی تھی، اور صقلیہ کے رومیون کو بوقت ضرورت قسطنطنیہ سے برابر کمک آتی رہی، لیکن قصریانہ کے نکل جانے سے قسطنطنیہ مین عام تھلکہ مچگیا، اور اس کا انتقام لینے کیلئے تین ۳۰۰ سو جہازون کا ایک عظیم الشان بیڑا ساحل باسفورس سے صقلیہ روانہ ہوا، اور سرقوسہ کے ساحل پر آکر لنگر انداز ہوا، جو قصریانہ کے مفتوح ہونیکے بعد پھر صقلیہ کی حکومت بزنطی کا دار الحکومت قرار پایا تھا،

اودھر عباس جو قصریانہ کے ابتدائی انتظامات مین مصروف تھا، خبر لگتے ہی روانہ ہوا، بزنطی لشکر ساحل پر ابھی اوتر اہی تھا، کہ عباس نے وہین سرقوسہ کے میدان مین اس کا راستہ روک لیا، اور لڑائی شروع ہو گئی، جنگ کا خاتمہ رومیون کی ہزیمت پر ہوا، بہت سے رومی قتل ہوئے، جو بچ رہے بدحواس ہو کر فرار ہوئے، عباس نے تعاقب کیا، اور فوج کا کثیر حصہ کاٹ کے میدان مین ڈال دیا، رومی جان بچا کر جہاز پر سوار ہوئے، عباس نے جہازون کا تعاقب کیا اور سو جہاز گرفتار کر لئے، اس طرح رومیون کا یہ پورا بیڑا تہ وبالا ہو گیا، مجاہدین مین سے تو صرف تین آدمی بزنطی تیراندازون کا نشانہ بنے، لیکن رومی فوج کے دستے تباہ ہو گئے، اور جو باقی بچے بے نیل مرام قسطنطنیہ لوٹ گئے،

---

[1] ابن اثیر ج ۷ ص ۱۴۰، ۲۰۴، اعمال الاعلام در یادگاری مضامین ج ۲ ص ۲۷۴، ابن خلدون ج ۴ ص ۲۰۲، نہایۃ الارب نویری در اماری حوادث ۲۱۲ھ ص ۳۳۴، کتاب المونس ص ۹۴، اخبار الاندلس ج ۲ ص ۲۹،

حکومت اسلامی کی مدافعانہ تیاریان

جب عباس نے حکومت بیزنطی قسطنطنیہ کا یہ جذبۂ انتقام دیکھا تو مدافعانہ تیاریان بھی شروع کر دین، سب سے پہلے قصریانہ کی جو نو مفتوح شہر تھا، فوجی طاقت مستحکم کی، اور شہر پناہ کے نیچے جابجا مضبوط محافظ دستے متعین کر دئے کہ ہمہ وقت تیار رہین،

فوجکشی

شہر کی حفاظت کے بعد پھر بقیہ رومی مقبوضات کی طرف از سر نو توجہ کی، اور عام پیشقدمی کا سلسلہ جاری کرنا چاہا، چنانچہ ۲۴۶ھ ۸۶۰ء سے پھر یہ سلسلہ شروع ہوا، اور اس سال چند قلعے شنطر ابلا، ابلاطنو، بلوط، اور قلعہ عبد المومن وغیرہ قبضہ مین آئے،

اگرچہ ان مین سے بعض قلعے اسلامی اقتدار مین پہلے داخل ہو چکے تھے، لیکن موقع پا کر سرکشی اختیار کر لی تھی، چنانچہ عباس ان مین سے جہان پہنچا، رومیون نے مقابلہ کیا، اور سب بزور شمشیر مفتوح ہوئے،

ایک اور بیزنطی بیڑا

فوجکشی کا یہ سلسلہ جاری تھا، اور اسلامی لشکر قلعہ عبد المومن مین مصروف کار تھا، کہ عباس کو ایک دوسرے بیزنطی لشکر کی آمد کی اطلاع ملی یہ بیزنطی لشکر بھی قسطنطنیہ سے آیا تھا، اور اپنی پہلی ہزیمت کا انتقام لینا چاہتا تھا، اور اسی لئے یہ لشکر بھی قسطنطنیہ سے بڑے ساز و سامان سے روانہ ہوا اور عام معززین روم نے اپنے باہمی اندرونی اختلافات کو مٹا کر مجموعی حیثیت سے اس مین شرکت کی تھی، عباس نے پھر بڑھکر راستہ روکا، اور مقام جفلودی پر دونون فوجون کا مقابلہ ہوا، یہ جنگ پہلے سے زیادہ سخت تھی، اس مرتبہ رومیون نے بھی دادِ شجاعت دی، اور بڑی پامردی سے لڑے، لیکن نوجوانانِ عرب کے بڑھتے ہوئے حوصلون کا مقابلہ نہ کر سکے، اور اگرچہ دونون مین اس قدر کشت و خون ہوا کہ ساری سرزمین جفلودی لالہ زار بن گئی، لیکن بالآخر اس جنگ کا خاتمہ بھی رومیون کی ہزیمت پر ہوا، اور پسپا ہو کر دار الحکومت سرقوسہ مین پناہ گزین ہو گئے، اور ادھر عباس اپنی فوج لیکر قصریانہ لوٹ آیا،

قصریانہ کا دوبارہ استحکام اگرچہ تازہ دم بیزنطی لشکر کو نہایت ذلت آمیز شکست ہوئی تھی، لیکن اس کا جسقدر حصہ بچ رہا تھا، اور رومیون کی جسقدر فوج صقلیہ مین موجود تھی، عباس کو ان سے قصریانہ کے حملہ کا اندیشہ ہوا، اس لئے یہان پہنچتے ہی نئے سرے سے فوجی استحکامات کی دیکھ بھال کی اور جو جو غیر محفوظ مقام سمجھے جا سکتے تھے، نہایت عجلت سے ان کی از سر نو تعمیر کی، اسکے علاوہ اور خاص خاص مقامات کی قلعہ بندی کی، اور جا بجا فوج متعین کی جو پورے شہر کی حفاظت کیلئے کافی ہو سکتی تھی،

عباس کا آخری سفر اس کے بعد ۲۴۷ھ / ۸۶۱ء مین عباس بیزنطی لشکر سے نبرد آزمائی کیلئے سرقوسہ روانہ ہوا، نواحِ سرقوسہ مین کچھ مالِ غنیمت حاصل کیا، پھر غیران قرقنہ کو تاخت و تاراج کرنے چلا، لیکن اثنائے راہ ہی مین سفرِ آخرت پیش آگیا، اور صرف تین دن کی علالت مین ۳ جمادی الاخریٰ ۲۴۷ھ / ۸۶۱ء یوم جمعہ کو اس اولوالعزم والی نے آنکھین بند کرلین، مسلمانون نے نمازِ جنازہ پڑھ کر وہین پر سپردِ خاک کر دیا، اور پھر اسلامی لشکر وہان سے بلرم واپس چلا آیا،

عباس کا دورِ حکومت عباس نے گیارہ سال فرمانروائی کی، وہ خود ایک فوجی جنرل تھا، اس لئے اس کے عہدِ حکومت کی نمایان خصوصیت بھی فوجی پیشقدمیان رہین، اس کا دستور تھا کہ تقریباً ہر سال گرمی اور سردی کے دونون موسمون مین دو مرتبہ پیشقدمیان کرتا، صقلیہ ایک زرعی ملک تھا، اسلئے یہ دونون موقع ایسے ہوتے تھے کہ سال کی دو فصلین کھیتون مین تیار رہتین، اور یہ اپنی فوجکشی سے رومی علاقہ کی تمام زراعت حاصل کر لیتا، اور جو غلے کھیتون مین باقی رہ جاتے، انھین برباد کر دیتا، اور اسکی اسی حکمتِ عملی کے باعث صقلیہ کے رومی مقبوضات کے باشندے اس سے تھرا اوٹھے تھے، اور اسی لئے ہر موقع پر اسکو نمایان کامیابیان بھی حاصل ہوتی گئین، اگرچہ یہ افسوسناک امر ہے کہ اسکی سخت گیر حکمتِ عملی مین غارتگری، آتش زدگی اور قتلِ اساری سب داخل تھے،

عباس کی لاش سے رومیون کا بزدلانہ انتقام

اور اس کی اسی سخت گیری کا نتیجہ تھا کہ صقلیہ کے رومیون کو اس سے شدید بغض و عناد پیدا ہو گیا تھا، اور جب وہ اس کی زندگی مین اس کا کچھ نہ بگاڑ سکے تو اس کی موت کے بعد اس کے جسد بے روح سے انتقام لینا چاہا، اور ایسی بزدلانہ حرکت کا ثبوت پیش کیا، کہ یورپ کے اہل قلم بھی رومی تہذیب کے اس مظہر پر سر نگون ہین،

چنانچہ عباس کے مدفن سے اسلامی لشکر کی مراجعت کے بعد ان مہذب رومیون کی ایک جماعت پہنچی، اور قبر سے اس کی لاش نکالی اور آگ مین جلا کر خاکستر کر دیا،[1]

جانشین

مسلمانان صقلیہ نے عباس کی وفات کے بعد اس کے چچا احمد بن یعقوب کو عارضی طور پر اپنا امیر منتخب کر لیا، اور اس کی اطلاع دربار افریقیہ کو دیدی،

احمد بن یعقوب والی صقلیہ (۴)

سنہ ۲۴۷ھ ۸۶۱ء

ابو ابراہیم احمد بن محمد بن اغلب فرمانروائے افریقیہ نے مسلمانان صقلیہ کی خواہش کے مطابق احمد بن یعقوب کو عہدۂ ولایت پر نامزد کر دیا، اور فرمان ولایت لکھ کر بھیجدیا، احمد بن یعقوب اگرچہ باشندگان صقلیہ کے انتخاب اور دربار قیروان کے فرمان تقرر سے عہدۂ ولایت پر سرفراز ہوا تھا لیکن

---

[1] ابن اثیر ج ۷ ص ۴۲، ۴۳، ابن خلدون ج ۴ ص ۲۰۲ نہایۃ الارب حوادث سنہ ۲۴۷ھ درا ماری ص ۳۳۴ و اخبار الاندلس و کتاب المونس وغیرہ عباس کی تاریخ وفات مین ان مورخین کا متفقہ بیان ہے، لیکن بعض مورخین کے بیانات ان سے مختلف ہین، جنھین ہم نے نظر انداز کر دیا، کیونکہ ان مین جزوی اختلافات ہین، مثلاً ابن عذاری نے ملہ جمادی الاولی لکھا ہے اسی طرح حسین بن محمد بن داد ان کی تاریخ تونس مین سنہ وفات سنہ اربعین و ماتین (سنہ ۲۴۰ھ) ہے، مگر یہ غالباً کتابت کی غلطی ہے، اور لفظ "سبع" چھوٹ گیا ہے، کیونکہ اس نے اپنی کتاب مین یہ واقعات حوادث سنہ ۲۴۲ھ مین درج کیے ہین، جنھین سنہ ۲۴۲ سے سنہ ۲۵۰ھ تک کے واقعات ہین ج ۲ البیان المغرب (ترجمہ اردو) ص ۱۵۲ و نہایۃ الارب حوادث سنہ ۲۴۷ھ درا ماری ص ۳۳۴

اس کی اور مرحوم والی عباس کے لڑکے عبداللہ کی باہمی چشمک ے اس کو اس خدمت سے مجبوراً عبداللہ بن عباس کے حق مین بہت جلد سبکدوش ہوجانا پڑا، چنانچہ اوس کو عنانِ امارت سپرد کرکے واقعہ کی اطلاع افریقیہ بھیج دی،

عبداللہ بن عباس قائم مقام والی

عبداللہ بن عباس نے اپنے اس قائم مقامی کے زمانے مین فوجی پیشقدمیون کا سلسلہ شروع کرنا چاہا، اور امارتِ لشکر پر رباح کو بدستور باقی رکھا،

فوجکشی اور فتوحات

چنانچہ اسی کی سرکردگی مین فوجین روانہ ہوئین، اور اکثر مقامات پر کامیاب ہوئین، اور ان مہمون مین کثیر تعداد مین مالِ غنیمت اور قیدی ہاتھ آئے، لیکن اسی سلسلہ مین کسی مقام پر یہ واقعہ پیش آیا، کہ رباح اپنی فوج کے ساتھ رومیون سے برسرپیکار تھا، کہ اسلامی لشکر کے قدم اوکھڑ گئے، اور اس کا ایک دستہ رومیون کے ہاتھ گرفتار ہوگیا، اور پھر رومیون نے ایسی یورش کی کہ رباح کا علم اور فوجی طبل چھن گئے اور خود پسپا ہونے پر مجبور ہوا،

اس کے بعد ایک شہر جبل ابی مالک پر حملہ آور ہوا، اور یہ حملہ کامیاب ہوا، اور شہر اسلامی قبضہ مین آگیا، ابھی اس کو اپنی پچھلی شکست بھولی نہ تھی، جوشِ انتقام مین شہر کے تمام باشندون کو گرفتار کرلیا، اور پورا شہر جلاکر خاکستر کردیا،

اس کے بعد مختلف اطراف مین فوجین روانہ ہوئین، اور بعض مقامات قبضہ مین آئے، جنمین سے قلعہ آرقنین اور قلعہ مشارعہ کے نام تاریخون مین ملتے ہین،

عبداللہ بن عباس کی قائم مقامی کا خاتمہ اور اسکے اسباب

عبداللہ بن عباس کو عنانِ حکومت ہاتھ مین لئے ہوئے پانچ مہینے گذرے تھے کہ اس کی قائم مقامی کا زمانہ ختم ہوگیا، اس نے اپنے مختصر دورِ حکومت مین صقلیہ مین جو خدمات انجام دئے تھے، اس کے لحاظ سے یہ ممکن تھا کہ فرمانروائے افریقیہ مسلمانانِ صقلیہ کی خواہش کا لحاظ کرکے عبداللہ بن عباس کو مستقل والی بنادیتا، لیکن احمد بن یعقوب دربارِ قیروان

کا نامزد والی تھا، عبداللہ بن عباس نے اوس کو عملاً معزول کر کے عنانِ حکومت ہاتھ مین لی تھی، اس لئے والیِ افریقہ نے عبداللہ کے مستقل تقرر کو منظور نہین کیا، اور شاہی خاندان اغلبیہ کے ایک دوسرے آزمودہ کار ممتاز رکن خفاجہ بن سفیان کو صقلیہ کی ولایت پر روانہ کیا[1]،

خفاجہ بن سفیان والیِ صقلیہ (۵)

سنہ ۲۴۸ھ ۸۶۲ء سنہ ۲۵۵ھ ۸۶۸ء

خفاجہ شاہی خاندان اغلبیہ کا ممتاز رکن تھا، اس کا سلسلۂ نسب یون ہے، ابن سفیان بن سوادہ بن سفیان، یہ سفیان اغلب کا بھائی تھا، چنانچہ خفاجہ کا سلسلۂ نسب سفیان سے پھر یون چلتا ہی

---

[1] ابن اثیر ج ۷، ص ۶۸ والبیان المغرب (ترجمہ اردو) ص ۵۳ و نہایۃ الارب فی فنون الادب حوادث سنہ ۲۴۷ھ و درامارس ص ۳۴۴ احمد بن یعقوب اور عبداللہ بن عباس کے متعلق مورخین کے بیان مین اضطراب ہی، ابن اثیر، ابن خلدون، ابو الفدا، محمد بن حسین اور ابن ابی دینار کا متفقہ بیان ہے کہ عباس کی وفات کے بعد اس کے لڑکے عبداللہ کو جانشین منتخب کیا گیا، اور ابن عذاری کا بیان ہی کہ احمد بن یعقوب جانشین ہوا، اور دربار قیروان سے اسکی منظوری ہوئی، پھر نویری کا بیان ہی وہ ان دونون واقعون کو جمع کر دیتا ہی، اور ہم نے اوسکے بیان کو ابن عذاری کی تائید کے ساتھ اخذ کیا ہے، کیونکہ گو اس طرف بہ کثرت مورخین کے بیانات ہین، لیکن اس کے ساتھ سب کے سب یہ بھی لکھتے ہین، کہ عبداللہ نے صرف پانچ مہینے قائم مقامی کی اور پھر جمادی الاخری سنہ ۲۴۸ھ مین نئے والی خفاجہ نے آکر عبداللہ سے عنانِ حکومت لیلی، اس لئے اگر ان بیانات کو صحیح باور کیا جائے، تو بھی اس مدتِ حکومت سے اون کے بیان کی تغلیط ہوتی ہی، اور دوسری طرف اگرچہ ابن عذاری نے عبداللہ کی قائم مقامی کا ذکر نہین کیا ہی، لیکن نویری کی تصریح سے یہ خود بخود حل ہو جاتا ہی، اور اسی بیان سے ان سب مورخین کے بتائے ہوئے مدتِ ولایت کی بھی تصدیق ہوتی ہی، کیونکہ عباس کی وفات کے بعد سے خفاجہ کی آمد تک کامل ایک سال کا زمانہ ہوتا ہی، اسمین پانچ مہینے عبداللہ نے فرمانروائی کی اور بقیہ شروع کے مہینون مین احمد کی فرمانروائی رہی، احمد کو ہم نے مستقل والی اس لئے تسلیم کیا کہ دربار قیروان سے اس کے تقرر کا فرمان صادر ہو چکا تھا، اور عبداللہ نے اسی کی قائم مقامی کی، پھر اسکے بعد نئے والی خفاجہ کا عہد حکومت شروع ہوگا،

ابنِ سالم بن عقال بن خفاجہ بن عبد اللہ بن عبّاد بن محرب بن سعید بن عقال، یعنی خفاجہ، اغالبہ کے بنواخ کے خاندان سے تھا، یہ بنواخ بھی حکومتِ اغلبیہ کے جاں نثارون مین تھے، امیر زیادۃ اللہ کے عہد مین خفاجہ کے باپ سفیان بن سوادہ نے خانہ جنگیون کا خاتمہ کر کے امیر زیادۃ اللہ کی حکومت قائم کی، چنانچہ ابن الآبار نے اسکی حکومت کے قیام کا سبب اسی کو قرار دیا ہی اور خفاجہ بھی ولایتِ صقلیہ کے تقرر سے پیشتر حکومت کی نمایان خدمات انجام دیچکا تھا، چنانچہ ابو العباس محمد بن اغلب والیِ افریقیہ اور اسکے بھائی کے درمیان جو خونریز جنگ برپا ہوئی تھی، اوس مین اس نے بھی اپنے بھائی احمد بن سفیان اور اپنے ابن عم یعقوب بن مضار کی معاونت کے ساتھ ابو العباس کا ساتھ دیا تھا، اور انھی کوششون سے ابو العباس کی حکومت قائم ہوئی تھی[1]،

خفاجہ جمادی الاولی سنہ ۲۴۸ھ ۸۶۲ء مین صقلیہ پہنچا اور عنانِ حکومت سنبھال لی، اور سپہ سالاری کے عہدے پر اپنے لڑکے محمود کو مقرر کیا اور فوجی پیشقدمی کا سلسلہ شروع کر دیا، خفاجہ کے عہد مین سب سے پہلا لشکر سرقوسہ روانہ ہوا، لشکر کی کمان محمود بن خفاجہ کے ہاتھ مین تھی، یہ لشکر سرقوسہ کے نواح مین پہنچکر حملہ آور ہوا، رومیون نے شہر سے نکل کر مقابلہ کیا، لیکن ہزیمت اوٹھائی اور محمود مالِ غنیمت لیکر بلرم واپس آگیا[2]،

والیِ افریقیہ کی وفات

خفاجہ کو آئے ہوئے ابھی ایک ہی سال کا زمانہ گذرا تھا، کہ والیِ افریقیہ ابو ابراہیم احمد بن محمد بن اغلب نے اٹھائیس ۲۸ سال کی عمر مین بماہ ذیقعدہ سنہ ۲۴۹ھ ۸۶۳ء وفات پائی، اس کی ولایت کا زمانہ ۷ سال ۱۰ مہینے اور چند دن رہا، اس کے عہدِ حکومت مین صقلیہ کا سب سے اہم واقعہ قصریانہ کی فتح ہی، اُس کے بعد صقلیہ کی قسمت اس کے بھائی ابو محمد زیادۃ اللہ بن محمد بن اغلب کے ہاتھون مین چلی گئی[3]،

---

[1] الحلۃ السیراء ابن الآبار، ورا ماری ص ۳۲۸ [2] ابن اثیر ج ۷ ص ۶۸ [3] ابن اثیر ج ۷ ص ۷۰

ابو محمد زیادۃ اللہ ثانی بن محمد بن اغلب والیِ افریقہ

سنہ ۲۴۹ھ ۸۶۳ء – سنہ ۲۵۰ھ ۸۶۴ء

ولایتِ صقلیہ پر خفاجہ کی برقراری کا فرمان اور خلعت

ابو محمد زیادۃ اللہ ثانی نے سربرآرائے حکومت ہوتے ہی بقول ابن عذاری سب سے پہلا کام جو کیا، وہ والیِ افریقہ خفاجہ کی ولایتِ صقلیہ پر برقراری تھی، چنانچہ اس نے خفاجہ کو اسکی ولایت کا فرمان لکھ کر بھیجا، نیز اس کے ساتھ زیادہ لطف و کرم کے اظہار کیلئے اس کو خلعتِ فاخرہ سے بھی سرفراز کیا[1]،

رومی مقبوضات صقلیہ کی عام حالت اور اسلامی حکومت کیطرف میلان

اسی زمانہ مین صقلیہ کے رومی و اسلامی سیاسیات مین ایک نئی فضا پیدا ہوگئی، جس سے صقلیہ کے سیاسی حالات نے ایک نیا رخ اختیار کیا، اس وقت صقلیہ مین اگرچہ رومیون کا اصل مرکز سرقوسہ تھا، اور اسی کے قرب و جوار کے چند شہرون مین بیزنطی سکہ روان تھا، لیکن صقلیہ کے اس بیزنطی علاقہ کے رومی باشندے حکومت بیزنطی سے بد دل نظر آنے لگے، کیونکہ اولاً اسلامی لشکر کی پے در پے یورش سے وہ روز بروز برباد ہوتے جاتے تھے، علاوہ ازین حکومت بیزنطی کے عمّال اپنی چیرہ دستیون سے اون کو جداگانہ پریشان کر رہے تھے، پھر اس بیزنطی علاقہ کے یہ محکوم عیسائی اپنے پہلو مین اسلامی حکومت کے عیسائیون کی مرفہ الحالی کو دیکھتے تھے، جو ان سے زیادہ بہتر حالت مین زندگی گذار رہے تھے، کیونکہ اولاً وہ اسلامی یورش سے محفوظ تھے۔ اس کے علاوہ اسلامی و بیزنطی حکومت کے قوانین اور طریقِ حکومت مین جو نمایان فرق تھا، وہ انھین حکومت بیزنطی سے اور زیادہ بد دل کر رہا تھا، کیونکہ اسلامی حکومت ایک مقررہ اصول کے ماتحت عیسائیون سے خراج و جزیہ کی رقم سالانہ وصول کر لیتی، اس کے معاوضہ مین باشندون کو زرعی، صنعتی، اور تجارتی آسانیان بہم

---

[1] البیان المغرب (ترجمہ اردو) ص ۱۵۳ و ابن اثیر ج ۷ ص ۸۲۔

پہنچاتی، دوسری طرف بیزنطی حکومت کے عمال تھے، جو خراج سے دو چند رقمین وصول کرتے اور ان سے کچھ جیب بھرتے اور کچھ حکومتِ بیزنطی قسطنطنیہ کو روانہ کرتے یہی اسباب تھے جنکی بنا پر صقلیہ کے بیزنطی علاقہ کے عام باشندون مین حکومتِ بیزنطی سے بددلی پیدا ہوئی، اور پھر قدرۃً اسلامی حکومت کی طرف میلان پیدا ہوگیا، اور مسلمانون کی فوجی پیشقدمیون مین اسکے اثرات ظاہر ہونے لگے[1]،

فوجکشی اور فتوحات

چنانچہ جب ماہ محرم سنہ ۲۵۰ھ / ۸۶۴ء مین اسلامی لشکر ایک اہم تاریخی شہر نوطس (نوٹو) پہنچا، جو سرقوسہ سے ایک مرحلہ پر واقع تھا، اور اوسکے شہر پناہ کے نیچے خیمہ زن ہوا تو شہر کے چند رومی پوشیدہ طریقہ سے آکر اسلامی سپہ سالار کی خدمت مین حاضر ہوئے، اور شہر مین داخلہ کا ایک مخفی راستہ بتا گئے، اور اسلامی لشکر اوسی راستہ سے شہر مین داخل ہوگیا، اور خون کا ایک قطرہ بہائے بغیر شہر پر اسلامی پرچم لہرانے لگا، اور اس کے ساتھ کافی مالِ غنیمت ہاتھ آیا[2]،

نوطس پر قبضہ کی تکمیل کے بعد اسلامی لشکر نے شکلہ کی طرف پیشقدمی کی اور اسی سال سنہ ۲۵۰ھ / ۸۶۴ء مین یہان پہنچا، اور محاصرہ کے بعد اس پر قابض ہوگیا[3]،

والیِ افریقہ کی وفات اور اس کا جانشین

صقلیہ کی فوجی کارروائی یہین تک پہنچنے پائی تھی کہ ابو محمد زیادۃ اللہ ثانی والیِ افریقہ نے صرف ایک برس ۶ دن حکومت کرکے یوم شنبہ ۱۹ ذیقعدہ سنہ ۲۵۰ھ / ۸۶۴ء کو وفات پائی[4]، اسکے بعد ابو عبداللہ محمد بن احمد بن محمد بن اغلب تختِ حکومت پر آیا[5]،

ابو عبداللہ محمد بن احمد بن محمد بن اغلب والیِ افریقہ

سنہ ۲۵۰ھ / ۸۶۴ء - سنہ ۲۶۱ھ / ۸۷۴ء

ابو عبداللہ محمد بن احمد نے سریر آرائے حکومت ہونے کے بعد صقلیہ کے نظام مین کسی قسم کا کوئی

---

[1] اخبار الاندلس ج ۲ ص ۴۲ [2] ابن اثیر ج ۷، ص ۶۹ [3] ابن اثیر ج ۷، ص ۷۹ و ابن خلدون ج ۴ ص ۲۰۲،

[4] ابن اثیر ج ۷، ص ۷۰، [5] بعض مورخین نے اس کی کنیت ابو عبداللہ کے بجائے ابو الغرانیق لکھی ہے،

تغیر وتبدل نہین کیا، خفاجہ بن سفیان بدستور اپنے عہدہ ولایت پر فائز رہا، اور اسی طرح اوسکی جنگی کاروائیان جاری رہین،

سریۃ الف فارس

چنانچہ ۲۵۱ھ/۸۶۵ء مین خفاجہ قصریانہ ہوتا ہوا[1] سرقوسہ پہنچا، رومی مقابلہ کیلئے نکلے، اور ایک معمولی آویزش کے بعد خفاجہ نے وہان سے کوچ کردیا، اور ایک کمین گاہ مین اپنے لڑکے محمود کی سرکردگی مین تھوڑی سی فوج چھوڑدی، محمود نے موقع پاکر رومیون پر حملہ کیا، اور دم بھر مین ان کے ایک ہزار سپاہیون کو تہ تیغ کرڈالا اسلئے یہ جنگ "سریۃ الف فارس" سے موسوم ہے،

فتح طبرمین

سریۃ الف فارس کے دوسرے سال ۲۵۲ھ/۸۶۶ء مین فوجکشی ہوئی، پہلے یہ لشکر سرقوسہ آیا، یہان کوئی خاص مہم پیش نہین آئی، اسلئے یہان سے طبرمین کی طرف رخ کیا، جب باشندگان طبرمین کو مسلمانون کی اس فوجی نقل وحرکت کی اطلاع ملی، تو چند معززین شہر خفاجہ کی خدمت مین حاضر ہوئے اور باشندگان شہر کی وفاداری کا یقین دلایا، اور شہر کو بغیر کسی خونریزی کے اسلامی مقبوضات مین داخل کرلینے کی استدعا پیش کرکے طالب امان ہوئے،

خفاجہ اس زمانہ مین رومیون کی جو عام ذہنیت تھی، اوس سے آگاہ تھا، اور اس کو ابھی نوطبس مین اس کا عملی ثبوت ملچکا تھا، اس لئے اوس نے ان نمایندگان شہر پر اعتماد کیا، اور شہر کو اسلامی مقبوضات مین شمار کرکے اس کے نظم ونسق کے احکام صادر کردئے، کچھ مسلمان انہی نمایندگان شہر کے ساتھ شہر مین چلے گئے، انھی مین خفاجہ کے لڑکے وغیرہ بھی تھے، اور وہ خود کسی دوسری طرف فوج لیکر روانہ ہوگیا،[2]

---

[1] یہ واقعہ البیان المغرب مین ہے اور قصریانہ کی فوجکشی اور زراعت کی پامالی کا ذکر ہے، لیکن یہ قطعاً بعید از قیاس ہے، قصریانہ اس وقت اسلامی مقبوضات مین تھا، ابن عذاری نے فتح قصریانہ کا کوئی تذکرہ نہین کیا ہے، اس لئے غالباً خفاجہ قصریانہ آیا ہو اور یہان سامان رسد فراہم کیا ہو، اس کو اس نے اس رنگ مین پیش کردیا، ۲۵۱ھ کی اس مہم کا تذکرہ ابن عذاری کے علاوہ کسی دوسرے مورخ نے نہین کیا ہے،

[2] ابن اثیر ج ۷ ص ۷۹،

باسل مقدونی کی سیاسیات، صقلیہ سے دلچسپی

اس طرف رومی مقبوضات مین حکومت اسلامی کے موافق جو فضا پیدا ہوگئی تھی اس سے وہ زمانہ روز بروز قریب آتا جاتا تھا، جسمین حکومت بیزنطی صقلیہ کا چراغ ہمیشہ کیلئے گل ہوجانے والا تھا، لیکن اسی موقع پر قسطنطنیہ کی سیاسیات مین ایک اہم تغیر پیش آجانے سے ٹمٹماتا ہوا چراغ ایک مرتبہ پھر روشن ہوگیا، اور جدید قیصر روم باسل مقدونی (۸۶۷ئہ تا ۸۸۶ئہ) نے صقلیہ کی سیاسیات مین بیزنطی عظمت وسطوت کیلئے آخر طور پر ایک نہایت باموقع مداخلت کی،

باسل مقدونی اور اس کی حکومتین،

باسل مقدونی کی تمام زندگی اگرچہ نہایت تاریک گذری تھی لیکن خود اپنی قوت بازو سے تخت حکومت پر بیٹھا، اور نہایت مدبر فرمانروا ثابت ہوا، لیکن اس کے ساتھ عیسائیت مین نہایت شدت سے غلو رکھتا تھا، اور مزید برآن مورتی پوجا کا قائل تھا، اسلئے تمام گرجون مین حضرت مسیحؑ اور حضرت مریمؑ کی مورتیان رکھوائین، جس سے ممالک محروسہ بیزنطی مین عام طور پر مذہبی مداخلت اور مذہب کے نام پر مظالم کا دور شروع ہوگیا، اور لوگ اس نئی افتاد سے گھبرا کر ممالک محروسہ بیزنطی سے بھاگ بھاگ کر اسلامی ممالک مین آنے لگے، جنھین مسلمانون نے خندہ جبینی سے خوش آمدید کہا، اور اسلامی ممالک مین انھین آباد کیا گیا، اور پھر رفتہ رفتہ اسلامی ممالک کے ان نوآباد عیسائیون کی اس قدر تعداد ہوگئی، کہ وہ جماعت بندی کرکے بیزنطی حکومت کے گرد ونواح مین لوٹ مار کرنے لگے[1]،

اس واقعہ سے باسل کو خصوصیت سے عام مسلمانون سے دشمنی پیدا ہوگئی تھی، اور اس کیلئے اپنے زیر حکومت صوبہ سسلی مین اسلامی حکومت کا قیام وبقا سخت ناقابل برداشت تھا، اس لئے اس نے اپنے مقصد زندگی، اور مشاغل حکومت مین صقلیہ کو مسلمانون کے وجود سے پاک کرنا بھی داخل کرلیا، اور ان تمام اسلامی حکومتون کا انتقام جنھون نے بیزنطی مفرورین کو اپنے اپنے ملک مین جگہ دی تھی، صقلیہ کے مسلمانون سے لینا چاہا، اور سرگرمی سے اولاً حکومت اسلامی صقلیہ کے خلاف خفیہ ریشہ دوانیون اور سازشون مین

---

[1] اسٹوری آف دی نیشنس ج ۳۰ بیزنٹائن ایمپائر مولفہ مسٹر اومن ص ۲۱۳،

مصروف ہوگیا، اسلامی مقبوضات کے بیشتر حصون مین اپنے آدمی بھیجے، اور انھین بغاوت پر آمادہ کیا، جس مین اس کو نمایان کامیابی ہوئی، اور اس کی انھی کوششون سے صقلیہ مین بغاوتون اور سرکشیون کا آغاز ہوگیا،[1]

بغاوتین اور ان کا استیصال

اور اس سلسلہ مین سب سے پہلے نو مفتوح شہر طبرمین نے علم بغاوت بلند کیا، خفاجہ نے یہ خبر سنتے ہی اپنے لڑکے محمد کی سرکردگی مین فوراً ایک لشکر روانہ کیا، جس نے یہان پہنچکر بغاوت کا استیصال کیا، اور غداری و بدعہدی کی پاداش مین بہت سے باشندون کو گرفتار کرلیا، اور ۲۵۲ھ ۸۶۶ء کے ختم ہونے سے پہلے اس شہر پر اسلامی پرچم دوبارہ لہرانے لگا، لیکن چند ہی دن کے بعد یہ شہر پھر ہاتھ سے جاتا رہا،

اسی طرح رغوس نے بھی سر اوٹھایا، یہان خفاجہ خود لشکر لیکر پہنچا، اور محاصرہ کرلیا، اہل شہر ایک مرتبہ مسلمانون سے مقابلہ کرنے کا مزا اوٹھا چکے تھے، چنانچہ محاصرہ کے بعد کسی قسم کا کوئی فوجی مظاہرہ ہونے سے پیشتر ہی شہر کے چند معززین خفاجہ کی خدمت مین حاضر ہوکر بغاوت سے تائب ہوئے، اور اس شرط پر امان طلب کی کہ باشندگان شہر مین سے صرف ایک شخص کو مع تمام مال ومتاع اور سامان باربرداری شہر سے جانیکی اجازت دی جائے، اور پھر پورے شہر پر قبضہ کرلیا جائے، خفاجہ نے یہ شرط منظور کرلی، اور اسلامی لشکر شہر مین داخل ہوگیا، اور شہر کی تمام دولت وثروت جائداد منقولہ وغیر منقولہ اسلامی ملکیت مین داخل کرلیگئی،

خفاجہ رغوس کی مہم سے فارغ ہوکر دوسرے باغی قلعون کی طرف متوجہ ہوا، اس سلسلہ مین سب سے پہلے قلعہ غیران پہنچا، اور یہان کامیاب ہونے کے بعد اسی علاقہ کے دوسرے سرکش قلعون کا رخ کیا، اور ہر جگہ کامیاب ہوتا گیا،

---

[1] اخبار الاندلس ج ۲ ص ۳۴-۳۵،

چنانچہ پورے سرکش علاقہ کی بغاوت فرو ہو گئی، اور تمام مقامات اسلامی مقبوضات مین از سر نو داخل ہوئے،

خفاجہ کی علالت

اس کے بعد کچھ دنون کیلئے فوجی پیشقدمی رک گئی، کیونکہ خفاجہ اسی اثنا مین ایسا بیمار پڑا کہ صاحب فراش محمل مین سوار بلرم واپس آیا،

فوجکشی

پھر سنہ ۲۵۳ھ ۸۶۷ء مین اوس نے صحتیاب ہونے کے بعد فوجی پیشقدمیون کا آغاز کیا، اور حسب دستور رومی مقبوضات مین آیا، یہان سرقوسہ اور قطانیہ کے میدان مین غلہ کی فصل تیار تھی، فوج کو غلہ جمع کرنے کا حکم دیا، اور خود بلرم چلا آیا، اور لشکر اوسی علاقہ مین مال غنیمت جمع کرنے مین مصروف رہا،

بیزنطی بیڑے کی آمد اور بربادی

اسی اثنا مین باسل مقدونی نے بغاوت پیدا کرانے کی حکمت عملی کی ناکامی اور خفاجہ کی اس عام یورش کے جواب مین ایک جنگی بیڑا صقلیہ روانہ کیا، اسلامی فوج کا وہ دستہ سرقوسہ کے نواح مین موجود تھا، اس نے اس جنگی بیڑے کی آمد کی خبر خفاجہ کو پہنچائی، وہ سنتے ہی پیشبندی کیلئے ۲۰ ربیع الاول سنہ ۲۵۴ھ ۸۶۸ء کو بلرم سے روانہ ہوا، اور ایک جگہ کو صدر مقام قرار دیکر قیام کر لیا، پھر اپنے لڑکے محمد کو امیر البحر بنایا، اور اس کو ایک بیڑے کے ساتھ بحری نقل و حرکت کی نگرانی پر مقرر کر دیا، اور ایک دوسرا دستہ سرقوسہ روانہ کیا، جو رومیون کی عام نقل و حرکت کی نگرانی کرتا رہا،

آخر بیزنطی بیڑا ایک بطریق کی سرکردگی مین صقلیہ پہنچا، جہاز سے فوج کی کثیر تعداد ساحل پر اوتری، خفاجہ نے بڑھ کر راستہ روکا، مقابلہ نہایت سخت ہوا، جنگ کا خاتمہ رومیون کی ہزیمت پر ہوا، جو کثیر تعداد مین مقتول ہوئے، اور مسلمانون کو بیشمار خیمہ و خرگاہ ہاتھ آیا،

خفاجہ اس فتحیابی کے بعد سرقوسہ آیا، باشندگان سرقوسہ اپنے شاہی لشکر کے استقبال کیلئے چشم براہ تھے کہ عمامہ بند مسلمان سامنے نظر آئے، اسلامی لشکر کیلئے شہر کے دروازے بند تھے لیکن کھیتون

میں جو غلہ تیار تھا، مال غنیمت کے طور پر اکٹھا کرلیا گیا، اور اس کے بعد لشکر ماہ رجب ۲۵۴ھ / ۸۶۸ء میں بلرم واپس آیا۔[1]

اٹلی میں معرکہ آرائیاں

اسی زمانہ میں اودھر اٹلی میں مسلمانوں اور عیسائیوں کی جداگانہ جنگ جاری تھی، وہاں اسلامی فتوحات کو روکنے کے لیے ۲۳۴ھ / ۸۴۸ء ہی سے مقدس پوپ لیو چہارم کی سرکردگی میں عیسائی فوجیں مسلمانوں کے سامنے صف در صف کھڑی ہوگئیں، چنانچہ دریائے ٹائبر سے عرب مجاہدین واپس آگئے، اور اس کے بعد لوئی ثانی کی سرکردگی میں صوبہ اپولیا میں مسلمانوں اور عیسائیوں کی مسلسل معرکہ آرائیاں جاری رہیں، جن کا سلسلہ ۲۵۷ھ / ۸۷۱ء تک قائم رہا۔[2]

چنانچہ اس سلسلہ میں خفاجہ نے ۲۵۴ھ میں بیزنطی بیڑے کی شکست کے چند ہی دن بعد ماہ رجب ۲۵۴ھ / ۸۶۸ء میں ایک عظیم الشان بیڑا اپنے لڑکے محمد کی سرکردگی میں اٹلی روانہ کیا،

محمد بن خفاجہ اٹلی کے ساحلی شہر غیطہ (GAETA) میں پہنچا، اور اس کا محاصرہ کرلیا، اور اپنی فوجیں اسکے مضافات میں پھیلا دیں، اور جب جہاز مالِ غنیمت سے بھر گئے، تو یہ بیڑا شہر کا محاصرہ اٹھا کر ماہ شوال ۲۵۴ھ / ۸۶۸ء میں بلرم واپس چلا آیا۔[3]

مفرج بن سالم کا قتل اور اٹلی کے اسلامی مقبوضات صقلیہ کے ماتحت ہو گئے

اسی اثناء میں مسلمانانِ اٹلی کے درمیان کچھ اختلاف رونما ہوا، اور وہ باہمی کشت و خون میں ایسے مصروف ہوئے کہ اپنے اولو العزم سردار مفرج بن سالم کو قتل کر ڈالا، اور اسکے بعد صقلیہ کی اسلامی حکومت نے اٹلی کے تمام منتشر اسلامی مقبوضات کو اپنی نگرانی میں لے لیا۔[4]

فوج کشی

اس کے بعد اس زمانہ میں اندرون جزیرہ کی مہموں میں سے طبرمین کی ایک مہم پیش آئی، یہ شہر د

---

[1] ابن اثیر ج ۷، ص ۷۹، ۱۰۰، ابن خلدون ج ۴ ص ۲۰۲، ۲۰۳، البیان المغرب (ترجمہ اردو) ص ۱۵۵، نہایۃ الارب دراماری ص ۴۴۳، ۴۴۴، اخبار الاندلس ج ۲ ص ۳۵، تاریخ جزیرہ صقلیہ من حین دخلہا المسلمون دراماری ص ۱۶۵، [2] تاریخ عرب موسیو سدیو ص ۲۴۵، ۲۴۶، [3] ابن اثیر ج ۷، ص ۱۰۰، [4] ج ۶ ص ۳۲۷، ۴۲۱ و نہایۃ الارب حوادث ۲۵۷ھ دراماری ص ۴۳۳، ۴۴۹،

مرتبہ مسلمانون کے قبضہ مین آیا، اور پھر ہاتھ سے نکل گیا تھا، اس مرتبہ طبرمین کا حملہ یہان کے رومی باشندون کی تحریک سے ہوا، چنانچہ ماہ صفر ۲۵۵ھ ۸۶۸ء مین طبرمین کے چند باشندے بلرم پہنچے، اور خفاجہ کو طبرمین پر فوجکشی پر آمادہ کیا، اور شہر مین پہنچا دینے کی ذمہ داری خود قبول کی، خفاجہ نے ایک لشکر محمد کی سرکردگی مین انھی رومیون کے ساتھ طبرمین روانہ کر دیا،

محمد طبرمین کے قریب پہنچ کر ایک مقام پر ٹھہر گیا، اور تھوڑی سی پیدل فوج انھی رہبرون کی معیت مین روانہ کر دی، چنانچہ مسلمانون کی یہ مختصر جمعیت ایک مخفی راستہ سے شہر مین پہنچ گئی، اور شہر کے دروازون اور شہر پناہ پر قابض ہو گئی، اور پھر قیدیون کی گرفتاری اور مال غنیمت کی فراہمی شروع کر دی،

یہ پیدل فوج اسی طرح رومیون کو گرفتار کرتی رہی، اور اسی دار و گیر مین خاصہ وقت گذر گیا، اور ادھر سوء اتفاق سے محمد کسی وجہ سے وقت موعودہ پر طبرمین نہین پہنچ سکا جس سے اون لوگون کی طرف سے تشویش لاحق ہو گئی، اور اس فوج مین ایسی سراسیمگی پھیل گئی، کہ گرفتاریون کا سلسلہ موقوف کر کے شہر سے باہر نکل آئی، ادھر یہ فوج نکلی، اور ادھر محمد اپنے لشکر کے ساتھ شہر کے دروازے پر پہنچا، لیکن یہ بعد از وقت تھا، آخر سب لوگ بے نیل مرام بلرم واپس آ گئے،

اس کے بعد خفاجہ ماہ ربیع الاول ۲۵۵ھ ۸۶۸ء مین بلرم سے روانہ ہوا، فوج کے دو حصے کئے، ایک بڑی فوج محمد کی سرکردگی مین دیدی، جو سرقوسہ روانہ ہوئی، خود ایک مختصر جمعیت کے ساتھ کسی دوسری طرف ایک غیر معروف مقام کی جانب نکل گیا، جب محمد بن خفاجہ سرقوسہ پہنچا، تو رومیون کی ایک فوج شہر سے باہر نکل کر صف آرا ہوئی، اور دونون مین خونریز لڑائی ہوئی، اس مرتبہ رومیون کا پلہ بھاری رہا، مسلمان پسپا ہونے لگے، رومیون کو مدت کے بعد انتقام کا موقع ملا تھا، نہایت بے جگری سے ٹوٹ پڑے، مسلمانون کی کثیر تعداد کام آئی، اور جو بچے وہ فرار ہو کر خفاجہ کی جمعیت سے جا ملے، خفاجہ پراگندہ جمعیت

یکجا کر کے جوشِ انتقام مین پھر سرقوسہ پہنچا لیکن رومیون نے شہر کے دروازے بند کر لئے، اوس نے شہر کا محاصرہ کر لیا، اور آس پاس کی تمام رومی آبادیون کو تباہ و برباد کرنا شروع کیا، اور زراعت پامال کر ڈالی، اور اس کے بعد محاصرہ اٹھا کر بلرم روانہ ہو گیا[1]

خفاجہ کا قتل لیکن خفاجہ کا یہ سفر بھی عباس بن فضل کی طرح سفرِ آخرت تھا، سفر منزل بہ منزل طے ہی کرتا ہوا یکم رجب ۲۵۵ھ ۸۶۹ء کو وادی الطین سے شب کی تاریکی مین کوچ کیا کہ اچانک ایک مسلمان سپاہی اس پر ٹوٹ پڑا اور اپنے زہر آلود نیزے سے ایسی کاری ضرب لگائی کہ اوس کی روح اوسی لمحہ قفس عنصری سے پرواز کر گئی،

قاتل کا نام خلفون بن ابی زیاد ہوازی تھا، وہ اوسی وقت فرار ہو گیا اور سرقوسہ کے رومیون کے دامن مین پناہ لی، یہ حادثہ مسلمانانِ صقلیہ کے لئے نہایت جانگداز تھا، خصوصًا اسلئے کہ خفاجہ کا قاتل ایک مسلمان سپاہی تھا،

خفاجہ کی لاش بلرم لائی گئی، کیونکہ عباس کو اثنائے راہ مین دفن کر کے تلخ تجربہ ہو چکا تھا چنانچہ بلرم ہی مین مراسمِ تجہیز و تکفین ادا ہوئے، اور یہین پیوند زمین ہوا[2]

خفاجہ کا عہدِ حکومت خفاجہ کے عہدِ حکومت کی یادگار نوطس اور شکلہ وغیرہ کی فتوحات ہین، نیز اوس نے باسل مقدونی کی خفیہ بغاوت انگیزیون کا قلع قمع کیا، پھر بیزنطی لشکر کو میدانِ جنگ سے ہٹایا، نیز جنوبی اٹلی مین فوجکشیان کین، اگرچہ اوس کے فتحِ سرقوسہ کی تمنا پوری نہ ہو سکی، اور اسی مہم کو ویسی مین سازش کا شکار ہو گیا،

جانشین خفاجہ کی شہادت کے بعد مسلمانانِ صقلیہ نے اس کے لڑکے محمد کو اس کا جانشین منتخب کیا،

---

[1] ابن اثیر ج ۷ ص ۱۰۱ البیان المغرب ابن عذاری (ترجمہ) ص ۱۵۵ [2] ابن اثیر ج ۷ ص ۸۰ ونہایۃ الارب حوادث ۲۴۷ھ درامّاری ص ۴۲۳ واعمال الاعلام دریادگاری مضامین ج ۲ ص ۱۷۳،

اور ان حالات کی مفصل کیفیت دربار قیروان کو بھیج دیگئی،

محمد بن خفاجہ والیٔ صقلیہ (۶)

۲۵۵ھ ۸۶۸ء تا ۲۵۷ھ ۸۷۰ء

محمد اپنے باپ کے عہد حکومت مین جس قدر خدمات انجام دے چکا تھا، وہ اسکی ولایت صقلیہ کے لئے پر زور سفارش تھے، اس لئے والیٔ افریقہ نے اس انتخاب کو بہ نظر استحسان دیکھا، اور اسکے لئے فرمان ولایت اور خلعت روانہ کیا، جو یوم شنبہ ۲۴ رمضان ۲۵۵ھ ۸۶۸ء کو صقلیہ پہنچا[1]،

فوجکشی

محمد نے اپنے چچا عبد اللہ بن سفیان کو امارت لشکر سپرد کیا، عبد اللہ بن سفیان نے اسی سال سب سے پہلے سرقوسہ پر فوجکشی کی، اور اسکے نواح کو تاخت و تاراج کرکے بلرم واپس چلا آیا[2]،

مالٹا پر کامل اسلامی اقتدار

اسکے بعد ۲۵۶ھ ۸۶۹ء مین مالٹا کی ایک مہم پیش آئی، جزیرہ مالٹا ۲۹۵ء کی تقسیم کی رو سے حکومت بیزنطی کے ماتحت آگیا تھا، عرب اس پر اس سے پہلے دو مرتبہ حملہ آور ہو چکے تھے، آخری حملہ ۲۲۱ھ ۸۳۵ء مین ابو الاغلب نے کیا تھا، مالٹا اوسی زمانہ سے حکومت بیزنطی کے اقتدار سے نکل کر اسلامی حکومت کی سیادت مین داخل ہو چکا تھا،

حکومت بیزنطی نے ۲۵۶ھ ۸۶۹ء مین اس کے بازیافت کی ایک کوشش کی، اور والیٔ صقلیہ محمد کو اطلاع ملی کہ رومی مالٹا کا نہایت سخت محاصرہ کئے ہوئے ہین، اوس نے یہ سنتے ہی ایک لشکر مالٹا روانہ کیا،

رومیون کا یہ محاصرہ اہل مالٹا کو بھی جو زیادہ تر فینیقی قوم تھے، ناگوار تھا، اسلئے انھون نے اس کا سخت مقابلہ کیا، اور بیزنطی لشکر کے تین ہزار سپاہی مارے گئے، لیکن محاصرہ جاری رہا، اس اثنا

---

[1] ابن اثیر ج ۷ ص ۵۶ و اعمال الاعلام دریادگاری مضامین ج ۲ ص ۴۷۳ [2] ،، ص ۱۴۹ [3]

مین اسلامی لشکر مالٹا پہنچا، اور وہ اس بیڑے کی خبر سنتے ہی محاصرہ سے دستبردار ہو کر وہان سے فرار ہو گئے،

اسکے بعد اسلامی لشکر یہان کے پایہ تخت مین مستقل طور پر ٹھہر گیا، لیکن چونکہ خود یہان کی قدیم باشندہ فنیقی قوم مسلمانون کی طرف مائل تھی، اسلئے مسلمانون نے یہان اپنا دار الحکومت قائم کرنے کیلئے جزیرہ مالٹا کے پایۂ تخت شہرِ مالٹا پر اپنا اقتدار رکھا، اور جزیرہ کے بقیہ حصص بدستور اپنی حالت پر قائم رہی، اور جزیرہ کا تعلق صقلیہ سے وابستہ ہو گیا،

انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا کے مقالہ نگار نے مالٹا مین اس طرز کے اسلامی اقتدار کو اس رنگ مین پیش کیا ہی، کہ چونکہ مسلمان جزیرہ کی حفاظت کسی بڑی فوجی طاقت سے نہین کر سکتے تھے، اس لئے انھون نے صرف اس کے پایۂ تخت اور اس کے رباط و مضافات پر قبضہ کر لینے پر اکتفا کیا تھا کہ ممالکِ محروسہ کی حفاظت کا کام انجام پاتا رہی،

لیکن درحقیقت جب اسلامی حکومت خود باشندگانِ جزیرہ کی خواہش سے وہان قائم ہوئی تو پھر کسی ایسی طاقت کی چندان ضرورت نہین تھی، جو خود انھی اہلِ مالٹا پر مسلط رہے، البتہ ایسی طاقت کی ضرورت تھی، جو وہان کے باشندون کی امداد سے اجنبی حملہ آورون کا مقابلہ کر سکے، اس لئے جسقدر فوجی قوت وہان قائم کیگئی، وہ کافی تھی، علاوہ ازین حکومتِ اسلامی صقلیہ کا ان جزائر مالٹا و قوصرہ وغیرہ پر قبضہ کرنے سے یہ مقصود بھی نہین تھا، کہ ملک گیری کی ہوس پوری کیجائے، ان پر صرف ایسی نگرانی کی ضرورت تھی کہ وہ دشمنون کے قبضہ مین جا کر اسلامی حکومت صقلیہ و افریقیہ کے خلاف اونکی فوجی چھاونی کا کام نہ دیسکین، اور یہ مقصود محض انکو اپنی نگرانی مین کر لینے سے حاصل ہو گیا تھا،

چنانچہ جیسا کہ خود انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا کے مقالہ نگار کا بیان ہی صقلیہ کی اسلامی حکومت نے مالٹا کی حکومت کے نظم و نسق مین یہ خاص اصول مدنظر رکھا کہ حکومت کے تمام مقامی ادارے (MUNICIPAL INSTITUTION) خود یہان کے باشندون کے ہاتھ مین دیدئے، اور حکومت کے اعلی عہدون

کو یہان کے باشندون کے سپرد کیا، اور اسکی وجہ سے حکومت اور رعایا کے درمیان نہایت خوشگوار تعلقات قائم رہے،

چنانچہ جب سے مالٹا اسلامی حکومت کے زیر اقتدار آیا، اس وقت سے اسلامی حکومت کے زوال تک کوئی ایسی بغاوت برپا نہین ہوئی جس سے حکومت کے خلاف رعایا کی بیدلی کا اظہار ہوتا ہو، اور اسی مذکورہ بالا نظم ونسق کے ساتھ مالٹا مین اسلامی حکومت قائم ہوگئی[۵]

محمد بن خفاجہ کا قتل صقلیہ مین عباس کی وفات کے بعد سے مسلمانون کی باہمی سازش اور ولاۃ صقلیہ کے عزل ونصب کی جوریشہ دوانیان شروع ہوگئی تھین، اونھون نے اب خوفناک شکل اختیار کرلی تھی، چنانچہ ابھی خفاجہ کے قتل کو چند ہی دن گذرے تھے کہ مخالفین حکومت نے محمد بن خفاجہ کو بھی قتل کر ڈالا،

محمد کے قاتل خود اس کے خواجہ سرا تھے، جنھون نے ۳ رجب ۲۵۷ھ ۸۷۰ء کو صبح کے وقت اس کا کام تمام کیا، اور دوسرے دن اون کے فرار ہونے کے بعد یہ راز افشا ہوا، ارباب حکومت نے ان شوریدہ سرون کی گرفتاری کے انتظامات کئے، اور پوری جماعت گرفتار ہو کر پابہ زنجیر بلرم آئی، جن مین سے بعضون کی گردن مار دی گئی، اور بعض جیل خانون مین ڈال دئے گئے،

جانشین مسلمانان صقلیہ نے قدیم طرز عمل کے بموجب اس موقع پر اہالیان صقلیہ مین سے ایک شخص محمد بن ابی الحسین کو عارضی طور پر اپنا والی مقرر کرلیا، اور واقعات کی تمام تفصیل افریقیہ بھیج دی،

رباح بن یعقوب والی صقلیہ (۷)

۲۵۷ھ تا ۲۵۸ھ ۸۷۰ء تا ۸۷۱ء

عباس کی وفات کے بعد احمد بن یعقوب پھر اوس کے معزول ہونے کے بعد عبد اللہ نے زمام

---

[۵] ابن اثیر ج ۷، ص ۷۷، نہایۃ الارب در اماری ص ۴۴۹، آثار البلاد قزوینی ص ۳۰۲، انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا، طبع یازدہم ج ۱۷، ص ۵۱۱،

حکومت ہاتھ مین لی تھی، لیکن ابوابراہیم احمد بن محمد نے صقلیہ کی زمام حکومت اس خانوادہ [illegible] کے اغالبہ کی ایک دوسری شاخ یعنی بنی سفیان مین سے خفاجہ کے ہاتھ مین دیدی تھی، حالانکہ بنو یعقوب یعنی خانوادۂ عباس مین احمد و عبداللہ کے علاوہ رباح جیسی شخصیت بھی موجود تھی، رباح عباس کے عہد مین عہدۂ سپہ سالاری پر فائز رہا تھا، پھر اپنے بھائی اور بھتیجون کے زمانہ مین بھی اسی خدمت پر مامور رہا، لیکن بنو سفیان کے برسر اقتدار آجانے سے سپہ سالاری کا علم خفاجہ کے لڑکے محمد کے ہاتھ مین چلا گیا، لیکن صقلیہ مین خانوادون کی موجودہ باہمی کشمکش کو دور کرنے کے لئے موجودہ فرمانروائے افریقیہ نے ایک مرتبہ پھر بنو یعقوب کے ہاتھ مین صقلیہ کی قسمت دیدینی چاہی، چنانچہ سابق سپہ سالار صقلیہ رباح بن یعقوب موجودہ قائم مقام والی صقلیہ محمد بن ابی الحسین سے زمام حکومت اپنے ہاتھ مین لیلی،

ولایت جنوبی ایطالیہ

اسی کے ساتھ فرمانروائے افریقیہ نے صقلیہ کی ولایت کے حاصل کرنے مین ایک جدید شاہراہ بھی اختیار کی، یعنی صقلیہ اور اٹلی کی اسلامی نوآبادیون کو دو مستقل جداگانہ صوبے قرار دیا، اور رباح کو ولایت صقلیہ پر مامور کرنے کے ساتھ اوس کے بھائی عبداللہ بن یعقوب کو مقبوضات ایطالیہ کا والی بنا کر اٹلی روانہ کیا، اور اب جنوبی اٹلی کے اسلامی مقبوضات، حکومت صقلیہ سے الگ ایک جدید حکومت کے ماتحت آگئے،

جنوبی اٹلی پر فوجکشی

لیکن اگرچہ ایطالیہ وصقلیہ مین یہ دو جداگانہ ولایتین قائم ہوگئی تھین، مگر ان دونون ممالک کے اسلامی مقبوضات مین کوئی بے تعلقی پیدا نہین ہوئی، بلکہ والی صقلیہ نے ایطالیہ کے اسلامی مقبوضات کے معاملات پر اوسی طرح اپنی توجہ مبذول رکھی، چنانچہ رباح والی صقلیہ زمام حکومت سنبھالتے ہی ایک فوج لیکر جنوبی اٹلی پہنچا، اور دونون بھائیون نے مل کر سرزمین ایطالیہ کے عیسائیون کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو روکنا چاہا، اور ۲۵۷ھ مین ایک خونریز لڑائی پیش آئی،

رباح اور عبداللہ بن یعقوب کی وفات اور انکی جانشینی،

مگر ان دونون صوبون کی یہ ولایت ان دونون بھائیون کے لئے نامساعد

ثابت ہوئی، اور معلوم ہوتا ہے کہ دونون اپنی اپنی عمر کا چھلکتا ہوا جام ہاتھ مین لئے ہوئے اپنی اپنی ولایت مین آئے تھے، چنانچہ ابھی چند دن بھی نہین گذرے تھے کہ محرم ۲۵۸ھ/۸۷۱ء مین رباح کا پیمانۂ عمر لبریز ہوگیا، اور حکومت صقلیہ کی باگ اس کے لڑکے حسین کے ہاتھ مین آگئی،

اور پھر دوسرے ہی مہینہ یعنی ماہ صفر مین اس کے بھائی عبداللہ بن یعقوب نے بھی سفر آخرت اختیار کیا،

ولایت جنوبی اٹلی

عبداللہ بن یعقوب کی وفات کے بعد مقبوضات ایطالیہ کی حکومت کا نظم و نسق ابو العباس بن یعقوب بن عبداللہ کے ہاتھ مین آیا، لیکن اسکی عمر نے بھی وفا نہ کی، اور ربیع الآخر ۲۵۸ھ/۸۷۱ء مین اس کا بھی انتقال ہوگیا، تو پھر لوگون نے اس کے بھائی کا دامن پکڑا، اور اوسی کو یہ بار گران تفویض کردیا[1]،

شہر باری اور سلرنو کا سقوط

ادھر جنوبی اٹلی کے اسلامی مقبوضات کے نظم مین پے در پے یہ تغیرات ہو رہے تھے، اور اودھر عیسائیون کی متحدہ طاقت لیوثانی شاہ اٹلی کے زیر علم مسلمانون کے مقابلہ مین مسلسل تین سال سے میدان مین موجود تھی، چنانچہ اسی سال ۲۵۸ھ/۸۷۱ء مین شہر باری مسلمانون کے قبضہ سے نکل گیا، اور پھر چند سال گذرنے کے بعد ۲۶۴ھ/۸۷۸ء مین مشہور شہر سلرنو بھی مسلمانون کے ہاتھ سے جاتا رہا، اور اب مسلمانون کا مرکزی شہر طارنت قرار پایا[2]،

حسین بن رباح والی صقلیہ (۸)

۲۵۸ھ-۲۵۹ھ / ۸۷۱ء-۸۷۲ء

صقلیہ مین حسین بن رباح کو فرمانروائے افریقہ نے اس کے باپ کی جگہ ولایت کے

---

[1] نہایۃ الارب حوادث ۲۵۷ھ دراماری ص ۴۳۳، ۴۹۴ و البیان المغرب (ترجمہ اردو) ص ۱۵۶، [2] تاریخ عرب موسیو سدیو،

مستقل عہدے پر سرفراز کر دیا، اور اسکی تصدیق افریقہ سے صقلیہ آگئی[1]

سرقوسہ پر ایک فوجکشی اور ہنگامی صلح

حسین بن رباح نے برسرِ حکومت ہونے کے بعد سرقوسہ پر چڑھائی کی اور حسب دستور نواحِ سرقوسہ کو تاخت و تاراج کرنا چاہا، لیکن رومیون نے اس مرتبہ خلافِ معمول صلح کی درخواست کی، اور اس کے معاوضہ مین ان مسلمان قیدیون کو رہا کر دینے کا وعدہ کیا جو وقتاً فوقتاً رومیون کے ہاتھون مین گرفتار ہوتے گئے تھے،

مسلمانون نے یہ شرط منظور کر لی، اور حسبِ معاہدہ تین سو ساٹھ مسلمان سرقوسہ کے دروازے سے باہر کر دئے گئے، اسلامی لشکر ان کو لیکر بلرم لوٹ آیا[2]

حسین بن رباح کا عزل

اس کے بعد صقلیہ کے عہدۂ ولایت مین پھر ایک تغیر ہوا، اور افریقہ سے حسین بن رباح کے عزل کا حکم آگیا، اور اس کے بجائے عبد اللہ بن محمد کو اس عہدہ پر مقرر کیا گیا،

عبد اللہ بن محمد والیِ صقلیہ (۹)

۲۵۹ھ
۸۷۲ء

عبد اللہ سابق والیِ صقلیہ محمد بن عبد اللہ بن ابراہیم بن اغلب کا لائق فرزند تھا، اس لئے

(بقیہ حاشیہ ص ۲۳۰) صفحہ ۲۲۶ موسیو سدیلو کا بیان ہی، کہ اب صرف طارنت مسلمانون کے قبضہ مین رہ گیا، یہ صحیح نہین جیسا کہ آئندہ معلوم ہوگا،

[1] نہایۃ الارب نویری در اماری ص ۴۲۲، ادھر چند سال کے اندر صقلیہ کے ولاۃ مین زیادہ رد و بدل ہوا ہی، اسکو نویری نے جدا جدا تفصیل سے درج کیا ہی، ورنہ دیگر مورخین ابن اثیر، ابن عذاری، ابو الفداء، اور ابن ابی دینار وغیرہ کے بیانون مین اضطراب پیدا ہو گیا ہی، کسی نے کسی ایک موقع پر کسی ایک والی کا نام لیا ہی، کسی دوسرے نے کسی دوسرے موقع پر کسی دوسرے کا نام لے لیا ہی، اس لئے لائقِ استناد نہین ہے، اگرچہ نویری سے بھی ایک آدھ مقام پر تسامح ہو گیا ہی، لیکن اس کی تصحیح اپنی جگہ بعض دوسرے مستند ماخذ سے کر دی گئی ہی،

[2] ابن اثیر ج ۷ ص ۱۸۳ و البیان المغرب (ترجمہ اردو) ص ۱۵۷.

اس کے والی صقلیہ مقرر ہونے کے بعد صقلیہ کی حکومت کی باگ پھر بنو عبد اللہ کے ہاتھ مین چلی گئی، جو صقلیہ پر سب سے زیادہ خود مختار فرمانروائی کر چکے تھے عبد اللہ ماہ شوال ۲۵۹ھ ۸۷۲ء مین صقلیہ پہنچا[1] لیکن فوراً ہی اوس کے عزل کا پروانہ آیا، اور یہان سے منتقل کر کے طرابلس الغرب کی ولایت پر بھیج دیا گیا[2]،

اسکے بعد اسی خانوادۂ بنو عبد اللہ کا ایک دوسرا رکن ابو مالک احمد بن عبد اللہ[3] اس عہدہ پر سرفراز کیا گیا

ابو مالک احمد بن عمر بن عبد اللہ والی صقلیہ (۱۰)

۲۵۹ھ - ۲۶۴ھ
۸۷۲ء - ۸۷۷ء

ابو مالک احمد بن عمر بن عبد اللہ بن ابراہیم المعروف بہ حبشی شوال ۲۵۹ھ ۸۷۲ء مین صقلیہ آیا، یہ بھی افریقیہ کے اکابر اغالبہ مین تھا، اس نے یہان پہنچ کر اپنی پیشقدمیان جاری کردین[4]

والی افریقیہ کی وفات ابو مالک کے ورود صقلیہ کے چند ماہ بعد ابو عبد اللہ محمد بن احمد والی افریقیہ نے دس سال پانچ مہینہ سولہ دن ولایت افریقیہ پر سرفراز رہ کر یوم چہار شنبہ ۲ جمادی الاولی ۲۶۱ھ ۸۷۴ء کو وفات پائی،

جانشین، اس نے اپنی وفات سے چند دن پیشتر اپنے نابالغ لڑکے ابو عقال کو اپنا جانشین مقرر کیا تھا، اور اپنے بھائی ابراہیم سے بھی اس کی تصدیق کرائی تھی جو اسکے بعد حکومت کا جائز حقدار تھا، لیکن ابراہیم نے اسکی وفات کے بعد ابو عقال کی جانشینی کے محضر کو رد کر دیا، اور تخت حکومت پر بیٹھ گیا[5]،

ابراہیم (ثانی) بن احمد بن محمد بن اغلب والی افریقیہ

۲۶۱ھ ۸۷۴ء - ۲۸۹ھ ۹۰۱ء

ابراہیم ایک بیدار مغز فرمانروا ثابت ہوا، خود صاحب علم و فضل تھا، اسکے ساتھ نظم مملکت کی بہترین

---

[1] نہایۃ الارب حوادث ۲۵۵ھ در اماری ص ۴۳۳ [2] الحلۃ السیراء در اماری ص ۳۲۷ [3] نویری نے "احمد بن یعقوب بن عمر" لکھا ہے، لیکن "یعقوب" کا اضافہ صحیح نہین معلوم ہوتا، ابن اثیر نے اس کا اس کے عزل کے موقع پر ذکر کیا ہے، اس مین "احمد بن عمر بن عبد اللہ" ہے، [4] نہایۃ الارب نویری در اماری ص ۴۳۳ [5] ابن اثیر ج ۷، ص ۱۹۵ و ابن عذاری (ترجمہ اردو) صفحہ ۱۵۷،

صلاحیت وقابلیت رکھتا تھا، اس نے حکومت کے ہر شعبے کی طرف بذات خود توجہ کی، اور نہایت مستعدی سے جزوی جزوی معاملات کی نگرانی کی خصوصًا صیغہ فوج اور صیغہ عدالت کی نگرانی اپنی ذات سے نہایت خصوصیت کے ساتھ متعلق رکھی، چنانچہ ہر پنجشنبہ اور سہ شنبہ کو جامع قیروان مین بیٹھ کر دادخواہون کی دادرسی کرتا، اسی طرح اس کے عہد مین اور بھی متعدد نمایان ترقیان ہوئین، سواحل پر حفاظتی چوکیان تعمیر کین، خبر رسانی کا ایسا مکمل انتظام کیا، کہ شب کو بندرگاہ سوسہ پر آگ روشن ہوتی، اور سلسلہ بہ سلسلہ وہ اسکندریہ تک پہنچ جاتی[1]،

اس کے نظم ونسق کی اس فطری استعداد کا اثر صقلیہ پر بھی ہوا، اور یہی وہ فرمانروا ہے، جسکے ہاتھون صقلیہ کا چپہ چپہ اسلامی حکومت کے زیر اقتدار آگیا،

فوجکشی

اس نے صقلیہ کی ولایت پر ابو مالک احمد المعروف بہ حبشی کو برقرار رکھا، اور اوسکی پیشقدمیان اس عہد مین بھی برابر جاری رہین، چنانچہ ایک مرتبہ موسم گرما مین ایک لشکر کے ساتھ سرقوسہ کو روانہ ہوا، خود نواح سرقوسہ مین رہا، اور فوج کے مختلف دستے جابجا پھیلا دئے، جنھون نے رومی مقبوضات کے مختلف اطراف مین غارتگری کی، اور کثیر مال غنیمت حاصل کیا، اور اس کے بعد لشکر بلرم واپس آگیا، پھر کچھ دنون کے بعد ایک دوسری فوجکشی مین وہ قلعہ نصر پر حملہ آور ہوا، یہان رومیون سے معرکہ آرائی ہوئی، جنھون نے شکست کھائی، قلعہ کی دولت و ثروت مسلمانون کا مال غنیمت بنی، ایک کثیر جماعت تہ تیغ ہوئی، اور بہت سے زندہ گرفتار ہوئے جنکو ابو مالک اپنے ساتھ بلرم لیتا آیا،

عزل وجانشینی

ابراہیم کے عہد حکومت مین ابو مالک کے یہی چند ہی دن گذرے تھے کہ ۲۶۴ھ مین افریقہ سے اس کی معزولی کا پروانہ آگیا، اور امیر جعفر بن محمد[3] نے آکر حکومت سنبھالی[2]،

---

[1] ابن اثیر ج ۷، ص ۲۴۹ [2] اعمال الاعلام در یادگاری مضامین ج ۲ ص ۴۷۳ [3] اعمال الاعلام مین اس کا نام ابوجعفر بن محمد ہے، لیکن دیگر مورخین جعفر بن محمد لکھتے ہین،

جعفر بن محمد والیِ صقلیہ (۱۱)

سنہ ۲۶۴ھ
۸۷۷ء

جعفر کا تقرر اور صقلیہ
مین مجرمین کی جلاوطنی

جعفر بن محمد، ابراہیم بن احمد کے معتمدین مین تھا، یہ ایک لشکر کے ساتھ افریقہ سے روانہ ہوا، اور سنہ ۲۶۴ھ ۸۷۷ء مین صقلیہ پہنچا، جعفر کا یہ لشکر موالیِ اغالبہ پر مشتمل تھا، ابراہیم جب سے تختِ حکومت پر بیٹھا تھا، اوسکو دوسرے فرمانروایانِ اغالبہ کے خلاف ابو عقال کے اوس مختصر ملہ کے باعث بعض ایسے حالات سے دوچار ہونا پڑا کہ افریقہ کی سیاسیات مین اوس کو مخصوص روش اختیار کرنی پڑی، اسی سلسلہ مین موالیِ اغالبہ سے اس کی آویزش ہوئی، اور بعض صورتین ایسی پیش آگیئن کہ بغاوت نمودار ہوگئی، جسکی تفصیل ہمارے لئے لاحاصل ہے، لیکن ابراہیم نے اوسی زمانہ مین ان موالی کو گرفتار کیا، اور پاداشِ جرم مین انھین قتل کرنے اور قیروان کے قید خانہ مین دائم الحبس کی سزا دینے کے علاوہ ان کی عام قوت کو منتشر کرنے کیلئے ایک بڑی جماعت کو صقلیہ جلاوطن کردیا، چنانچہ جعفر بن محمد اپنے فرمانِ ولایت کے ساتھ جس لشکر کی قیادت ہاتھ مین لئے ہوئے صقلیہ مین داخل ہوا، اوس مین اس شورہ پشت جماعت کا غالب عنصر موجود تھا،

اسی کے ساتھ ابراہیم نے خانوادۂ اغالبہ کے اون ممتاز شہزادون کو جو اوس کی مخالف جماعت کے سرگروہ تھے، گرفتار کیا، اور انھین صقلیہ بھیج دیا، خانوادۂ اغالبہ کے اون ارکان مین سے ایک اس کا حقیقی چچا اغلب بن محمد بن (ابی) اغلب اور اس کا حقیقی بھائی اغلب بن احمد اور ایک وہی بدبخت بھتیجا ابو عقال احمد بن ابی عبداللہ تھا، یہ لوگ صقلیہ لائے گئے، اور والیِ صقلیہ جعفر بن محمد کے قصر مین قید کردئے گئے، اور وہ جلاوطن موالی صقلیہ کی فوج مین داخل کردئے گئے[1]

ان شاہزادگانِ افریقہ و موالیِ اغالبہ کے صقلیہ مین جلاوطن ہوکر آنے سے یہان اچھے اور برے

---

[1] نہایۃ الارب باب اخبار افریقہ والمغرب حوادث سنہ ۲۶۴ھ در اماری ص ۴۴۹ ، اخبار الاندلس جلد ۲ ص ۳ ، و اعمال الاعلام دیادگاری مضامین ج ۲ ص ۴۷۳ ،

دونون نتائج پیدا ہوئے۔ بُرے نتائج تو بعد مین ظاہر ہوئے، لیکن فوری طور پر اس کا خوشگوار پہلو یہ سامنے آیا کہ اسلامی حکومت صقلیہ کی فوجی طاقت بہ نسبت پہلے کے بہت زیادہ بڑھ گئی، اور امیر جعفر بن محمد نے اسی شوریدہ سر و آمادۂ فساد عنصر پر بھروسہ کر کے صقلیہ مین ایک نہایت اولوالعزمانہ اقدام کیا،

محاصرۂ سرقوسہ

چنانچہ اس نے زمام حکومت سنبھالتے ہی رومی مقبوضات صقلیہ مین فوجی پیشقدمیان جاری کردین، فوج کے چھوٹے چھوٹے دستے رومی علاقہ کی مختلف سمتون مین بھیج دیتا، جو کثیر مال غنیمت سے لدے پھندے بلرم واپس آجاتے[1]

ان ابتدائی مہمون سے فارغ ہو کر فوج کو سرقوسہ کے حملہ کیلئے نئے سرے سے آراستہ کیا، اور پھر ایک عظیم الشان لشکر مرتب کر کے بڑے ساز و سامان اور ہر قسم کے نوایجاد آلات جنگ سے مسلح ہو کر بلرم سے روانہ ہوا،

جعفر کی منزل مقصود اگرچہ سرقوسہ تھی، لیکن ابتداءً رومی مقبوضات کے اہم شہر سرقوسہ قطانیہ طبرمین اور رمطہ وغیرہ کے گرداگرد ایک عام گشت لگایا، اور ہر جگہ سے وافر مقدار مین سامان رسد فراہم کیا اور جب رسد کی کی طرف سے بھی مطمئن ہو گیا، تو سرقوسہ پہنچ کر ڈیرے ڈال دئے،

اب تک سرقوسہ پر عربون کی جو جو کوششین ہو چکی تھین، جعفر ان تمام حالات سے ناآشنا نہ تھا، اس لئے اس نے ایسی اہم جنگی تیاریان کین جو اس کے تمام پیشرو ولاۃ کی مساعی سے سبقت لیگئین، مثلاً محاصرۂ سرقوسہ مین قلعہ شکنی کے لئے مسلمان انجینیرون سے ایسی منجنیقین تیار کرائی گئین، جن سے عربون کے آلات جنگ مین ایک معتدبہ اضافہ ہوا، ان کے نشانے کج ہونے کے بجائے بخط مستقیم فصیل شہر پر پڑتے تھے، اس کے علاوہ قلعون کو برباد کرنے کیلئے ایک خاص قسم کی بارود جو نار یونانیہ (آتش یونانی) کہی جاتی تھی، مہیا کیگئی تھی، اسی طرح سرنگ وغیرہ کھودنے کیلئے وافر اوزار فوج کے ساتھ تھے، غرض اس عہد کی مدت

---

[1] اعمال الاعلام دریادگاری مضامین ج ۲ ص ۴۷۳،

مین محاصرہ، انہدام قلعہ اور فتح کے لئے جو ضروری سامان مل سکتے تھے، وہ سب اس لشکر کے ساتھ تھے،

اسی کے ساتھ اوس نے اس بری لشکر کے علاوہ بحری محاصرہ کے لئے بھی بلرم سے بیڑا بھیج دیا تھا، چنانچہ جب مسلمانون کا یہ لشکر سرقوسہ پہنچا، تو اوس نے خشکی کی طرف نہایت سخت محاصرہ کرنے کے علاوہ ساحل کی طرف سے بھی نہایت مکمل ناکہ بندی کرادی، اور اسلامی لشکر کے پہنچتے ہی سرقوسہ ہر چہار طرف سے محاصرین سے محصور ہوگیا،

ربض شہر پر قبضہ

اس شدید بحری وبری محاصرہ کا پہلا اثر یہ ہوا کہ بیزنطی فوج شہر سرقوسہ کی بیرونی آبادی سے جسکو عرب ربض مدینہ کہتے ہین، پسپا ہوگئی، مسلمانون کے لئے "ارباض سرقوسہ" پر یہ غیر متوقع قبضہ ایک فال نیک تھا، وہ نہایت جوش وخروش سے شہر کے بیرونی دروازے سے ربض مین داخل ہوئے جہان انھین میدان محاصرہ مین خیمے اور قناتین نصب کرنے کے بجائے نہایت سربفلک محل، شہریون کے خوشنما مکان اور خدائے واحد کی پرستش کے لئے مقدس عبادتگاہین مل گئین، اور یہین مقیم ہوکر محاصرہ کی کاروائیان باطمینان جاری ہوگئین،

ربض شہر کے بعد تقریبًا سو گز سے کچھ زیادہ عریض ایک خندق تھی، بیزنطی لشکر نے خندق کے اوس طرف مورچہ جمایا، اور ان دونون دشمنون کو بھی سو گز کا فاصلہ ایک دوسرے سے جدا کئے ہوئے تھا، پھر بیزنطی لشکر کی پشت پر اندرون شہر کی آہنی فصیل تھی،

حکومت بیزنطی قسطنطینہ کا امدادی بیڑا اور اوس کی بربادی

لیکن ابھی تیر انداز چلے بھی نہین چڑھانے پائے تھے کہ جعفر کو قسطنطنیہ سے ایک بیزنطی بیڑے کی آمد کی خبر ملی یہ باسل مقدونی کی وہ بروقت مدد تھی جو صقلیہ کے اس قدیم پرعظمت شہر کی حفاظت کے لئے آرہی تھی، لیکن ادھر جعفر کی بحری تیاری بھی پہلے سے مکمل تھی، اس نے ایک زبردست جنگی بیڑا مدافعت کے لئے روانہ کیا، جس نے آگے بڑھ کر راستہ روک لیا، اور پھر اس اسلامی بیڑے کو اس پر ایسی کامیاب فتحمندی ہوئی کہ رومیون کے تمام جہاز مسلمانون کے قبضہ مین آگئے،

بحری کامیابی کا خوش آیند نتیجہ،

یہ دوسرا خوش آیند نتیجہ تھا، جو مسلمانون کو اس محاصرہ کے آغاز ہی مین حاصل ہوگیا، جو درحقیقت اپنے اثرات کے لحاظ سے پورے محاصرہ کی اصل جان ہے، اس واقعہ سے محاصرین و محصورین دونون کو دو جداگانہ حالات پیش آئے، یہ بزنطی کمک اگر ایک طرف محصورین کے لئے امید کی سب سے آخری کرن تھی، تو دوسری طرف یہ محاصرین کے لئے دشمنون کی سب سے زیادہ پرخطر طاقت تھی، چنانچہ ابن اثیر کی تصریح کے مطابق مسلمانون نے اس بحری فتحمندی کے بعد محاصرہ کے لئے ،، باطمینان کمال ،، ڈیرے ڈال دیئے، اور اسلامی لشکر نہایت سکون و اطمینان سے محاصرہ مین مصروف ہوگیا[1]،

جعفر کی دار الحکومت بلرم کو مراجعت

جب جعفر نے مہم سرقوسہ کی یہ اطمینانی شکل دیکھی، تو خود اپنی موجودگی زیادہ ضروری نہین سمجھی، اور کسی ضرورت سے بلرم چلا آیا،

جعفر پر قاتلانہ حملہ اور انقلاب حکومت،

لیکن یہ کیا معلوم تھا کہ یہان اسکی قضا اوسکو کھینچ کر لائی ہے، اگرچہ فوج کا جو فتنہ پرداز عنصر تھا، وہ سرقوسہ کے محاصرہ مین مصروف تھا، لیکن شاہی خاندان کے کینہ پرور معزز شاہزادے اسی کے محل مین مقید تھے، ان لوگون نے اوسکی عدم موجودگی سے پورا فائدہ اوٹھایا، اور جعفر کے غلامون کو مال و زر کی طمع دلائی، اور انھین سے ساز باز کرکے اون کو اوس کے قتل پر آمادہ کرلیا، چنانچہ وہ نماز کے لئے محل سے نکلا تھا کہ اوس کے غلام اوس پر ٹوٹ پڑے، اور ایک ہی حملہ مین تہ تیغ کر ڈالا،

جعفر کے مقتول ہونیکے بعد اونہی مقید اغالبہ مین سے فرمانروائے افریقیہ ابراہیم کے چچا اغلب بن محمد نے صقلیہ کی حکومت پر قبضہ کرلیا، اور کچھ دنون کے لئے صقلیہ مین ایک حکومت قائم ہوگئی، جس کے قیام مین انھین کوئی دشواری پیش نہین آئی کہ سب کے سب شاہی خاندان سے تعلق رکھتے تھے، اور یہی اون لوگون کی صقلیہ مین جلاوطنی کے برُے نتائج تھے،

---

[1] ابن اثیر ج ۷ ص ۲۲۲ اخبار الاندلس ج ۲ ص ۳۷،

اغلب بن محمد متغلب صقلیہ

سنہ ۲۶۴ھ ۲۶۵ھ
۸۷۷ء ۸۷۸ء

قصرِ جعفر کی بربادی

اغلب بن محمد ایک متغلب کی حیثیت سے حکومتِ صقلیہ پر قابض ہوا اس نے سب سے پہلے مرحوم والیِ صقلیہ جعفر پر نظرِ عنایت کی، اور اس کے پورے محل کو لوٹ لیا،

محاصرۂ سرقوسہ کا بدستور قائم رہنا

اس وقت مسلمانانِ صقلیہ کی توجہ تمام تر سرقوسہ کی طرف مبذول تھی، فوج کا جو وفادار حصہ تھا، وہ بھی سرقوسہ کے محاصرہ مین لگا ہوا تھا، اس لئے اس انقلابِ حکومت کا کوئی اثر بلرم مین مترتب نہین ہوا، بلکہ اغلب نے اپنے ہوا خواہون کو جمع کیا، اور ایک لشکر مرتب کرکے اپنے لڑکے احمد کی سرکردگی مین سرقوسہ بھیج دیا، کیونکہ اغلب نے سیاسی مصالح کے لحاظ سے بھی یہی ضروری سمجھا، کہ سرقوسہ کا محاصرہ بدستور قائم رہے، اور فتحِ سرقوسہ کا قابلِ فخر درخشندہ کارنامہ اسی کے ہاتھون انجام پائے، چنانچہ احمد بن اغلب نے سرقوسہ پہنچکر محاصرہ کی نگرانی اپنے ہاتھ مین لے لی،[1]

---

[1] اعمال الاعلام وریادگاری مضامین ج ۲ ص ۴۷، ۴۸، جعفر بن محمد کے قتل اور فتح سرقوسہ کی تکمیل مین مورخین کے درمیان بظاہر متضاد اختلاف ہے، ایک طرف لسان الدین بن خطیب صاحب اعمال الاعلام کا بیان ہے، اس کے رو سے جعفر کا قتل حملۂ سرقوسہ سے پہلے ہوا ہے، اور سرقوسہ پر حملہ کا آغاز اغلب بن محمد متغلب کے دور سے شروع ہوتا ہی، جو اغلب کے لڑکے محمد کی سرکردگی مین اتمام کو پہنچا، دوسری طرف ابن اثیر نے سنہ ۲۶۴ھ کے حوادث مین "ذکر ملک المسلمین مدینۃ سرقوسہ" کا عنوان قائم کرکے جعفر کی سرکردگی مین اس کی فتح کے حالات لکھے ہین، اور جعفر کے واقعۂ قتل مین خاموش ہی، تیسرا بیان ابن عذاری کا ہے، وہ سنہ ۲۶۴ھ مین فتح سرقوسہ کی تکمیل کے بعد جعفر کے قتل کا تذکرہ کرتا ہے اسلئے جعفر کے واقعۂ قتل مین صرف دو بیان ہین، ایک ابن عذاری کا اور دوسرا لسان الدین بن خطیب کا، موخر الذکر کا بیان تاریخ و سنہ کے لحاظ سے قطعاً مجمل ہی، اسلئے ابن عذاری کا بیان بغیر کسی رد کے قابلِ قبول ہے، کہ وہ سنہ ۲۶۴ھ مین مارا گیا، لیکن یہ واقعہ قتل سنہ ۲۶۴ھ مین مہم سرقوسہ سے پہلے پیش آیا، یا اس کے بعد، اس مین ابن عذاری کی تائید ابن اثیر کے بیان سے چند در چند وجوہ سے نکلتی ہی، اگرچہ ابن اثیر مین واقعۂ قتل مذکور نہین

حصار بندرگاہ کی بربادی

یہان محاذ جنگ پر بیزنطی بیڑے کو جو شکست ہوئی تھی، اوس سے جنگ کا نقشہ بدل گیا تھا، محصورین کی ہمت ایسی پست ہو گئی، کہ شہر کے شمالی حصہ پر جو فوج بندرگاہ کی حفاظت کے لئے متعین تھی، وہ پسپا ہو کر فصیل شہر کے اندر چلی گئی، مسلمانون کو موقع ملا، انھون نے بڑھ کے بندرگاہ کے حصار کو جس سے اوس کی

(بقیہ حاشیہ ص ۲۳۸) بلکہ علاوہ برین ابن اثیر ۲۶۴ھ کے اگلے اور پچھلے چند سال کے صقلیہ کے حالات مین مطلق خاموش نظر آتا ہی، نہ اوس نے صحیح طور پر ولاۃ کے تقرر کو لکھا ہے، اور نہ دوسرے حالات بیان کئے ہین، اس لئے ممکن تھا کہ ۲۶۴ھ مین سرقوسہ کی فتح کے حالات جو اوس نے قلمبند کئے ہین، وہ بھی سرسری ہوتے لیکن اس کے برخلاف اس مہم کے حالات سب سے مفصل اسی نے لکھے ہین، اور جو کچھ لکھے ہین، اون مین جعفر کی سرکردگی کو چھوڑ کر تمام واقعات کی پوری تائید ابن عذاری اور لسان الدین کے بیان سے بھی ہوتی ہے، چنانچہ ان تینون مورخین کے بیان مین کم سے کم قدر مشترک یہ متفقہ طور پر نکلتا ہے،

اول محاصرہ نو ماہ تک جاری رہا، **دوم** شہر پر قبضہ ماہ رمضان ۲۶۴ھ کی ۱۴ تاریخ کو ہوا، **سوم** اسلامی لشکر ماہ ذیقعدہ ۲۶۴ھ مین سرقوسہ سے واپس آگیا، جب یہ قدر مشترک سب مین تسلیم ہے اور تینون کے یہان یہ تاریخین اپنی اپنی جگہ موجود ہین، تو پھر انھی سے جعفر کے واقعہ قتل کے زمانہ کی تعیین بھی خودبخود ہو جاتی ہی، کیونکہ جب محاصرہ نو ماہ جاری رہا، تو اس کی ابتدا ماہ محرم ۲۶۴ھ سے ماننی پڑیگی، کہ جعفر نے زمام حکومت سنبھالتے ہی مہم سرقوسہ کی تیاری کی، اور روانہ ہو گیا، اور نو ماہ کی تعیین خود لسان الدین نے اعمال الاعلام مین کی ہی، اس لئے اگر اس مہم کا آغاز اغلب متغلب کی سرکردگی مین تسلیم کیا جائے تو پھر اوس کے قتل کا واقعہ ۲۶۳ھ مین ماننا پڑے گا، اور یہ وہ زمانہ ہے، جب نہ جعفر صقلیہ آیا تھا اور نہ موالی کی بغاوت ہوئی تھی، اور نیز ابن عذاری کے بیان کے مطابق جعفر ۲۶۴ھ تک بقید حیات تھا، اس لئے واقعہ کی وہی شکل ماننی پڑیگی، جو اوپر بیان کی گئی ہی،

اس صورت واقعہ کی تائید ابن اثیر کے ایک بیان سے جو ہوتی ہی اس موقع پر اس کو غور سے دیکھنا چاہئے، اس نے نہ جعفر کے تقرر کا ذکر کیا ہی، اور نہ واقعہ قتل کا، وہ صرف ذیل کے اس موقع پر اس کا پہلی اور آخری مرتبہ نام لیتا ہے،

”اسی سال (۲۶۴ھ) کی ۱۴ رمضان کو مسلمانون نے سرقوسہ فتح کیا، اور یہ صقلیہ کے عظیم ترین شہرون مین ہی، اور اسکی فتح کا سبب یہ ہوا کہ جعفر بن محمد والی صقلیہ اس پر حملہ آور ہوا، اور اسکی اور قطانیہ،

حفاظت ہوتی تھی، منہدم کر دیا،

اوس کے بعد آبنائے پر دونون فوجین آمنے سامنے تھین، دونون مین مقابلہ ہوا، اور ایک نہایت خونریز جنگ پیش آئی،

محصورین کے آلام و مصائب

آغاز جنگ کے ساتھ ہی مسلمانون نے اپنی منجنیق نصب کر دی، اسکی باڑھ سے فصیل کی دیوار روز بروز کمزور ہوتی گئی، دوسری طرف نار یونانیہ سے آتش باری شروع ہوئی جس سے آبادی مین ایک ہل چل پڑ گئی، اسلامی لشکر کی یہی شعلہ فشانی شبانہ روز جاری رہی جس سے رفتہ رفتہ محصورین مین عام پریشانی پھیل گئی، پھر سامان رسد مین بھی کمی ہوئی، اور جب غلہ کمیاب ہوا، تو گھوڑے اور گدہے کھائے گئے، اور پھر ان کی بھی ایسی کمیابی ہوئی کہ ایک ایک گدہے کا کلہ بیس بیس اشرفیون مین فروخت ہونے لگا، پھر جانورون کی کھالین

(بقیہ حاشیہ ص ۲۳۹)

طرمین اور مرسطہ وغیرہ رومی مقبوضہ ضلع صقلیہ کی زراعت برباد کی پھر سرقوسہ پہنچا، اور اس کا بری و بحری محاصرہ کر لیا اور اس نے ربض شہر کے بعض حصہ پر قابض ہو گیا اور جب روم کے جہاز سرقوسہ کی امداد کے لیے آئے تو اوس نے جنگی بیڑا روانہ کیا جس نے رومی جہازون پر فتح پائی، اور اسوقت وہ اطمینان سے محاصرہ کر سکے، چنانچہ لشکر نے نو مہینے محاصرہ قائم رکھا۔

ابن اثیر یہان تک کے حالات کو جعفر کی طرف منسوب کرتے ہوئے بیان کرتا ہی، اس کے بعد ہی جعفر کا تذکرہ موقوف ہوتا ہی، اور صیغہ مجہول "وفتحت" "قُتِلَ"، اور اسلامی لشکر کا تذکرہ صیغہ جمع "اقاموا" "ھدموھا" "فانتقوا" "وانصرف المسلمون الی بلدہم" وغیرہ الفاظ سے اپنا مفہوم ادا کیا ہی،

ابن اثیر کا یہی طرز بیان ہے، جس نے میرے سامنے ان متضاد بیانون کی تطبیق کی یہ صورت پیدا کر دی، اور مین نے اون سب بیانون کو سامنے رکھتے ہوئے واقعہ کی وہی مرتب شکل تیار کی، جو اوپر پیش ہوئی ہی، کہ مہم کا آغاز جعفر کے ہاتھون ہوا، اور اختتام احمد بن اغلب کے ہاتھون،

لسان الدین کی اس مطبوعہ عبارت مین جعفر کا نام "ابو جعفر بن محمد" ہی، اور آگے چل کر اوسکو "ابو حجر" کے نام سے موسوم کیا ہی، غالباً یہ نسخہ کی غلطی ہے، ورنہ ممکن ہی، جعفر کی کنیت "ابو حجر" ہو، اور شروع مین جو "ابو جعفر" چھپا ہی، وہ "ابو حجر جعفر بن محمد" ہو (ابن اثیر ج ۷ ص ۲۲۲، اعمال الاعلام دریادگاری ج ۲ صفحہ ۴۷۵، وابن عذاری داردو ص ۱۵۸ و ۱۵۹)

اور ہڈیان خوراک بنین، پھر دیوارے کائی کھرچ کھرچ کر چبانے لگے اور بالآخر یہ دردناک و الم انگیز لمحہ بھی آپہنچا، کہ اپنے ہی مقتول عزیز و اقارب کی بوٹیان نوچ نوچ کر چبائی گئین، اور پھر محصورین کی اس حالتِ زار کا اثر قدرۃً شہر کی آب و ہوا پر پڑا، اور سارے شہر مین عام وبا پھیل گئی، جس سے شہر کی ایک خاصی آبادی نذرِ اجل ہوگئی،

برج کا انہدام لیکن ان تمام آلام و مصائب کے باوجود محصورین کمالِ پامردی و اولوالعزمانہ ہمت سے محاذِ جنگ سے پیچھے نہین ہٹے لیکن دوسری طرف مسلمان بھی آخری فیصلہ کے انتظار مین وہین جمے ہوئے تھے، آخر محاصرہ کو کامل آٹھ مہینے اسی طرح گذر گئے، اور ادھر فصیل پر منجنیق کی پیہم باڑھ پڑ رہی تھی، گولے بخطِ مستقیم ایک ہی نقطہ پر پہنچ پہنچ کر فصیل کو کمزور کر رہے تھے، اور پھر مسلمانون نے ایک نقب زن آلہ دبابہ کو فصیل کی ایک برج سے لگا دیا، جس سے اس کی بنیاد روز بروز کھوکھلی ہونے لگی، آخر کامل ایک ماہ کے بعد یہ برج مسمار ہوگیا، اس کوہ پیکر کا ہٹنا تھا، کہ دونون طرف سے زہر مین بجھی تلوارین نیام سے نکل پڑین، اور دست بدست لڑائی شروع ہوگئی، مسلمان اپنی فاتحانہ حوصلہ مندیون سے سرمست تھے، اور عیسائی اپنے وطن کی آخری مقدس قربانگاہ پر دیوانہ وار نثار ہورہے تھے،

محصورین کا جوشِ جنون ممکن تھا کہ فصیل کے مسمار ہوتے ہی سرقوسہ کی عیسائی آبادی اپنے آپ کو فاتحین کے رحم و کرم پر چھوڑ دیتی، اور پھر اسی سلوک کی مستحق ہوتی، جو ایسے موقعون پر مسلمان دریادلی سے مفتوح شہرون کے ساتھ کرتے آئے تھے لیکن سرقوسہ کے مقدس پوپون اور راہبون نے حضرت مسیحؑ کے ان معصوم بچون کو کچھ ایسا جنون آمیز سبق پڑھا دیا تھا کہ مسیحیت کا ہر نام لیوا شہر پناہِ سرقوسہ کے نیچے مسلمانون کے آبِ شمشیر سے سیراب ہونے کو ابدی سعادت کا مستحق سمجھتا تھا، یہانتک کہ جنون آمیز جوش و خروش سے عورتین اور بچے بھی حسب استطاعت جنگ مین شریک ہو کر حصولِ ثواب مین مصروف تھے اور مقدس پادری اپنے مقدس لباس زیبِ تن کئے دعائین پڑھ پڑھ کر مسیحیون کے دل بڑھا رہے تھے، اسلئے جب مسلمانون نے فصیل ٹوٹنے کے